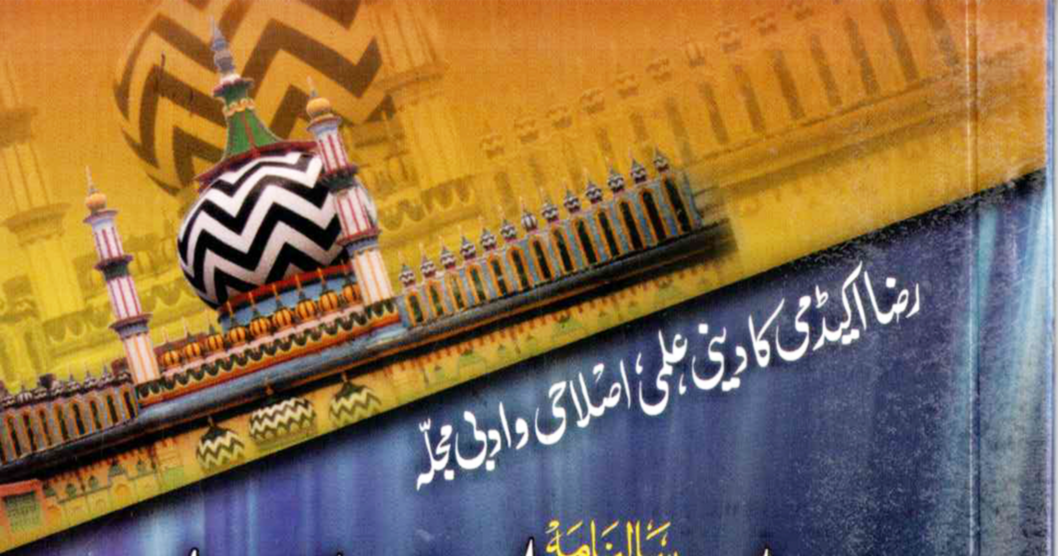

رضا اکیڈمی کا دینی، علمی، اصلاحی و ادبی مجلّہ

سالنامہ

یادگارِ رضا

۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵ء

مؤسس: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی

مرتب: غلام مصطفیٰ رضوی

رضا اکیڈمی

بہ فیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤسس : الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی

رضا اکیڈمی ممبئی کا دینی، علمی، اصلاحی و ادبی مجلّہ

سال نامہ

یادگارِ رضا

۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء

مرتب: غلام مصطفیٰ رضوی

ناشر: رضا اکیڈمی

۵۲/ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۴۰۰۰۰۹

Ph.: (022) 66342156 www.razaacademy.com

e-mail : mumbai.razaacademy@gmail.com

فہرست

	اداریہ		
۱	صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے	غلام مصطفیٰ رضوی	۳
	تجزیہ		
۲	چشم و چراغ خاندانِ برکاتیہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۸
	یادگار تحریر		
۳	مفتی اعظم ہند: مشاہدات کے آئینے میں	مفتی محمد مجیب اشرف رضوی	۱۸
	نظریات		
۴	سائنسی علوم اور امام احمد رضا	محمد آصف خان علیمی	۲۹
۵	امام احمد رضا اور تحقیق زلزلہ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	۳۲
	تحقیقات		
۶	امام احمد رضا اور خزینۂ ایمان و عرفان	غلام مصطفیٰ رضوی	۳۹
۷	مکتوباتِ امام ربانی اور امام احمد رضا	مولانا محمد اسلم رضا قادری	۵۳
	اصلاحیات		
۸	اعلیٰ حضرت اور اصلاحِ معاشرہ	مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری	۸۱
	ادبیات		
۹	''الاستمداد'' میں محاورات وضرب الامثال	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	۸۵
۱۰	تاج الشریعہ کے کلام کی بدیعی پیمائش	اختر حسین فیضی مصباحی	۹۰
	محاسبا		
۱۱	مطالعۂ بریلویت جلد ۷ کا اجمالی محاسبا	میثم عباس رضوی	۱۰۳
	یادوں کے نقوش		
۱۲	عرس اعلیٰ حضرت اور صدرالافاضل	مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی	۱۱۸
	سفیرِ رضویات		
۱۳	خلفائے اعلیٰ حضرت: آئینہ اور عکس آئینہ	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	۱۲۳
۱۴	خلیفۂ اعلیٰ حضرت: مولانا عبدالکریم چتوڑی	محمد اسلم رضا ثقافی	۱۲۹
۱۵	حضور تاج الشریعہ کے اقوالِ زرّیں	عتیق الرحمٰن رضوی	۱۴۰
	منظومات		
۱۶	ہدیۂ نعت	تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری	۱۴۳
۱۷	تضمین بر سلام اعلیٰ حضرت	مفتی برہان الحق برہانؔ جبل پوری	۱۴۴
	پیش رفت		
۱۸	فروغِ رضویات/ سرگرمیاں/ اہم پیش رفت	ادارہ	۱۴۷
۱۹	۲۰۱۴ء میں رضا اکیڈمی کی سرگرمیاں	ادارہ	۱۵۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

''صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے''

مذکورہ قول کسی عام آدمی کا نہیں جسے عقیدت کیشی سے تعبیر کیا جائے، بلکہ سائنٹفک اور واقعی بنیادوں پر ایک نکھرا ہوا نقطۂ نظر ہے۔ یہ قول مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد مرحوم (۱۸۷۳ء-۱۹۴۷ء) کا ہے، جب وہ ریاضی کے ایک مشکل ترین مسئلے کے حل کے لیے بارگاہِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا میں حاضر ہوئے اور پیش آمدہ مسئلے کا علمی حل پایا تو بے ساختہ زباں پر یہ تاثر آیا کہ ''صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔''

(اکرام امام احمد رضا، مفتی برہان الحق جبل پوری، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۶۰)

شبیر احمد غوری علی گڑھ جو ریاضی وہیئت میں محققانہ نگاہ رکھتے ہیں، انھوں نے اپنے ایک مقالے کا عنوان ''اسلامی ریاضی وہیئت کا آخری دانائے راز مولانا احمد رضا خاں'' رکھا۔ موصوف امام احمد رضا کی ریاضی سے متعلق ایک تصنیف ''**التعلیقات علی الزیج الایلخانی**'' (۱۳۱۱ھ) کے بارے میں اپنے تبصرے میں لکھتے ہیں:

''میں اس کا مطالعہ کر رہا ہوں جس سے اندازا ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند ان کی جامعیت اور فضل وکمال کی جو تعریف کرتے ہیں وہ عقیدت مندانہ مبالغہ آرائی پر موقوف نہیں ہے بلکہ واقعہ نفس الامری ہے۔'' (خیابانِ رضا، مکتبۂ نبویہ لاہور ۲۰۰۹ء، ص ۲۹۸)

حقائق کی روشنی میں مطالعہ کی ضرورت:

منفی پروپیگنڈے کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کر لینا اہلِ علم کا شیوہ نہیں۔ علم دوست افراد مطالعہ کی بنیاد پر کسی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں:

''مطالعہ ومشاہدہ، نیک وبد اور خیر وشر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے...... پروپیگنڈے سے کچھ وقت کے لیے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر ہمیشہ کے لیے نہیں، مطالعہ کے بعد جب جہل ولاعلمی کے پردے اُٹھتے ہیں تو مطلع صاف نظر آنے لگتا ہے......''

(آئینہ رضویات، ج ۴، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۹)

یہی معاملہ امام احمد رضا سے متعلق ہوا۔ حفظِ ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

لیے امام احمد رضا نے تحقیقی بنیادوں پر جو کار ہائے نمایاں انجام دیے، اور گستاخانِ بارگاہ رسالت پر شرعی حکم واضح فرمایا، اس سے خائف ہو کر مخالفین نے غیر علمی انداز اختیار کرتے ہوئے آپ سے متعلق منفی پروپیگنڈے کا سہارا لیا، الزامات وتہمت لگائی، ایسی متعدد کتابیں خود راقم کے مطالعہ میں آئی ہیں، حسبِ عادت جب حوالوں کا جائزہ لیا گیا اور اصل کتابوں کا مطالعہ کیا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ سچ ہے غلط بیانی اور کذب سے کام لے کر جو کام کیا جاتا ہے وہ ہباءً منثوراً ہو جاتا ہے اور جب حق وصداقت کے شفاف آئینے میں شخصیت کو دیکھا اور پرکھا جاتا ہے اور مطالعہ کی روشنی میں سمجھا جاتا ہے تو زبان کہہ اٹھتی ہے کہ ع

خورشید علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

مخالفت کا سبب:

کئی دہائی قبل پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی (م ۲۰۰۸ء) نے غور وفکر کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ مخالفت کیوں کی گئی؟ وہ لکھتے ہیں:

''اصل میں بات یہ ہے کہ گزشتہ تیرہ برس میں امام احمد رضا کا شہرہ پاک وہند سے گزر کر دیارِ مشرق ومغرب میں پھیل چکا ہے۔ ظاہر ہے یہ بات ان حضرات کو پسند نہیں جو امام احمد رضا کو بہ قول خود دفن کر چکے تھے اب امام احمد رضا کے آفتاب فکر کے سامنے ان کا چراغِ فکر ٹمٹمانے لگا......''

(آئینہ رضویات، ج ۴، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۱۹)

تحقیق کا مرحلۂ شوق جاری ہے:

حق بین وحق پسند نگاہوں نے جب امام احمد رضا کی دینی خدمات اور شرعی فیصلوں کا مطالعہ کیا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ سرزمینِ پٹنہ جہاں سے امام احمد رضا کو اجماعی طور پر مجدد تسلیم کیا گیا اسی کو یہ شرف ملا کہ پہلی پی۔ ایچ۔ ڈی امام احمد رضا کی فقاہت پر پٹنہ سے ہوئی۔ یہ آغاز تھا یونی ورسٹی میں تحقیقاتِ رضویہ پر علمی انداز میں عملی کام کا۔ پھر سیلِ رواں بڑھتا رہا، ہندوپاک کی درجنوں دانش گاہوں میں متعدد جہات سے باوقار انداز میں تحقیقی کام انجام دیے گئے، پی۔ ایچ۔ ڈی؛ ایم۔ فل؛ ڈی۔ لیٹ؛ ایم۔ ایڈ وغیرہ کے لیے مقالات لکھے گئے، کئی شائع بھی ہوئے، دائرہ پھیلتا گیا، مصر وشام تک پہنچا، یورپ وافریقہ تک پہنچا، علم وتحقیق کا مرحلۂ شوق بڑھتا ہی جاتا ہے، اصحابِ تحقیق نے مختلف حیثیات سے امام احمد رضا کا مطالعہ کیا اور پھر ایسے ایسے تاثرات دیے جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم وتحقیق کی کس بلندی اور فکر وخیال کی کس عظیم چوٹی پر امام احمد رضا فائز ہیں اور مختلف النوع اعتبارات سے آپ کی تحقیقات وتدقیقات کی کیا اہمیت وافادیت ہے۔ مطالعہ وتحقیق کے متلاشیان نے جب پڑھا تو اس

حقیقت کا اظہار بھی کیا:

’’اس کا ذہن برق رفتار تھا......اس کی آنکھ عرش نگاہ تھی......اس کا سینہ بحرِ ناپیدا کنار تھا......
اس کا ہاتھ صبا رفتار تھا......وہ کیا تھا؟......وہ کون تھا؟......اس نے کیا کیا، کیا ع
سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے‘‘

(آئینۂ رضویات، ج ۴، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۴۷)

منزل بہ منزل:

تاریخ کی اس جہت کو کیا نام دیا جائے کہ بے اعتنائی و اغماض نے کیسی کیسی عظیم شخصیات کی خدمات کو دھندلانے کی کوشش کی۔ امام احمد رضا کی حیات میں ان کی کتابوں کی چہار جانب اشاعت ہوتی تھی، دور و نزدیک مستفیض ہوتے تھے، بہر کیف جمود و تعطل کا دور آیا۔ اسباب جو بھی رہے ہوں۔ نگاہیں متلاشی تھیں۔ علمی کام کا آغاز ہوا۔ اہلِ تحقیق متوجہ ہوئے۔ گویا دبستاں کھل گیا۔ بریلی ممبئی، لاہور و کراچی، پٹنہ و دہلی، افریقہ و یورپ، شام و مصر میں علمی انداز میں ’’رضویات‘‘ بہ حیثیت فرع علم کے مرکزِ تحقیق و محورِ نگاہ بنی۔ درجنوں کتابیں لکھی گئیں۔ سیکڑوں مقالات شائع ہوئے اور فکر و نظر کو تب و تاب و توانائی ملی۔ منزل بہ منزل رضویات پر کام انجام پا رہے ہیں۔ جن کا تجزیہ ان جہتوں سے کیا جاسکتا ہے:

[۱] ڈاکٹریٹ وایم۔ فل سطح پر یونی ورسٹیوں میں ہونے والی تحقیقات بر رضویات۔

[۲] عربی زبان میں نیز عالمِ عرب میں رضویات پر ہونے والی سرگرمیاں و مطبوعہ مواد۔

[۳] دانش گاہوں کے نصاب میں رضویاتی مطالعہ کی اہمیت و ضرورت۔ نیز اس سلسلے میں جو کچھ نصابی سرگرمیاں ہوئیں ان کا تجزیہ۔

[۴] امام احمد رضا کی عربی کتابوں کے اردو تراجم- اردو کتابوں کے عربی تراجم؛ اس ضمن میں تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری کی خدمات بہت نمایاں ہیں جنھیں ایک ساتھ منظر عام پر لانا انقلابی قدم ہوگا۔

[۵] امام احمد رضا کی تصانیف پر کسی قدر کام ہوا لیکن حواشی نظر انداز کر دیے گئے تھے، یہ ضرور ہے کہ اس ضمن میں چند کتابیں سامنے آئیں۔ تازہ اطلاع خوش کن ہے۔ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف و رضا اکیڈمی ممبئی کی کاوش سے حواشی کا عظیم و قابلِ قدر ذخیرہ اشاعت کی منزل کے لیے پا بہ رکاب ہے۔ جس سے جہانِ علم یقینی طور پر فیض یاب ہوگا، نئے جلوے سامنے آئیں گے۔

[۶] انگریزی زبان میں بھی کئی اہم کام انجام پائے ہیں۔ تصانیفِ رضا و خدماتِ رضا کے ضمن میں اس رُخ سے بہت کام باقی ہے جس کے لیے ماہرین کی خصوصی توجہ درکار ہے۔

[۷] رضویاتی نہج پر ہونے والے کاموں میں معیار کی رعایت بھی بہت ضروری ہے، اس کی برقراری کی ایک ہی صورت ہے کہ اصحابِ قلم میں جو جس علم میں درک رکھتا ہو اسی رُخ سے موضوع دیا جائے، نامانوس راہ پر قدم رکھنے میں منزل سے دوری کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے چاہیے کہ ذوق کی راہ اختیار کی جائے تو کام بھی معیاری و بامقصد ہوگا۔

[۸] اب تک بہت سے گوشے اہلِ تحقیق کی توجہ کے مستحق ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ معلوم گوشوں پر تو توجہ دی گئی، اگر محنت کی جائے تو نامعلوم گوشوں پر سے بھی پردہ اٹھے گا، علم و تحقیق کی بزم آراستہ ہوگی۔ اس کے لیے محنت و لگن، جدوجہد و کاوش کی ضرورت ہے۔

[۹] امام احمد رضا پر کام کرنا سعادت کی بات ہے، جنھوں نے تحقیق و تدقیق کا مرحلہ طے کیا، ان کی قدر بڑھ گئی، وہ معتبر ہوگئے، مشہور و معروف ہوگئے، ان کی نگارشات ہاتھوں ہاتھ لی گئیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، علامہ اختر شاہ جہاں پوری، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ مفتی شریف الحق امجدی، مولانا یٰسین اختر مصباحی وغیرہ نے بہت ہی علمی انداز میں کام کیا ہے جسے ہر بزم میں پسند کیا جاتا ہے۔ ان اہلِ قلم کے طرز پر کام کی ضرورت ہے۔

[۱۰] اشاعتی ادارے چہار جانب رضویات پر مواد کی اشاعت کر رہے ہیں، بلا قیمت تقسیم کا عمل بھی جاری ہے، انھیں چاہیے کہ وہ اعلیٰ حضرت پر کتابوں کی اشاعت کے ساتھ ہی کتبِ رضا کی اشاعت کو بھی مطمحِ نظر بنائیں، اس لیے کہ کسی بھی شخصیت کی اصل تحریر کا مطالعہ اس کی خدمات کا آئینہ ثابت ہوتا ہے۔ سائنٹفک طرزِ فکر نے شخصی مطالعہ میں یہ آسانی مہیا کردی کہ اگر شخصیت کی اصل تحریر پیش کردی جائے تو ’’آفتاب آمد دلیل آفتاب‘‘ کا جلوہ سامنے آئے۔

[۱۱] نیٹ ورکنگ کی ضرورت بھی ہے۔ اہلِ قلم کا رابطہ، اداروں کا رابطہ، ضرورت، حالات، تقاضے کے تحت مواد مہیا کرنا بھی اہم مسئلہ ہے،

[۱۲] امام احمد رضا کے علمی تعارف کے لیے ہر شہر میں نام رضا سے منسوب لائبریری کا قیام ضروری ہے، جہاں رضویات پر خصوصی ذخیرہ موجود ہو، ساتھ ہی مختلف موضوعات پر اہلِ سُنّت کی کتابیں بھی ذخیرہ کی جائیں۔

[۱۳] مسلکِ رضا کی اشاعت، تعلیماتِ رضا پر عمل ایسے لازمے ہیں کہ جنھیں بہ طورِ نمونہ پیش کردیا گیا تو میدان ہمارا ہوگا، عمل میں بے اعتنائی نے جھوٹے پروپیگنڈوں کو تقویت دی ہے۔ شریعت کے خلاف کسی قدم کو امام احمد رضا نے گوارا نہ کیا، ہم اگر شریعت پر استقامت اختیار کرلیں، خلافِ سُنّت راہوں سے دور ہو رہیں تو یہ عملی زندگی ایک مثال ہوگی، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اس سے عملی ترجمانی ہوگی۔

بہر کیف امام احمد رضا پر کام کی ضرورت پہلے بھی تھی لیکن اب اور بڑھ گئی ہے، اس لیے کہ اب

تحقیق وتدقیق کے رجحانات کی حوصلہ افزائی ہے۔ امام احمد رضا ہمارے محسن ہیں۔ ان کی شخصیت کا صحیح صحیح تعارف پیش کردیا جائے تو کتنے بے نور دل روشن ہواُٹھیں، اندھیروں میں بھٹکنے والے گستاخوں کے ہتھے چڑھ رہے ہیں، امام احمد رضا داعیِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کی بارگاہ سے اگر وابستگی کرلی جائے تو گمرہی وبداعتقادی کے طوفان سے بچ کر ساحلِ نجات پر پہنچا جاسکتا ہے۔ اس لیے امام احمد رضا کی تعلیمات پرعمل آوری کی اس زمانے میں ضرورت بڑھ گئی ہے۔ اللہ نیک عمل کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

❁❁❁

''امام احمد رضاؔ واقبالؔ'' پر غوث نبی شیخ کو ڈاکٹریٹ کا اعزاز

شولاپور یونیورسٹی شولاپور مہاراشٹر نے سوشل ایسوسی ایشن آرٹس اینڈ کامرس کالج کے لیکچرر، این سی سی آفیسر لیفٹنٹ غوث نبی لال شیخ کو ان کے تحقیقی مقالہ ''امام احمد رضاؔ خان بریلوی اور اقبالؔ کی شاعری میں عشق کی ہمہ گیر معنویت'' پر .Ph.D کی ڈگری تفویض کی ہے۔ موصوف نے یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالمجید بیدار [سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد] کی زیرنگرانی پیش کیا۔ موصوف کو مواد و مقالہ کے سلسلے میں غلام مصطفیٰ رضوی [نوری مشن، مالیگاؤں] نے معاونت ورہنمائی کی۔ موصوف نے موضوع سے متعلق ۷/ابواب میں علم وتحقیق کے جوہر دکھائے ہیں اور اعلیٰ حضرت واقبالؔ کی عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں وارفتگی پر علمی انداز میں مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کے تمام مراحل بہ حسن وخوبی طے کیے اور ڈگری سے نوازے گئے۔

اس اعزاز پر امین ملت حضرت سید محمد امین میاں مارہروی اور رضا اکیڈمی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری ہدیۂ تہنیت وتبریک پیش کرتے ہیں۔

چشم وچراغِ خاندانِ برکاتیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجدد دین وملت، امام اہلِ سُنّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی روشن حیات اور آپ کی گراں قدر خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کی علمی خدمات سے عالمِ اسلام ہی نہیں سارا عالم فیض یاب ہورہا ہے، ماضی قریب میں دور دور تک ایسی تاب ناک شخصیت نظر نہیں آتی۔

آپ ۱۰/شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ/۱۴/جون ۱۸۵۶ء کو ہندوستان کے صوبہ اُتر پردیش کے مشہور شہر بریلی میں پیدا ہوئے (۱) اور ۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء یوم جمعۃ المبارک کو اسی شہر میں وصال فرمایا۔ آپ کے اجداد کرام افغانستان کے علاقہ قندھار کے مضافاتی قبیلے ''بڑہیچ'' سے تعلق رکھتے تھے بعد میں ہندوستان کو اپنا مستقل مسکن بنالیا (۲)۔ والد ماجد مولانا نقی علی خاں (م-۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اور دادا مولانا محمد رضا علی خاں علیہما الرحمہ (م-۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۶ء) اپنے زمانے کے بلند مرتبہ عالم ومصنف اور عارف کامل تھے۔ والد ماجد کی تصانیف کی تعداد تیس سے متجاوز ہے جن میں '' اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد''، ''البیان فی اسرار الارکان'' اور '' الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح'' قابل ذکر ہیں۔ (۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے والد ماجد کے علاوہ اپنے زمانے کے جلیل القدر علما سے علوم نقلیہ وعقلیہ حاصل کیے، یہ بات مخالفین کی طرف سے غلط مشہور کی گئی ہے کہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، آپ ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں فارغ التحصیل ہوچکے تھے جب کہ اس وقت دارالعلوم دیوبند ایک چھتہ کی مسجد کے نیچے صرف تین چار برس ہی کا تھا، آپ کی ذاتِ اقدس تو پورے دارالعلوم دیوبند پر بھاری ہے۔ عبدالستار ہمدانی نے اپنے تحقیقی رسالہ ''کہی ان کہی'' میں اس کے متعلق تاریخی شواہد پیش کیے ہیں۔ (۴) آپ نے مندرجہ ذیل علما سے سند حدیث وفقہ حاصل کی۔

۱......السید احمد زینی دحلان الشافعی المکی (م ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء)

۲......الشیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی الاحناف مکی (م ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء)

۳......الشیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی (م ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء) (۵) رحمہم اللہ تعالیٰ

اعلیٰ حضرت کا سلسلۂ حدیث ان اکابر تک پہنچتا ہے:

۱.....حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۵۹ء)

۲.....مولانا عبدالعلی لکھنوی (م ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۲۰ء)

۳.....شیخ عابدالسندی المدنی (م ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء) رحمہم اللہ تعالیٰ

امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں محبّ رسول، مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کے ایما پر حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی خدمتِ عالیہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حاضر ہوئے اور شرفِ بیعت حاصل کیا۔ حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی ابن حضرت سید شاہ آلِ برکات ستھرے میاں قدس سرہ العزیز ۱۲۰۹ھ/ ۱۷۹۴ء میں مارہرہ شریف میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء کو وہیں وصال فرمایا۔(۶) ابتدائی تعلیم خانقاہ برکاتیہ میں حاصل کرنے کے بعد علمائے فرنگی محل سے تکمیل علوم فرمائی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے درسِ حدیث میں شریک ہوئے اور سلاسلِ حدیث اور سلاسلِ طریقت کی اسناد حاصل کیں(۷)، آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم و عارف تھے آپ کا روحانی فیضان عام تھا۔ آپ ان اربابِ طریقت سے تھے جو اپنے مسترشدین و مریدین کو عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کی سخت منازل سے گزارتے، پھر ان کے قلوب کا تزکیہ فرماتے اور اگر وہ مسندِ ارشاد و ہدایت کے اہل ہوتے تو اجازت وخلافت عطا فرماتے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور ان کے والد گرامی علیہما الرحمہ جب حاضرِ خدمت ہوئے تو بیعت کے ساتھ ہی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، آپ کے پوتے اور خلیفۂ خاص حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ بھی اس وقت موجود تھے۔ عرض کیا کہ حضور آپ کے یہاں تو بڑی ریاضت و مجاہدہ کے بعد خلافت عطا کی جاتی ہے پھر ان کو ابھی کیسے عنایت کردی گئی......؟

حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ نے جو جواب ارشاد فرمایا اس سے جہاں ان کے مقام ولایت و معرفت کا پتا چلتا ہے وہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے روحانی مرتبہ اور شیخِ کامل کی نظر میں آپ کی عزت وعظمت کا بھی پتا چلتا ہے، سید شاہ آلِ رسول علیہ الرحمہ نے فرمایا:

”اور لوگ میلا کچیلا زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں اس کے تزکیہ کے لیے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے یہ مصفّٰی و مزکّٰی قلب لے کر آئے انھیں ریاضت و مجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اتصالِ نسبت کی حاجت تھی جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہوگیا۔“

پھر مزید فرمایا: ”مجھے بڑی فکر تھی کہ بروزِ حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آلِ رسول تو میرے لیے کیا لایا ہے! تو میں کیا پیش کروں گا مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہوگئی، اب میں اس وقت

”احمد رضا“ کو پیش کروں گا۔“(۸)

حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ نے اپنے ولی عہد سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ (۱۲۵۵ھ/ ۱۳۲۴ھ) کو اس موقع پر ایک وصیت فرمائی جس سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی جملہ علوم وفنون میں مہارت کا پتا چلتا ہے جب کہ اس وقت اعلیٰ حضرت کی عمر صرف ۲۲ر برس تھی، آپ نے فرمایا:

”دیکھو اب ہماری اور ہمارے خاندان کے اکابر کی جو کتابیں شائع ہوں ان دونوں عالموں (مولانا احمد رضا اور مولانا عبدالقادر بدایونی) کو دکھائی جائیں اور یہ جیسے اصلاح کریں قبول کی جائے پھر اشاعت ہو۔“(۹)

امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت قرآن فہمی سے لے کر شعر گوئی تک تمام علوم و فنون کا ایک جہانِ نو لیے ہوئے ہے، چیف جسٹس فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان جسٹس میاں محبوب احمد، امام احمد رضا کے علمی مقام و مرتبہ سے متعلق فرماتے ہیں:

”وہ مترجم کی حیثیت میں ہوں تو شعور و بیان اور ادا و زبان کا ایک دبستانِ جدید نظر آتے ہیں۔ محدث کی حیثیت سے دیکھیں تو امام نووی، امام عسقلانی، امام قسطلانی اور امام سیوطی یاد آجاتے ہیں، فقہ میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے کرم توجہ سے کشکولِ فکر بھرے نظر آتے ہیں، علم کلام میں امام احمد رضا، ابو منصور ماتریدی اور اشاعرہ کے ائمۂ وقت اور دقّتِ نظر کے نمائندہ ہیں، منطق اور فلسفہ کا میدان بھی ان کی شہسوارئ فکر سے پامال ہے“۔(۱۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ علوم دینیہ کے علاوہ علوم قدیمہ و جدیدہ پر بھی کامل دسترس رکھتے تھے آپ کے سائنسی افکار سے پروفیسر حاکم علی اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد جیسی نامور شخصیات نے اکتساب کیا۔(۱۱) ردِّ حرکتِ زمین پر آپ کے دلائل سے پاکستان کے عظیم سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی بے حد متاثر نظر آتے ہیں۔(۱۲) امام احمد رضا کی ذات ایک بحرِ زخّار اور روشن آفتاب و ماہتاب ہے جس کی موجوں اور شعاؤں کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے حقائق سے پردے اٹھتے چلے جارہے ہیں۔ آپ کی تصنیفات، تالیفات، تعلیقات اور شرح و حواشی کی نامکمل فہرست علامہ محمد ظفرالدین رضوی، علامہ عبدالمبین نعمانی، عبدالستار ہمدانی، سید ریاست علی قادری اور راقم نے مرتب کی تھی جو پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں لگ بھگ ایک ہزار ہیں۔ آپ کی بعض کتب اس قدر اہمیت کی حامل ہیں کہ ان پر ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے لکھے جارہے ہیں۔(۱۳) امام احمد رضا کی علمی خدمات پر تقریباً ۲۵ر جامعات میں ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے جارہے ہیں اور لکھے جاچکے ہیں جن کی تفصیل

''امام احمد رضا اور عالمی جامعات'' نامی کتاب میں فقیر پیش کر چکا ہے، اعلیٰ حضرت پر امریکہ، یورپ، ایشیا، افریقہ کے بعد اب عرب ممالک میں بھی علمی و تحقیقی کام شروع ہو چکا ہے۔ جامعۃ الازھر، قاھرہ میں ڈاکٹر سید حازم محفوظ مصری نے ایک کتاب '' **الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خان و العالم العربی**'' لکھی ہے جو ۱۹۹۸ء میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے شائع کر دی ہے، اسی فاضل نے حدائق بخشش کا عربی منثور ترجمہ کیا ہے، عالمِ عرب کے مشہور فاضل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے جس کا منظوم ترجمہ کیا ہے (جو ''صفوۃ المدیح'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اور اس سے قبل ڈاکٹر مجیب مصری کا ''سلام رضا'' کا منظوم عربی ترجمہ بعنوان ''**منظومة السلامیه فی مدح خیر البریه**'' بھی قاھرہ ہی سے شائع ہو چکا ہے نیز پور بندر گجرات سے بھی اشاعت ہوئی ہے۔) (۱۴)

ہندوستان میں سب سے پہلے ڈاکٹر حسن رضا اعظمی نے پٹنہ یونی ورسٹی سے اعلیٰ حضرت پر ڈاکٹریٹ کیا، پاکستان میں سب سے پہلے پروفیسر حافظ عبدالباری صدیقی نے سندھ یونی ورسٹی سے اعلیٰ حضرت پر ڈاکٹریٹ کیا، امریکہ میں سب سے پہلے ڈاکٹر اوشا سانیال نے کولمبیا یونی ورسٹی سے اعلیٰ حضرت پر ڈاکٹریٹ کیا، مصر میں سب سے پہلے مولانا مشتاق احمد شاہ نے ازہر یونی ورسٹی سے اعلیٰ حضرت پر ایم۔فل کیا، بعد میں مولانا ممتاز احمد سدیدی نے اسی یونی ورسٹی سے اعلیٰ حضرت کی عربی شاعری پر ایم۔فل کیا اور اب قاھرہ یونی ورسٹی، مصر سے سید جلال الدین بنگلہ دیشی، امام احمد رضا پر ایم۔فل کا مقالہ لکھ رہے ہیں اور یہ خبر ہم سب کے لیے انتہائی مسرت انگیز ہے کہ محی الدین اسلامی یونی ورسٹی (آزاد کشمیر) میں ''امام احمد رضا چیئر'' قائم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' اور فتاویٰ'' **العطایا النبویه فی الفتاویٰ الرضویه**'' اپنی مثال آپ ہیں۔ ''کنز الایمان'' پر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے کراچی یونی ورسٹی سے پی۔ ایچ۔ڈی بھی کیا ہے جب کہ صرف ''کنز الایمان'' کے حوالے سے تقریباً پچاس کتب و رسائل اور مقالات پاک و ہند میں شائع ہو چکے ہیں۔ حال ہی میں عالمِ اسلام کی عظیم یونی ورسٹی ''جامعۃ الازھر'' کے سربراہ (شیخِ ازھر) کو بھی ''کنز الایمان'' کا تحفہ پیش کیا گیا ہے۔ (۱۵) اس ترجمہ پر بعض مفسرین نے تفسیری حواشی اور تفاسیر لکھی ہیں۔ (۱۶) ''کنز الایمان'' کا تقریباً ۵/زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، عن قریب فارسی زبان میں ترجمہ کا کام بھی شروع ہونے والا ہے۔

''فتاویٰ رضویہ'' فقہ حنفی کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے جسے دیکھ کر علمائے عجم ہی نہیں بلکہ فضلائے عرب بھی حیران رہ گئے، چناں چہ محمد بن سعود یونی ورسٹی ریاض کے کلیۃ الشریعہ کے پروفیسر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے فتاویٰ رضویہ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمایا تو حیرانی کے عالم میں فرمایا:

''میں نے جلدی جلدی میں عربی، فتویٰ مطالعہ کیا، عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوالِ سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔'' (۱۷)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی خدمات پر اہلِ علم و فن کے تاثرات کے متعدد مجموعے اردو، انگریزی وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں آپ پر لکھے گئے مضامین و مقالات اور تحقیقی کام کی تفصیل الگ ہے۔ اعلیٰ حضرت واحد ایسی شخصیت ہیں جن کی ذات کے حوالے سے تحقیقی کام کرنے کے لیے دنیا بھر میں افراد ہی نہیں ادارے بھی فعال کردار ادا کر رہے ہیں جن میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، رضا اکیڈمی لاہور، مرکزی مجلس رضا، رضا فاؤنڈیشن لاہور، رضا اکیڈمی ممبئی، انٹرنیشنل سنی رضوی سوسائٹی ماریشس، رضا فاؤنڈیشن امریکہ، اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن اور رضا اسلامک اکیڈمی چٹاگانگ بنگلہ دیش، رضا اکیڈمی برطانیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور نے علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی سرپرستی میں فتاویٰ رضویہ کی عربی و فارسی عبارات کے تراجم اور تخریج کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا، اس طرح اب تک فتاویٰ رضویہ قدیم کی ۱۰/جلدیں، ۲۶/جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں، توقع ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی ۱۲/جلدیں تقریباً ۳۰/جلدوں میں سمائیں گی۔ [الحمدللہ! فتاویٰ رضویہ ۳۰/جلدوں میں ہندو پاک سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے-مرتب]

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے فکر و خیال کے بہت سے پہلو ہیں مگر اس وقت ہم صرف ''کنز الایمان'' کے حوالے سے آپ کے علوم و فنون کا نظارہ کرانا چاہتے ہیں۔

قرآن حکیم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اور پھر باطن کا باطن ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے، ظاہر بیں نگاہ اس گہرائی میں اُتر سکتی ہی نہیں۔ ترجمہ کرتے وقت مترجم کی ایک ذہنی فضا ہوتی ہے، باکمال مترجم کی اس ذہنی فضا میں ستارے ڈھلتے ہیں۔ علم و دانش کی وسعت کے ساتھ ساتھ یہ فضا بھی وسیع ہوتی جاتی ہے ورنہ مترجم لغت میں اٹک کر رہ جاتا ہے بلکہ اس کے لیے مختلف المعانی لفظ کے لیے یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کس معنی کا انتخاب کرے اور کن معانی کو چھوڑ دے۔ وہ ایک معنی کی تنگ نائے میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی محدود نظر رکھنے والا مترجم ہرگز قرآن جیسی عظیم کتاب کے ترجمے کا حق نہیں رکھتا۔ جس طرح نگینے جڑنے والا زیورات میں رنگ برنگے چھوٹے بڑے نگینے بٹھاتا چلا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح باکمال مترجم الفاظ کے سامنے الفاظ بٹھاتا چلا جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو الفاظ خود بخود بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کنز الایمان کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بے پناہ تدبر کا بھی اندازہ ہوتا ہے، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عوام الناس کے سامنے کیا بات آنی چاہیے اور کیا بات نہیں آنی چاہیے۔ وہ ترجمہ کرتے

وقت پڑھنے والوں کے دلوں کو سنبھالے رکھتے ہیں۔ اس خوبی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اردو کے مترجمین قرآن میں امام احمد رضا اپنے تبحر علمی کی وجہ سے بے نظیر اور بے مثال معلوم ہوتے ہیں جس نے ان کا مطالعہ کیا ہے اور مختلف علوم وفنون اور مختلف زبانوں میں ان کی مطبوعات و مخطوطات اور شرح وحواشی دیکھے ہیں وہ اس امر کی تصدیق کرسکتا ہے، وہ ایک باخبر ہوش منداور باادب مترجم تھے، ان کے ترجمے کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے آنکھیں بند کرکے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامینِ قرآن اور متعلقاتِ قرآن ان کے سامنے ہوتے تھے۔ آپ کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں، مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرمادے جس کے سامنے علم ودانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائیں، فی البدیہہ ترجمۂ قرآن میں ایسی جامعیت کا پیدا ہوجانا عجائباتِ عالم میں سے ایک عجوبہ ہے، اس سے مترجم کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

کسی حسین کے کمالِ حسن کا اس وقت پتا چلتا ہے جب کوئی اور حسین اس کے پہلو میں بٹھایا جائے۔ اردو کے تمام تراجمِ قرآن میں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ نہایت ہی حسین معلوم ہوتا ہے مگر حیرت ہے کہ بعض لوگوں کو دوسرے ایسے تراجم حسین لگتے ہیں جن کو عقلِ سلیم تسلیم نہیں کرتی۔ ہم اس حسین ترجمے کے ساتھ اردو کے دیگر تراجم کی بعض مثالیں پیش کررہے ہیں پھر آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ حسن و رعنائی، ادب اور گہرائی وگیرائی کس ترجمہ میں ہے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ o (سورۃ آل عمران ۳- آیت ۵۴)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک) چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لیے) چال چلا اور خدا خوب چال چلانے والا ہے''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے''

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ط (سورۃ النسآء ۴- آیت ۱۴۲)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''منافق ان چالوں سے اپنے نزدیک خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو

کیا دھوکا دیں گے) اور وہ انھیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''بلاشبہہ منافق لوگ چال بازی کرتے ہیں اللہ سے حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انھیں غافل کرکے مارے گا''

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ط (سورۃ الشوریٰ ۴۲- آیت ۲۴)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''سو اگر اللہ چاہے مُہر کردے تیرے دل پر''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''اگر خدا چاہے تو اے محمد تمہارے دل پر مہر لگادے''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگادے''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت وحفاظت کی مُہر فرمادے''

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ط (سورۃ محمد ۴۷- آیت ۱۹)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کیلئے''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''اور گناہوں کی معافی مانگو اور (اور) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی''، ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بھی''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو''

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا o لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ط
(سورۃ الفتح ۴۸- آیت ۲،۱)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''ہم نے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''(اے محمد) ہم نے تم کو فتح دی۔ فتح بھی صریح اور صاف تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے''

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی ○ (سورۃ الضحیٰ ۹۳- آیت ۷)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''اور رستے سے ناواقف دیکھا تو رستہ دکھایا''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) راستہ بتلا دیا''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (سورۃ الکہف ۱۸- آیت ۱۱۰)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''کہہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''اور آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''تم فرماؤ ظاہری صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں''

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ○ (سورۃ طٰہٰ ۲۰- آیت ۱۲۱)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی''

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ○ (سورۃ الشعرآء ۲۶- آیت ۲۰)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''کہا کیا تو تھا میں نے وہ کام اور میں تھا چوکنے والا''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''(موسیٰ نے) کہا کہ (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں تھا''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''موسیٰ نے فرمایا، میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی''

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (سورۃ التحریم ۶۶- آیت ۱۲)

ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''اور مریم بیٹی عمران کی، جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری: ''اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریم کی جنھوں نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا''

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''(اور نیز مسلمانوں کی تسلّی کے لیے) عمران کی بیٹی (حضرت) مریم (علیہا السلام) کا حال بیان کرتا ہے جنھوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں سے) محفوظ رکھا''

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''اور عمران کی بیٹی مریم، جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی''

یہ چند نمونے پیش کیے گئے ہیں، پورے قرآن پاک سے لیے جاتے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاتی۔ ترجمہ کا جائزہ لیتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے شاگرد و خلیفہ، فاضلِ جلیل مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو فی البدیہہ یہ ترجمہ املا کرایا تھا، ان کے سامنے نہ سابقہ اردو تراجم تھے اور نہ متعلقہ کتابیں، ہاں وہ دماغ ضرور تھا جس کو دنیا کا عظیم علمی خزانہ کہا جائے تو بجا ہے۔ ترجمۂ قرآن فی البدیہہ املا کرانے کے باوجود یہ ترجمہ ایسا گٹھا ہوا اور بندھا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے برسوں محنت کی ہو اور مہینوں نوک پلک درست کی ہو۔ الحمدللہ اس ترجمہ کے اصل متن کا مخطوطہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے، اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ املا بھی اتنی سرعت سے کرایا گیا کہ تشریحی کلمات کے لیے قوسین لگانے کا وقت بھی میسر نہ آیا۔ یہ کام ناشرین کو کروانا چاہیے۔

الغرض اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے علم و فضل کی شعاعوں سے ہر شعبۂ زندگی کو منور کیا۔ وہ جب تک رہے عالم اسلام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

انھوں نے علوم قرآنیہ میں راہ دکھائی (۱۸)...... علوم قدیمہ میں راہ دکھائی (۱۹)...... علوم جدیدہ میں راہ دکھائی (۲۰)...... ردِ بدعات میں راہ دکھائی (۲۱)...... ادبیات میں راہ دکھائی (۲۲)...... سیاسیات میں راہ دکھائی (۲۳)......

وہ ایک عظیم رہنما تھے، زندگی بھر بھولے بھٹکوں کو راہ دکھاتے رہے۔ انھوں نے مارہرہ شریف سے جو روشنی حاصل کی تھی سارے عالم میں اس کو پھیلاتے رہے اور دنیا کو روشن کرتے رہے۔ وہ مارہرہ شریف کے پیارے دُلارے تھے، اپنے مرشدِ کامل کے محبوب و مطلوب تھے۔ آج بھی مرشد کا خاندان آپ کے خاندان کا قدرداں ہے، مولیٰ تعالیٰ محبت و اُلفت کے ان روحانی رشتوں کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ (آمین) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے صاحب زادگان حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں اور مفتی

اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہا الرحمہ بھی آفتاب و ماہتاب تھے اور عرب وعجم کے خلفا نورٌ علیٰ نور، ایک ایک پر کسی بھی یونی ورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے۔☆☆☆

حواشی وحوالے:

(۱) ملک العلماء مولانا ظفرالدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۳۸ء، ص ا

(۲) ایضاً، ص ۲ (نوٹ: بڑیچ قبیلے کی اکثریت آج کل کوئٹہ اور اس کے مضافات میں آباد ہے، حال ہی میں ان لوگوں نے "بڑیچ قومی اتحاد" نامی تنظیم بھی قائم کی ہے۔)

(۳) مولوی رحمٰن علی، تذکرۂ علماء ہند، مطبوعہ کراچی، ص ۵۳۰

(۴) ملاحظہ کریں: عبدالستار ہمدانی "کہی اَن کہی" مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء

(۵) ابوالحسن علی ندوی "نزہۃ الخواطر"، جلد ۸، مطبوعہ ۱۹۷۶ء، ص ۳۸ (نوٹ: ان عرب علماء کے حالات ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، قسط وار شائع کر رہا ہے)

(۶) مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ بنارس ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۸

(۷) مولانا محمود احمد قادری، تذکرۂ علمائے اہلسنت، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء، ص ۲۱

(۸) علامہ محمد احمد مصباحی، امام احمد رضا اور تصوف، مطبوعہ مبارک پور ۱۹۸۸ء، ص ۹-۱۰

(۹) ایضاً، ص ۱۰

(۱۰) مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۹۲ء، ص ۳۱

(۱۱) ملاحظہ کریں: اقبال احمد اختر القادری، امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، مطبوعہ حیدرآباد سندھ

(۱۲) مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، کراچی ۱۹۹۸ء، ص ۲۱

(۱۳) ملاحظہ کریں: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء

(۱۴) ملاحظہ کریں: اقبال احمد اختر القادری، "امام احمد رضا اور جامعۃ الازہر" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء

(۱۵) ہفت روزہ "الدعوۃ" لیبیا، شمارہ ۲۶ / ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(۱۶) سالنامہ "معارف رضا" کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۱۴۰

(۱۷) مولانا یٰسین اختر مصباحی "امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں"، مطبوعہ کراچی، ص ۱۸۴

(۱۸) ملاحظہ کریں: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری "کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن" مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء

(۱۹) ملاحظہ کریں: "الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمہ"، از: امام احمد رضا، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

(۲۰) ملاحظہ کریں: (الف) "فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین"، از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ ادارہ سنی دنیا بریلی، انڈیا، (ب) "معینِ مبین بہر دور شمس وسکون زمین"، از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، (ج) "كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الدراهم"، از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

(۲۱) ملاحظہ کریں: مولانا یٰسین اختر مصباحی، "امام احمد رضا اور ردِّ بدعات ومنکرات"، مطبوعہ لاہور

(۲۲) ملاحظہ کریں: (الف) حدائق بخشش، از: امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، (ب) شرح سلام رضا، از: علامہ مفتی محمد خان قادری، مطبوعہ لاہور، (ج) "الحقائق فی الحدائق" از: علامہ فیض احمد اویسی، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

(۲۳) ملاحظہ کریں: (الف) "دوام العیش" از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور، (ب) "فاضل بریلوی اور ترک موالات"، از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، (ج) "المحجة المؤ تمنه" از: امام احمد رضا، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ص ۷۵

مفتی اعظم ہند: مشاہدات کے آئینے میں

مفتی محمد مجیب اشرف رضوی، ناگ پور

مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں برکاتی نوری علیہ الرحمہ کی حیاتِ طیبہ کا ہر گوشہ روشن ودرخشاں ہے۔ آپ کی خدمات کی متعدد جہتیں ہیں۔ مفتی اعظم عظیم فقیہ، آفتابِ معرفت، ماہ تابِ ولایت، مصلح، عاشق صادق اور علوم وفنون کے شناور تھے۔ استقامت فی الدین وصف تھا، حفاظتِ شریعت وطریقت کے لیے بے مثل کارنامہ انجام دیا جس پر مسلمانانِ ہند فخر کریں تو بجا ہے۔ طاقت و اقتدار کو بھی شریعت کے مقابل شکستِ فاش دی اور اسلام کی حقانیت کا بلا خوفِ لومۃِ لائم اظہار فرمایا۔

آپ نے ہزاروں ایسے علما تیار کیے جن کی خدمات بجائے خود نمونۂ عمل ہیں؛ انھیں میں ایک نمایاں نام اشرف الفقہاء مفتی اعظم مہاراشٹر مفتی محمد مجیب اشرف مدظلہ العالی کا ہے۔ مفتی اعظم مہاراشٹر کی حیات کا ایک بڑا حصہ بارگاہِ مفتی اعظم میں گزرا؛ جو یقیناً بڑے کرم واعزاز کی بات ہے۔ اس درمیان درجنوں ایسے واقعات ومشاہدات سامنے آئے جن سے مفتی اعظم کی تقویٰ شعار زندگی اجاگر ہوتی ہے۔ آپ نے اپنے مشاہدات کے کئی ایک گوشے اپنی ایک زیرِ طبع کتاب کے اندر جمع فرمائے ہیں۔ اسی سے حیاتِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی چند جھلکیاں "یادگار رضا" میں بطور "یادگار" شائع کی جارہی ہیں۔ ایمان وایقان کی حلاوت وتازگی کے لیے ذوقِ مطالعہ کو مہمیز دیں اور کچھ لمحہ مفتی اعظم کے ذکرِ مبارک کی بارانِ نور ونکہت میں شرابور ہوجائیں - مرتب

اب کہاں باقی رہیں وہ ہستیاں
آباد تھیں جن کے قدم سے بستیاں

سُبحان اللہ! حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی زندگی کتنی پاکیزہ تھی۔ ہر سانس خشیتِ ربانی کی عطر بیزیوں سے مشک بار، ہر ادا تقویٰ شعار، ہر قدم سُنّتِ نبوی کا آئینہ دار، ہر عمل قانونِ شریعت کا پاس دار، گویا آپ کی ذات اسلامی عظمتوں کا بلند مینار تھی۔ حضرت والا ظاہر وباطن کی یکسانیت، خلوص وللّٰہیت میں آپ اپنی مثال تھے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

چہرہ دیکھا اور ایمان لایا:

۱۹۷۰ء میں حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان، حضرت قبلہ مفتی غلام محمد صاحب کی دعوت

پر ناگ پور تشریف لائے، گوندیا شہر کے مریدین حضرات نے حضرت مفتی غلام محمد صاحب سے درخواست کی کہ ایک روز حضرتِ والا کو گوندیا تشریف لے چلنے کے لیے راضی کرلیں تو بڑا کرم ہوگا۔ مفتی صاحب نے حضرت قبلہ کو گوندیا کے لیے تیار کرلیا۔ پروگرام کے مطابق حضرت والا بمبئی ہاوڑا میل سے گوندیا روانہ ہوگئے، یہ فقیر رضوی مجیب اشرف بھی ہَم رَکاب تھا۔

گوندیا ریلوے اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا جمِ غفیر تھا، ٹرین جب پلیٹ فارم پہنچی؛ فضا نعرہائے تکبیر ورسالت سے گونج اُٹھی۔ پلیٹ فارم پر موجود مسافر اس منظر کو دیکھ کر ششدر رَہ گئے۔ جب حضرت والا ٹرین سے نیچے تشریف لائے تو دیوانے دست بوسی اور زیارت کے لیے پروانہ وار ٹوٹ پڑے، ہجوم کو قابو میں کرنا مشکل ہوگیا۔ چند مضبوط نوجوان بھیڑ کو چیرتے ہوئے آئے اور گھیرا بنا کر حضرت کو بیچ میں لے لیا، پھر آہستہ آہستہ لے کر گیٹ کی طرف بڑھے، سامنے آفس کے دروازے پر ایک شخص (اسٹیشن ماسٹر) کھڑا ہوا اِس منظر کو دیکھ رہا تھا، جب حضرتِ والا کا گزر اس کے قریب ہوا تو اس نے بڑے غور سے حضور کو دیکھنا شروع کیا۔ میری نظر بھی اسی پر تھی، مجھے محسوس ہوا کہ حضرت کی شخصیت سے یہ شخص متاثر ہوگیا ہے۔ جب میں اس کے پاس سے گزر رَہا تھا تو اُس نے مجھے روک کر پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے جلدی میں کہا کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے پیر ہیں، کہاں ٹھہریں گے؟ اس نے دوسرا سوال کیا، میں نے کہا سورتی تمبا کو کمپنی کے سید صاحب کے یہاں ٹھہریں گے، یہ کہہ کر میں آگے بڑھ گیا۔

عصر کی نماز کے بعد حضرت قبلہ چائے پی رہے تھے، اس وقت ایک شخص اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ سید صاحب کے مکان پر آیا، میں باہر کُرسی پر بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس آکر بولا: آپ کے گُرو جی کہاں ہیں؟ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: کہ آپ مل سکتے ہیں مگر عورتوں کو ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام نائیڈو ہے۔ مسٹر نائیڈو کو میں نے کُرسی پر بیٹھا دیا اور اندر جا کر حضرت سے اجازت لی کہ ایک غیر مسلم ملنا چاہتا ہے، سرکار اگر اجازت دیں تو بلا لیا جائے۔ حضرت قبلہ نے بہ خوشی اجازت دے دی۔ مسٹر نائیڈو اندر آئے اور حضرت کے قدموں پر سَر رکھنا چاہا، حضرت نے اس کا سر اُٹھا دیا اور فرمایا: اناللہ! معاذ اللہ! یہ کیا کر رہے ہو، وہ گھبرا کر سیدھے بیٹھ گیا، حضرت نے فرمایا: اسلام اس طرح ملنے کی اجازت نہیں دیتا۔

حسبِ عادت حضرت قبلہ نے پوچھا: کیسے آئے ہو؟ مسٹر نائیڈو نے جواب دیا: اسلام دھرم میں آنا چاہتا ہوں، یہ سُن کر حضرت والا کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا، فرمایا: آگے آجاؤ۔ مسٹر نائیڈو آگے بڑھے؛ حضرت والا نے کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت کی مع ترجمہ تلقین فرمائی۔ کفر، شرک، دیوی، دیوتا اور

تمام خلافِ شرع باتوں سے توبہ کرائی، پھر ایمان مفصل کی اس طرح تلقین فرمائی کہ تمام ضروریاتِ دین جمع فرمادیا؛ توحید، رسالت، ملائکہ، جنت، دوزخ، کتبِ سماویہ، برزخ، حشر ونشر، اچھی بُری تقدیر کے من جانب اللہ ہونے پر ایمان اور ضروریاتِ دین کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کروانے کے بعد ان کا نام 'محمد شبیر' رکھا۔ پھر ان کے بال بچوں کو داخلِ اسلام کیا۔ اس طرح پوری فیملی صرف آپ کے چہرۂ زیبا کی زیارت کرکے ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئی۔ وللہ الحمد.

جناب محمد شبیر صاحب قبولِ اسلام کے بعد تشریف لائے تو وہاں موجود مسلمانوں نے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا، اور سب نے اپنے اس نئے بھائی کو مبارک باد پیش کی۔ بعد میں جناب محمد شبیر صاحب سے میں نے پوچھا کہ: آپ مسلمان کیوں ہوئے، اسلام کی کون سی بات آپ کو پسند آئی؟ انھوں نے کہا: مولانا جی! کچھ نہیں، میں نے سپنے میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میں کبھی اسلام دھرم قبول کروں گا۔ اسٹیشن پر میں نے پیر صاحب کا چہرہ دیکھا، درشن کیا، میرے دِل کی دنیا بدل گئی۔ میں بے چین ہوگیا۔ اپنے اوپر کنٹرول نہ کر سکا، فوراً گھر گیا، بیوی بچوں کو سارا ماجرا کہہ سُنایا، ہم نے نہایا دھویا، کپڑے بدلے اور یہاں پہنچ گئے، یہ کہتے ہوئے محمد شبیر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے، حاضرین ان کی گفتگو سُن کر بے اختیار پکار اُٹھے، سُبحان اللہ! ماشاء اللہ! کیا شان ہے سرکار سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی۔

تری نگاہ سے ملتا ہے نورِ قلب و نظر
کہ تو ہے نوری اور نوری میاں کا نورِ نظر

ایمان لانے کا دوسرا واقعہ:

۱۹۶۸ء میں حضور سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ ناگ پور تشریف لائے۔ آپ کا قیام ناگ پور میں جناب الحاج عبدالسبحان صاحب مرحوم فروٹ مرچنٹ اینڈ کمیشن ایجنٹ کے مکان پر تھا۔ حاجی صاحب کے چاروں صاحب زادگان، جناب الحاج سیٹھ عبدالشکور صاحب، جناب الحاج سیٹھ عبدالغفور صاحب، جناب الحاج سیٹھ عبدالمجید صاحب اور جناب الحاج سیٹھ عبدالرشید صاحب اور تمام افرادِ خاندان سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہیں۔ دارالعلوم امجدیہ ناگ پور کی پُرانی عمارت انھیں حضرات کی وقف شُدہ زمین پر بنی ہوئی ہے، مولیٰ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

ناگ پور اتواری ریلوے اسٹیشن کے پاس جناب عبدالعزیز خاں صاحب اشرفی جو حضرت

والا کے بڑے عاشق تھے، ان کے مکان پر ایک روز بعد نمازِ عشا حضرت قبلہ کی دعوت کا اہتمام تھا، خاں صاحب موصوف بعد نماز مغرب ہی حضرت کو اپنے مکان پر لے کر چلے گئے۔ جاتے ہی زیارت کرنے والوں کی بھیڑ جمع ہوگئی۔ اس بھیڑ میں ایک غیر مسلم بھی تھا جو خاں صاحب موصوف کا ملاقاتی تھا۔ اور ریلوے پلیٹ فارم پر کینٹین چلاتا تھا۔ اس نے بھی سر پر رومال باندھا اور ادب کے ساتھ حضرت قبلہ سے آکر ملا اور دست بوسی کر کے ایک طرف بیٹھ کر حضرت کو دیکھتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اُٹھا اور چلا گیا، تقریباً رات کو ۱۰ بجے نہا دھو کر پائجامہ کُرتا پہن کر خاں صاحب کے مکان پر آیا۔ اور خاں صاحب سے کہا: میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ خاں صاحب نے فوراً حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت والا نے پہلے تمام کفریات، شرکیات سے توبہ کرائی، پھر ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی تلقین کر کے داخلِ اسلام فرما لیا، اور نام ’عبدالسلام‘ رکھا۔ پھر دوسرے روز اپنی ماں، بیوی، ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو لے کر الحاج شیخ عبدالسبحان صاحب کے مکان پر عبدالسلام حاضر ہوا۔ حضرت نے سب کو داخلِ اسلام فرمایا۔ اس طرح ایک خاندان کے پانچ افراد حضرتِ والا کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وللّٰہ **الحمد علی ذالک۔**

انگلی کا زخم ٹھیک ہو گیا:

ایشیا کے مشہور بھلائی اسٹیل پلانٹ سے لگا ہوا درگ شہر ممبئی کلکتہ ریلوے لائن پر واقع ہے۔ اس شہر میں اہلِ سُنّت کی کثیر تعداد آباد ہے۔ شہر کی جامع مسجد بہت خوب صورت اور شان دار ہے۔ جس کے خطیب و امام حضرت العلام سید فضل الدین حیدر صاحب اشرفی علیہ الرحمہ تھے، مولانا موصوف صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کے تلامذہ میں تھے، اور حضور سیدنا علی حسین صاحب عرف اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ نہایت نحیف و لاغر تھے، مگر چہرہ بارعب اور نورانی تھا۔ کسی کو نظر بھر کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، اچھے اچھے آپ سے گفتگو کرنے سے گھبراتے تھے۔ صائم الدھر تھے۔ اپنے زمانے میں زُہد و اتقا کے اعتبار سے مثالی شخصیت کے مالک تھے۔ آخری عمر تک گوشہ نشین رہے۔ خاندانِ اعلیٰ حضرت بالخصوص حضور سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔

درگ شہر میں سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مریدین کثیر تعداد میں ہیں۔ انھیں عقیدت مندوں کی دعوت پر ۱۹۶۸ء میں حضرت والا درگ تشریف لائے تھے۔ یہاں کے احبابِ اہلِ سُنّت نے بہت بڑی کانفرنس کا انعقاد بھی کیا تھا۔ جس میں حضرت العلام مفتی مالوہ مفتی رضوان الرحمٰن صاحب فاروقی، حضرت العلام مولانا مفتی غلام محمد صاحب ناگ پوری، حضرت علامہ مولانا قمرالزماں

صاحب اعظمی اور فقیر راقم الحروف محمد مجیب اشرف رضوی کے علاوہ بہت سے علمائے کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔

حضرت والا کے ہم راہ تمام مہمان علمائے کرام کی دعوت ایک سیٹھ صاحب کے مکان پر تھی، عشا کی نماز کے بعد جب ہم لوگ فارغ ہوگئے تو جناب منشی رضا صاحب کی کار سے حضرت کی قیام گاہ پر واپس ہوئے۔ حضرت والا کار سے اُتر کر اندر تشریف لے گئے۔ میں اور مولانا قمرالزماں صاحب کار کے پاس کھڑے باتیں کرنے لگے، کار کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرا ہاتھ کار کے دروازے پر تھا، ڈرائیور آیا اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا۔ میری انگلی دروازے میں بُری طرح دَب گئی، منھ سے چیخ نکل پڑی اور چکر آگیا۔ مولانا قمرالزماں اعظمی صاحب نے فوراً تھام لیا، ورنہ گر پڑتا، ڈرائیور نے فوراً دروازہ کھول دیا، میں زمین پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اندر سے ایک شخص بھاگتے ہوئے آیا اور کہا: مولانا مجیب اشرف صاحب کو حضرت فوراً بلا رہے ہیں۔ مولانا قمرالزماں صاحب مجھے لیتے ہوئے حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور ان کی انگلی کار کے دروازے میں دَب گئی ہے یہ سُن کر آپ نے **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون** پڑھا، اور فرمایا: ہاتھ بڑھایئے۔ میں نے ہاتھ بڑھا دیا، حضرت نے اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے میری زخمی انگلی کو پکڑ لیا، اور یہ آیت کریمہ **اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ** پڑھ پڑھ کر دَم فرماتے جا رہے تھے، اور درد کم ہوتا جا رہا تھا، ایک دو منٹ میں درد اور جلن بالکل ختم ہوگئے، خون بہنا بند ہوگیا، مجھے ایسا لگا کہ کچھ ہوا ہی نہیں، رات کو چین سے سویا، صبح اُٹھ کر دیکھا تو زخم بھی مندمل ہوگیا تھا۔ جب کہ انگلی کا آدھا حصہ دبنے کی وجہ سے کٹ گیا تھا باوجود اس کے بغیر کسی مرہم پٹی کے زخم صبح تک ٹھیک ہوگیا تھا، زخم جس کا نشان ابھی بھی انگلی پر باقی ہے۔ جس کو میں ”نشانِ کرامتِ مرشد“ سے تعبیر کرتا ہوں۔

فائدہ:

بدن کے جس حصے میں درد ہو، درد کی جگہ داہنا (سیدھا) ہاتھ رکھ کر مذکورہ آیت کریمہ ۱۱-۱۱/ بار تین مرتبہ پڑھ کر درد کی جگہ دَم کرے اور ہر بار دَم کرتے وقت ہاتھ اُٹھا لیا کرے۔ خیال رہے مرد غیر عورت کے بدن پر ہاتھ نہ رکھے، بلکہ اس سے کہے کہ اپنا ہاتھ درد کی جگہ رکھے اور جب میں دَم کروں تو ہاتھ اُٹھا لیا کرے، اللہ تعالیٰ پیر و مرشد کے صدقے میں ان شاء اللہ شفا عطا فرمائے گا۔

زخمی ہاتھ ٹھیک ہو گیا:

۱۹۷۲ء میں آندھرا پردیش کا تاریخی سفر وِیزیا نگرم، وِیشاکھا پٹنم، کاکی ناڑہ، وجے واڑہ، اور

کھمم ہوتے ہوئے حیدرآباد تک ہوا، اس مبارک سفر میں بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے، جن کا ذکر کچھ پہلے ہو چکا ہے۔ اور کچھ آئندہ کیے جائیں گے۔ ان شاءاللہ تبارک وتعالیٰ۔

وجے واڑہ آندھرا پردیش ایک بڑا اور مرکزی تجارتی شہر ہے، اس شہر میں سرکار حضور مرشدی مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ایک میمن سیٹھ مرید رہتے تھے۔ ان کا نام جناب حاجی احمد تھا۔ انھیں کے مکان پر ہم لوگوں کا قیام تھا۔ یہاں بھی رات میں بہت بڑا جلسہ ہوا، جس میں ہزاروں سُنّی مسلمانوں نے شرکت کی، کثیر تعداد میں لوگ داخلِ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ ہوئے۔

دوسرے روز حضرت والا کو حیدرآباد کے لیے روانہ ہونا تھا۔ جناب حاجی احمد سیٹھ نے گول کنڈہ ایکسپریس کے دو ٹکٹ فرسٹ کلاس کے بُک کروا لیے تھے۔ جب حضرت قبلہ کو معلوم ہوا کہ حاجی صاحب نے فرسٹ کلاس کا ٹکٹ بُک کروایا ہے تو اپنی ناپسندگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: آپ نے خوامخواہ پہلے درجے کا ٹکٹ منگوالیا، دوسرے درجے کا اتنے میں دو ٹکٹ آجاتا۔ حضرت والا عام طور پر فرسٹ کلاس ٹکٹ سے سفر کو ناپسند فرماتے، سیکنڈ کلاس سے سفر فرماتے تھے۔ اس زمانے میں اے۔سی کوچ نہیں ہوتے تھے۔ فرسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس، تھرڈ کلاس اور ایک انٹر کلاس ہوتا تھا۔ بہر حال جب ہم لوگ وقت مقررہ پر ٹرین میں سوار ہوئے اور اس کیبن میں داخل ہوئے جس میں ہماری سیٹیں بُک تھیں، تو دیکھا دوسری جانب سیٹ پر نو بیاہتا جوڑا میاں بیوی بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت والا نے فوراً آنکھیں بند کر لیں، اور اپنی سیٹ پر ناگواری کے ساتھ بیٹھ گئے۔ میں حضرت والا کی پریشانی کو سمجھ گیا۔ نوجوان سے میں نے کہا کہ میڈم کو دوسرے کنارے بیٹھا دو اور اس سے کہو اپنا سَر اور بدن چھپالے، حضرت کو پسند نہیں۔ نوجوان بولا اگر آپ لوگوں کو پسند نہیں تو کیبن بدل دیجیے۔ ہم تو اسی طرح بیٹھیں گے۔ میں نے ٹی۔سی سے کہا کہ معاملہ ایسا ایسا ہے۔ آپ دونوں میاں بیوی کو دوسری طرف سیٹ الاٹ کر دیجیے۔ اُس نے نوجوان سے کہا کہ ۶ رنمبر کیبن خالی ہے آپ لوگ اس میں آجائیں۔ نوجوان نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ ۶ رنمبر میں ہم لوگ جاتے ہیں۔ اس نے کہا: بہت اچھا۔ پھر ہم لوگ ۶ رنمبر میں جا کر آرام سے بیٹھ گئے۔ گاڑی اپنی رفتار کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں تھی کہ اچانک ۴ رنمبر کیبن سے چیخنے چلانے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ آواز سُن کر میں فوراً نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نوجوان باہر کھڑا چیخ رہا ہے اور رو رہا ہے، جب اندر جھانک کر دیکھا تو اس کی بیوی زمین پر بے ہوش پڑی ہوئی ہے، اور اُس کے ہاتھ سے خون نکل رہا ہے، میں نے پوچھا یہ کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ اس کھڑکی پر ہاتھ رکھے ہوئی تھی اچانک کھڑکی کا شٹر گِرا جس سے ہاتھ کی چوڑیاں ٹوٹ کر دھنس گئیں اور وہ

بے ہوش ہوگئی۔ اتنے میں ٹی۔سی اور دوسرے پیسنجر بھی آگئے۔ ٹی۔سی نوجوان سے بولا دیکھو تُم نے بابا جی کو تکلیف پہنچائی ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے، جاؤ معافی مانگو۔ نوجوان حضرت کے سامنے کھڑا ہو کر معافی مانگنے لگا، میں نے حضرت سے سارا ماجرہ سُنا دیا۔ حضرت والا نے ایک گلاس میں پانی منگوایا اس پر دَم کر کے فرمایا لے جاؤ، اس کے منھ پر چھڑک دو جب ہوش آجائے تو پانی پلا دو، اور تھوڑا اس کے زخم پر لگا دو۔ حضرت والا نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی اس نوجوان نے کیا، عورت کو فوراً ہوش آگیا خون رِسنا بند ہوگیا اور جو اس کی تکلیف تھی وہ دُور ہوگئی۔ ٹی۔سی نے نوجوان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ اب آئندہ کسی بزرگ اور بابا کو تکلیف نہ دینا، ان کا آشرواد لینا، اگر بابا کے ساتھ تُم نے یہ حرکت نہ کی ہوتی تو یہ نوبت نہ آتی، پھر ٹی۔سی نے اپنے ہاتھ سے اُس کی مرہم پٹّی کی۔

ایک دل چسپ واقعہ:

حیدرآباد جاتے ہوئے اثنائے سفر ایک دل چسپ واقعہ بھی پیش آیا، ہوا یہ کہ جس کمپارٹمنٹ میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے اسی میں ایک مدراسی نوجوان بھی سفر کر رہا تھا۔ جب اس نے حضور سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو دیکھا تو دیکھتے ہی دیوانہ ہوگیا، بار بار حضرت کی کیبن میں آکر جھانکتا رہا۔ مگر اندر آنے کی اس کو ہمت نہیں ہو رہی تھی، حضرت کو دیکھتا اور چلا جاتا، پھر آتا اور دیکھ کر چلا جاتا، کافی دیر تک اس کی یہ حرکت جاری رہی۔

آموں کا موسم تھا، وجے واڑہ سے چلتے وقت حاجی سیٹھ احمد بھائی نے آموں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری ساتھ کر دی تھی، میں نے اس میں سے دو آم نکالے اور دھو کر اس کے چھلکے اُتارے اور چھوٹے چھوٹے پیس کاٹ کر ایک پلیٹ میں رکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت قبلہ کو آم پسند تھے۔ آپ نے ماشاءاللہ اور بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع فرمایا، اتنے میں وہ مدراسی نوجوان پھر آکر جھانکنے لگا اور مجھے اشارہ کر کے باہر بُلایا۔ میں جب باہر آیا تو کہنے لگا کہ بابا کا تھوڑا سا پرساد ہم کو چاہیے۔ کیا بابا ہم کو پرساد دے گا۔ میں نے کہا کھڑے رہو میں آتا ہوں۔ میں نے حضرت سے عرض کی: حضور یہ نوجوان آپ کا تبرک مانگ رہا ہے، حضرت نے پلیٹ میں جو آم کے ٹکڑے باقی تھے میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: دے دیجیے۔ میں نے لا کر دے دیا وہ بہت خوش ہوا۔ مجھ سے چھری مانگی اور اُن کو مزید چھوٹے چھوٹے پیس کر کے پورے کمپارٹمنٹ میں لوگوں کو تقسیم کر دیا اور سب کو بتایا کہ بہت بڑے بابا ۶ رنمبر کیبن میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پھر کیا تھا عورتوں اور مردوں کی بھیڑ لگ گئی، عورتیں بے پردہ آکر کھڑی ہوگئیں، حضرت اس سے سخت ناراض ہوگئے۔ فرمایا یہ کیا بلا ہے، ان کو یہاں سے ہٹاؤ، معاذ اللہ، معاذ اللہ، جہاں دیکھو یہ

مصیبت کھڑی رہتی ہے۔ میں نے جلدی سے سب کو ہٹا دیا۔ پھر وہی نوجوان اندر آیا اور حضرت قبلہ کے سامنے گھٹنوں کے بَل نیچے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: ''بابا جی ہم تُم سے ایک ریکویسٹ کرتا ہے ہمارا بات مانے گا؟'' حضرت نے مسکرا کر فرمایا: پہلے سے ہی بات ماننے کا وعدہ لے رہا ہے یہ تو ریکویسٹ نہیں اگریمنٹ ہوا۔ بول کیا بولتا ہے۔ نوجوان بولا کہ: ہمارے گاؤں میں ہمارا فادر بہت بڑا مندر بنا رہا ہے، ہم چاہتا ہے کہ اس کا اُدگھاٹن تُم سے کرائے گا، مندر بننے کے بعد ہم تُم کو اِنوائیٹ کرے گا تُم آئے گا نہ؟ یہ سُن کر حضرت والا نے **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ** اور **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون** پڑھ کر فرمایا کہ: کیا تمہارے سب پنڈت مر گئے ہیں کہ ہم کو بُلائے گا؟ ہم ایک اللہ کو مانتے ہیں، اسی کی پُوجا کرتے ہیں، اس کے سوا کوئی پُوجا کے لائق نہیں، وہی سب کا ایک خدا ہے۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں، وہی سب کا حقیقی مالک ہے، ہم سب اسی کے بندے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تُم کو بھی اسی کی ہدایت دے، **ھداک اللّٰہ تعالیٰ الی الدین القویم** نوجوان بولا تمہاری بات ہم نہیں سمجھا، میں نے اس کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا کہ بابا نے تُم کو دعا دی ہے، بولا کیا دُعا دی ہے، میں نے کہا یہ دعا دی ہے کہ اللہ تُم کو اچھے اور سیدھے راستے پر چلائے۔ یہ سُن کر وہ خوش ہو گیا، اور کھڑا ہو کر ہاتھ جوڑ کر سلام کیا اور چلا گیا۔

مذکوہ بالا دونوں واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ غیر مسلمانوں کے سامنے اعلائے کلمۃ اللہ کا برمَلا اظہار فرمانے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں فرماتے تھے، امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ ہر حال میں ادا فرماتے رہے۔ اسی کا نام ہے جواں مردی اور حق پرستی۔ ایمرجنسی کے زمانے میں ''نس بندی'' کے خلاف حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرمانا آپ کے جواں مردانہ، حق پرستانہ اور مجاہدانہ کردار کی کھلی کتاب ہے۔

ہمت مردانہ مددِ خدا:

جس وقت میں ملک میں ایمرجنسی قانون لاگو کیا گیا تھا، اس وقت تمام گورنمنٹ ملازمین کے لیے نس بندی کروانا لازم تھا، اور نس بندی سے انکار کرنا سخت جرم تھا، اس کے علاوہ عوام پر بھی نس بندی کروانے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا تھا۔ اس وقت ملک کے تمام مسلمان پریشان تھے اور انتہائی کش مکش کی حالت میں مبتلا تھے۔ ہر ایک مکتبِ فکر کے لوگ نے اپنی اپنی جماعت کے علما اور مفتیوں سے رجوع کیا، کہ ایسے وقت میں ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ دیوبندی، غیر مقلد، جماعتِ اسلامی وغیرہ فرقوں کے تمام ذمّے دار علما نے گھبرا کر نس بندی کی حمایت میں فتویٰ دے دیا یا پھر گول مول جواب دے کر اپنے دامن کو چھڑا لیا۔

مگر تاج دارِ اہلِ سُنّت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند نے اس پُر آشوب زمانے میں اپنے والدِ گرامی مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی سرفروشانہ اور مجددانہ عظمتوں کی یاد تازہ فرمادی۔ جب حضرت والا کی خدمت میں نس بندی کے تعلق سے استفتا پیش ہوا تو آپ نے قانونِ شریعت کی حفاظت کرتے ہوئے انجام کی خطرناکی سے بے نیاز ہو کر نس بندی کے حرام اور ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا، اور فتوے کی سائیکلو اسٹائل کروا کر ملک کے طول وعرض میں پھیلا دیا، اربابِ اقتدار کی مشنری کو ہلا کر رکھ دیا۔ حکومت کے سامنے ایک صورت رَہ گئی تھی، وہ یہ تھی کہ آپ کو گرفتار کر کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جائے۔ چناں چہ آپ کے لیے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیا گیا۔ پروگرام کے مطابق ایک روز تقریباً ۱۲؍ بجے دن میں بریلی پولیس کمشنر پولیس نوجوانوں کو گاڑیوں میں بھر کر محلّہ سوداگران پہنچ گیا۔

اس دِن اتفاق سے میں بھی بریلی شریف میں موجود تھا۔ حضرت والا کی مزاج پُرسی کے لیے خدمت میں فقیر حاضر تھا، اتنے میں دیکھتا ہوں کہ کئی پولیس والے حضرت کے پاس آرہے ہیں اور ایک کے ہاتھ میں کاغذات کی فائل تھی، جب حضرت قبلہ پر اُن کی نظر پڑی تو سہم گئے اور آپ نے گرج دار آواز میں ارشاد فرمایا یہ کیوں آئے ہیں، ان کو باہر نکالو۔ اتنے میں پولیس کمشنر نے کہا کہ آپ کے نام وارنٹ گرفتاری ہے، ہم آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت نے انتہائی جلال میں فرمایا چل نکل جا یہاں سے، دفاں ہو جا، اس ڈانٹ کا ایسا اثر ہوا کہ پولیس آفیسر کانپ گیا، اور دو قدم پیچھے ہٹ کر اپنے ماتحتوں سے کہا باہر جاؤ، اتنے میں حضرت کے داماد ساجد میاں مرحوم جو دار العلوم مظہرِ اسلام کے مہتمم تھے، تشریف لائے اور سب کو لے کر باہر چلے گئے۔ بعد میں کیا ہوا مجھے اس کی خبر نہ ہو سکی، ہاں اتنا ضرور معلوم ہے کہ پھر اس کے بعد گورنمنٹ نے آپ پر دست اندازی کی جرأت نہیں کی...... کچھ لوگوں سے میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ حضور والا سے حکومت کے ذمّے دار لوگ مِلے اور درخواست کی کہ اپنے فتوے میں کچھ نرمی فرمادیں، یا اس کو بدل دیں، آپ نے فرمایا: ''فتویٰ نہیں بدلا جائے گا، حکومت بدل جائے گی۔'' چناں چہ ایسا ہی ہوا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حکومت ہی بدل گئی۔ فتویٰ آج تک اپنی جگہ باقی ہے۔ سچ ہے اللہ والوں کی زبان خالی نہیں جاتی ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

طوفان اور مفتی اعظم کی اذان:

۱۹۵۶ء کی بات ہے جب میں دار العلوم مظہرِ اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف، حضرت والا

کے مدرسے میں زیرِ تعلیم تھا۔ اور میرے استاذ مکرم حضور شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ ان دنوں مظہرِ اسلام میں مدرس تھے، اور مرکزی دارالافتاء کی مسندِ صدارت پر فائز تھے۔ انھیں دنوں ایک بار تحصیل فرید پور ضلع بریلی کے گاؤں میں (گاؤں کا نام مجھے یاد نہیں رہا) گاؤں والوں کی جانب سے بہ سلسلۂ جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں حضور سیدی، مرشدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی صدارت تھی اور استاذِ مکرم حضرت مفتی شریف الحق صاحب مقررِ خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھے۔ حضرت قبلہ گاہی نے مجھ سے فرمایا کہ تُم بھی چلو، اکثر جلسوں میں سرکار فقیر کو نعت پڑھنے کے لیے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ یہ میری بڑی خوش بختی تھی۔ اور سرکار مجھ فقیر پر ہمیشہ اسی طرح کرم نوازی فرماتے تھے۔

بہ ذریعہ بس ہم لوگ فرید پور پہنچے، بس اسٹینڈ پر ہم لوگوں کو لینے کے لیے دو صاحبان بیل گاڑی لے کر تیار تھے۔ ہم لوگ بیل گاڑی پر سوار ہو کر گاؤں کی طرف روانہ ہوئے، آبادی کے کچھ دور ایک بہت بڑا میدان تھا۔ بیل گاڑی جب اس میدان سے گزر رہی تھی اچانک موسم بدل گیا اور ایسی خطر ناک طوفانی آندھی آئی کہ ہر طرف رات کی طرح اندھیرا چھا گیا۔ آندھی کا زور اتنا بڑھ گیا کہ گرد وغبار کے ساتھ چھوٹے چھوٹے کنکر اُڑ کر بدن پر آ کر ائیر گن کے چھرّ وں کی طرح لگنے لگے۔ ہر طرف سے گوں گوں کی خوف ناک آوازیں آنے لگیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ بیل گاڑی کو ہوا اُڑا لے جائے گی۔ بیل گاڑی کو ہوا اِس طرح ہچکولے دے رہی تھی کہ جیسے پانی میں کشتی، غرض کہ ہم لوگ انتہائی پریشانی اور خوف ناکی حالت میں مبتلا تھے، بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی، اچانک حضرت والا نے فقیر سے فرمایا: اذان دو۔ اذان کے لیے میں کھڑا ہوا تو ایسا محسوس ہوا کہ ہَوا اُڑا لے جائے گی میں فوراً بیٹھ گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا: اذان۔ میں نے عرض کی اس وقت کھڑا ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا بیٹھ کر اذان دو۔ اذان شروع کی تو منھ میں گرد بھر گئی جس کی وجہ سے آواز بند ہو گئی۔ حضرت قبلہ نے حضرت مفتی شریف الحق صاحب سے فرمایا: آپ اذان دو۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے بھی کوشش کی گرد وغُبار کی وجہ سے وہ اذان نہ دے پائے۔ اللہ اکبر کہتے ہی کھانسی آنے لگی، یہ دیکھ کر حضرت والا خود کھڑے ہو گئے۔ جیسے ہی حضرت والا کھڑے ہوئے بیل گاڑی کا ہلنا بند ہو گیا۔ پورے اطمینان کے ساتھ حضرت قبلہ نے پوری اذان دی۔ اذان دیتے وقت نہ آواز میں کوئی رُکاوٹ محسوس کی گئی، نہ ہی کھڑے ہونے میں کوئی دِقّت معلوم ہوئی۔ اِدھر اذان کے کلمات پورے ہوئے اُدھر آندھی کا زور بھی ختم ہو گیا۔ اندھیرا بھی غائب ہو گیا۔ ہر طرف حسبِ سابق اُجالا ہی اُجالا ہو گیا۔ پھر جا کر سب کو اطمینان ہوا۔

یہ ہے ایک مردِ مومن کی اذان۔ یہ ہے اللہ والوں کی شان۔ جب ان کے غلام اور چاہنے والے پریشانیوں کے طوفان میں گھِر جاتے ہیں اور بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ سب سہارے بے سہارے نظر آنے لگتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان محبوبانِ الٰہی کی صحبت، رفاقت اور محبت وعقیدت کے صدقے میں اللہ رب العزت جل مجدہٗ مصائب وآلام کے تمام گرد وغبار کو چھانٹ دیتا ہے، اور اطمینان و سکون سے ہَم کنار فرما دیتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ - اللہ والوں کی برکت سے آخرت کی پریشانیاں بھی آسانیوں میں تبدیل ہو جائے گی۔

میرا مشاہدہ:

اس خوف ناک طوفان میں گھِر جانے کی وجہ سے سوائے حضور سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے، میں، مفتی شریف الحق صاحب اور دو آدمی جو ہم کو لینے آئے تھے سب کے سب پریشان اور حواس باختہ ہو گئے تھے۔ مگر حضرت والا **اَلَا اِنَّـا اَوْلِیَـاءَ الـلّٰـہِ لا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن.** کی عملی تصویر نظر آ رہے تھے۔ چہرے پر طمانیت اور بشاشت کے آثار نمایاں تھے، نہ کوئی خوف نہ کوئی گھبراہٹ، جیسے ہی آپ اذان کے لیے کھڑے ہوئے بیل گاڑی کی جنبش ختم ہو گئی، آپ اس طور پر کھڑے ہو گئے جیسے زمین پر کھڑے ہیں۔ اور ایسا لگ رہا تھا جیسے ہوا کے جھونکے کترا کر دائیں اور بائیں نکل جا رہے ہیں، اور گرد وغُبار سے آپ کو قطعاً پریشانی نہیں ہو رہی ہے۔ طوفان ختم ہونے کے بعد ہم لوگ گرد وغُبار میں اس طرح اَٹے ہوئے تھے کہ اگر کوئی شناسا ہمیں دیکھتا تو پہچان نہیں سکتا تھا، مگر حضرتِ والا کا چہرۂ مبارکہ اور لباس گرد وغُبار اور دھول، مٹّی کی آلائش سے محفوظ تھے، جیسے مکان سے چلے تھے ویسے ہی نظر آ رہے تھے، یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ جس کے وجودِ ظاہر کو گرد وغُبار گندا نہ کر سکے اس کا باطن کتنا صاف وشفاف ہو گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اپنے مقبول بندے کے جسم ولباس کی حفاظت فرمائی اور گرد وغُبار سے بچا لیا تو اس کے باطن کی حفاظت کا کس قدر اہتمام فرمایا ہو گا۔ اس کو اہلِ نظر ہی اچھی طرح جان سکتے ہیں۔

❁❁❁

☆...... باوقار زندگی گزارنا چاہتے ہو تو علم حاصل کرو۔
☆...... ترقی چاہتے ہو تو وقت کا صحیح استعمال کرو۔

سائنسی علوم اور امام احمد رضا محدث بریلوی

محمد آصف خان علیمی قادری
کراچی، پاکستان

امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کا شمار عالمِ اسلام کی ان ممتاز شخصیات میں ہوتا ہے جو عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ سائنس داں بھی ہیں؛ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بجا ہو کہ امام احمد رضا ہمارے ان اسلاف کا آئینہ ہیں جو بیک وقت دینی اور دُنیاوی علوم میں ماہر ہوا کرتے تھے، جس میں ایک نامور شخصیت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ کی ہے جو اپنے زمانے کے عظیم فلسفی تھے اور دوسری طرف شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے پاس بان تھے۔ امام احمد رضا دینی اور دُنیاوی دونوں علوم میں ایسی زبردست مہارت رکھتے تھے کہ اگر کوئی ان کی علمِ فلسفہ کا مطالعہ کرے تو وہ ان کو ایک مذہبی رہ نما شاید تصور نہ کرے، اور اگر کوئی فقیہ ان کی کتب کا مطالعہ کرے تو شاید وہ یہ نہ جان سکے کہ امام احمد رضا علومِ عقلیہ میں بھی اتنی مہارت رکھتے ہوں گے مگر اس حقیقت کی گواہ ان کے قلمی شاہ کار ہیں۔

امام احمد رضا نے اگرچہ ۱۴؍سال سے کم عمر میں سندِ فراغت حاصل کر لی تھی اور اسی دن فتویٰ نویسی کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ میری مراد ہے کہ آپ نے ۱۲۸۶ھ بہ مطابق ۱۸۷۰ء میں باقاعدہ تصنیف وتالیف کا کام شروع کر دیا تھا مگر ایسے شواہد بھی موجود ہیں کہ دورانِ تعلیم آپ نے 'مسلم الثبوت' جیسی معرکۃ الآرا کتاب پر حاشیہ لکھا اور گنتی کے چند اساتذہ سے ظاہری علوم میں استفادہ کیا مگر اللہ عزوجل کا کرم آپ کے ساتھ ساتھ رہا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو علمِ لدنی عطا فرما کر اپنے حبیب لبیب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چودھویں صدی ہجری کا عظیم جانشین بنا دیا۔

آپ نے اپنی تمام تر علمی کاوشوں کو جو آپ نے فتاویٰ نویسی کے دوران ہزاروں فتاویٰ لکھنے کے وقت قلم بند کی تھیں ان سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا قرار دیا چناں چہ آپ نے اپنے بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل فتاویٰ کا نام "العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ" رکھا جس کو عرف میں 'فتاویٰ رضویہ' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے دورانِ فتویٰ جہاں محسوس کیا کہ جواب کو انتہائی مدلل کیا جائے اور اپنی فقیہانہ بصیرت کو دوسروں تک پہنچا دیا جائے تو انھوں نے فتویٰ کو ایک رسالہ کی شکل میں

مکمل کیا اس طرح 'فتاویٰ رضویہ' میں سو سے زائد رسائل ہیں ان رسائل میں چند رسائل قطعاً علومِ عقلیہ سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً:

(۱) حسن التمیم للبیان حد التیمم (۱۳۳۵ھ)

تیمّم سے متعلق انتہائی طویل رسالہ جس میں ۱۴۰۰؍رسالہ فقہائے کرام کی بیان کردہ اقسام مٹی وپتھر کی فہرست مرتب کی۔ جس میں تین سو گیارہ اقسام کا ذکر کیا کہ ۱۸۱؍اقسام سے تیمّم جائز ہے جب کہ ۱۳۰؍اقسام سے تیمّم ناجائز ہے۔ اس میں ۱۷۹؍کی اقسام صرف امام احمد رضا کی تحقیق سے سامنے آتی ہیں۔

(۲) المطر السعید علیٰ نبت جنس ارض الصعید (۱۳۳۵ھ) رسالہ ضمنیہ

اس رسالے میں امام احمد رضا نے ماہرِ حجریات کی حیثیت سے معدنیات کی اقسام اور ان کے خواص بتائے ہیں۔

(۳) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ)

دورِ حج کے موقع پر کرنسی نوٹ سے متعلق پوچھے گئے سوال پر ایک ضخیم رسالہ عربی زبان میں تحریر کیا جس میں آپ نے اپنی علم معاشیات، اقتصادیات اور تجارت سے متعلق علمی جوہر دکھاتے ہوئے اس رسالے کو قلم بند کیا اور کرنسی نوٹ کا مسئلہ جو عرب وعجم کے علما کے درمیان علمی تنازع بنا ہوا تھا آپ نے حل کیا اور عرب وعجم کے علما سے 'مجددِ دین وملت' کے لقب کا اعزاز حاصل کیا۔

(۴) الکشف شافیا حکم فونو جرافیا (۱۳۲۸ھ)

اس رسالے میں امام احمد رضا مکمل ماہر ہیئت داں نظر آتے ہیں، انھوں نے اس رسالے میں نہ صرف شرعی مسئلہ بتایا بلکہ فونوگراف سے قرآن سننے کی کیا شرعی حیثیت ہے؛ ساتھ ساتھ یہ سب بھی بتا دیا کہ آواز کس طرح کانوں تک پہنچتی ہے کیوں کہ آہستہ آہستہ یہ آواز ختم ہو جاتی ہے۔ اور زبان میں کم یا زیادہ کیوں سنائی دیتی ہے اس کے سوا دور تک سنی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(٦) تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (۱۳۲۵ھ)

یہ رسالہ بظاہر طاعون کی بیماری سے متعلق شرعی مسائل پر مشتمل نظر آتا ہے مگر اس رسالے کو بغور پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نہ صرف ہیئت داں تھے بلکہ آپ پورے پورے میڈیکل سائنس کے بھی ماہر تھے۔ رسالے کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا کہ انسان میں خون کتنی باریک باریک رگوں کے ذریعے جسم کے ہر حصے میں پہنچتا ہے۔

(٦) فوز مبین در رد حَرکت زمین (۱۳۳۸ھ)

اس رسالے میں امام احمد رضا نے ۱۵۰؍سائنسی دلائل سے زمین کو ساکن اور سورج ودیگر

ستاروں وسیاروں کی گردش کو ثابت کیا ہے۔ اسی رسالے میں نیوٹن اور آئن اسٹائن جیسے نام ور سائنس دانوں کی (خلافِ اسلام) کاوشوں کا مدلل رد کیا ہے۔

کاش اس کتاب کو ایک ماہرِ فزکس (Physics) انگریزی ترجمہ کرکے دنیا کے سامنے پیش کرے تاکہ نہ صرف امام احمد رضا بلکہ اسلام کا علم بلند ہو۔

امام احمد رضا نے ایک ہزار سے زیادہ کتب، رسائل اور مقالات لکھے ہیں جن میں سے ۲۵۰ر سے زیادہ رسائل علومِ عقلیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان علوم میں فزیکل، میڈیکل سائنسز کے علاوہ علوم معاشیات، اقتصادیات، حجریات، ارضیات، نجوم، فلسفہ شامل ہیں، گویا یہ تمام مروجہ علوم وفنون پر آپ کے قلمی شاہ کار آپ کے علم کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار مختصر فتاویٰ کی صورت میں متعدد علوم وفنون کے حوالے سے کیے گئے سوالات کے جوابات دیے ہیں۔ امام احمد رضا خود اپنی کہی ہوئی نعت کے ایک مصرعہ کے مصداق ہیں کہ ع

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

❁❁❁

زندگی

- زندگی نام ہے کام کا اور بے کاری موت ہے۔
- زندگی وہ ہے جو کسی دوسرے کے کام آسکے۔
- آدمی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے، جو بے کار ہے وہ مُردوں سے بدتر ہے۔
- اتفاق زندگی ہے، اختلاف موت۔
- آرام طلبی زندگی کی بربادی ہے۔
- قلب کی زندگی ذکر وفکر ہے۔ (معارف حدیث)
- وقت بہت قیمتی چیز ہے اور وقت کو ضایع کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ

(ماخوذ: اقوالِ زرّیں، نوری مشن مالیگاؤں)

امام احمد رضا اور تحقیق زلزلہ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
چیئرمین: شعبۂ پٹرولیم ٹیکنالوجی، کراچی یونی ورسٹی، کراچی
جنرل سکریٹری: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

اس سے قبل کے مسلم سائنس داں امام رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کا ''زلزلہ'' سے متعلق موقف پیش کروں؛ یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے اختصار کے ساتھ زلزلے سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کروں تاکہ مطالعہ کرنے والے قارئین حضرات یہ جان سکیں کہ برصغیر پاک وہند کا یہ عظیم سائنس داں علم کے ہر گوشہ سے بھرپور واقفیت رکھتا تھا اور ہمیشہ اپنا موقف قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا۔

افسوس اس بات کا ہے کہ دورِ حاضر میں ننانوے فی صد مسلمان اور مسلم سائنس داں آج صرف اور صرف مغربی افکار کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان ہی خیالات اور تحقیق کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں؛ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ آج دُنیا کی ساری ترقی پچھلے مسلمان سائنس دانوں کی مرہونِ منت ہے، کاش کہ مسلمان فی زمانہ بھی قرآن وحدیث کا عمیق مطالعہ کریں اور ہر علم سے متعلق اپنا علاحدہ موقف قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کریں اور دین کا علم بلند رکھیں۔

زلزلہ کیا ہے؟

زمین میں اگر تھرتھراہٹ پیدا ہو یا زمین میں دراڑیں پڑ جائیں یا اچانک زمین یا پہاڑ کا کچھ حصہ سرک جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ زلزلہ آ گیا۔ بعض وقت اس کی شدت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ زمین کا کچھ حصہ ایک دوسرے سے میلوں دور کھسک جاتا ہے، زمین اُلٹ جاتی ہے، کہیں کہیں زمین پھٹ جاتی ہے جس کے باعث بعض دفع زمین لاوا اُگل دیتی ہے۔

بعض دفع جب زلزلہ آتا ہے زمین ایسے جھولتی ہے جیسے کوئی جھولے پر بیٹھا ہو، گڑگڑاہٹ اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ بعض وقت اموات اسی آواز کے باعث ہو جاتی ہیں۔ یہ سب کیسے ہوتا ہے اس کے لیے دو اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔

"A sudden motion or trembling in the Earth caused by

the abrupt relase of slowly accumulated strain. (by faulting or Volcanose).

(Glossery of Geology, P.151)

Earthquake: A shaking of the ground caused by the sudden dislocation of material with in the earth some earthquakes are so slight that they are barely felst, others are so violent that they cause extensive damage.

The focus of an earthquake is the centre of the region where the earthquake originates and it is usually less that 20 miles below the earth's surface. The greatest record is 450 miles below the surface of the earth. The point on the earth's surface directly above the focus is called the Epicentre near which most earthquake demages occurs.

(The Webstar Encyclopedia, Vol.6, P.186)

زلزلہ اگرچہ کہیں بھی کسی وقت آسکتا ہے مگر اس کے کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں یہ اکثر آتے رہتے ہیں، مثلاً شمالی اور جنوبی امریکہ کا مغربی ساحلی علاقہ اور جاپان، فلپائن کا علاقہ 85% زلزلہ کی زد میں ہیں، جب کہ کوہ ہمالیہ، کوہ قاف، کوہ الپائن یورپ تک پہاڑی سلسلہ 10% زلزلہ سے متاثر رہتا ہے، جب کہ بقیہ 5% زلزلے دنیا میں کہیں بھی آسکتے ہیں۔

زمین کا وجود سائنس کی تحقیق کے مطابق 4500؍ملین سال قبل ہوا تھا جب کہ قرآنی معلومات کے مطابق انسان کی پیدائش سے 6؍دن پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب تخلیق فرمایا لیکن اس حقیقت کا کوئی تعین نہیں کہ اللہ عزوجل کا ایک دن ہمارے کتنے سال کے برابر ہے اگر ایک دن 1000؍ملین کے برابر ہوجائے تو سائنس کا اندازہ صحیح ہوسکتا ہے۔ بہر کیف جب زمین وجود میں آئی یہ آگ کا ایک دھکتا ہوا گولا تھی، آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہوئی جس کے باعث اوپر آتشی چٹانیں بن گئیں مگر اس کے نیچے یا زمین کے خول میں لاوا مائع کی صورت میں موجود رہا جو ہر وقت اس طرح گھوم رہا ہے جس طرح کوئی انسان ہاتھ سے لسی بناتا ہے تو دہی گھومتا ہے اور اوپر کا نیچے اور نیچے کا اوپر ہوتا رہتا

ہے، بالکل اسی طرح یہ لاوا زمین کے اندر گھوم رہا ہے اور یہ اوپر کی چٹان پر آکر ٹکراتا بھی ہے اور کہیں کہیں سے آتش فشاں کے پھٹنے کا باعث بھی ہوجاتا ہے۔

آتشی پہاڑ زمین پر (Continental Crust) اور سمندر کی تہہ کے نیچے (Oceanic Crust) کی صورت میں چاروں طرف سے لاوا کو ڈھانپے ہوئے ہیں اور یہ سخت موٹی تہہ Crustal Plate میں تقسیم ہیں اور یہ کئی جگہ سے ایک دوسرے سے دور ہورہی ہیں کہیں یہ Crust Plate ایک دوسرے کے اوپر چڑھ رہی ہیں اور کہیں ایک پلیٹ دوسرے کے نیچے جارہی ہے جس کے باعث ان کے سروں (Margines) پر دباؤ بڑھتا چلا جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ یہ دباؤ بہت زیادہ ہوجاتا ہے۔

جب یہ دباؤ بہت زیادہ ہوجاتا ہے تو اب یہ خارج ہونا بھی چاہتا ہے۔ پہاڑوں کی رگوں Fault Zones سے اس کا اخراج آسان ہوتا ہے، یہ ہی وہ جگہ ہوتی ہے جہاں زلزلہ محسوس کیا جاتا ہے کیوں کہ زلزلہ ہم اس وقت محسوس کرتے ہیں جب یہ سارا عمل اختتام کے قریب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سائنس اس دباؤ (Stress) یا اس انرجی کے اخراج کو سببِ زلزلہ بتاتی ہے مگر امام احمد رضا اس کے خلاف ہیں آپ کا کہنا یہ ہے کہ (Stored Eenergy) کا اخراج سببِ زلزلہ نہیں بلکہ یہ اخراج زلزلہ کا Resultant ہے، زلزلہ کا سبب ان پہاڑی سلسلوں میں موجود ریشوں (Root) میں کسی قسم کی حرکت کے سبب آتا ہے، آیئے امام احمد رضا کی تحقیق اور جستجو سے آگاہی حاصل کریں۔

راقم امام احمد رضا کے 'فتاویٰ رضویہ' کی جلد 12؍کا مطالعہ کررہا تھا، اس دوران دو استفتا ایسے نظر آئے جن میں مستفتیوں نے زلزلے کے سبب سے متعلق سوالات کیے، ایک سوال جواب تو بہت مختصر ہے، دوسرا خاصا طویل، جس کو اختصار کے ساتھ یہاں تحریر کروں گا تاکہ قارئین کی دل چسپی بھی قائم رہے اور مضمون میں ربط بھی برقرار رہے۔ تفصیل اگر کسی کو درکار ہو تو 'فتاویٰ رضویہ' جلد 12؍کا 189؍سے صفحہ 192؍تک مطالعہ کرے۔

امام احمد رضا کے جواب میں جو عبارات قوسین میں نظر آئے وہ اس احقر کی ہے جو صرف قاری کو سمجھانے کی خاطر تحریر کی ہے تاکہ وہ امام احمد رضا کی بات آسانی سے سمجھ سکیں؛ آیئے اب ان دونوں فتاویٰ کا جائزہ لیں۔

سوال: زلزلہ آنے کا کیا باعث ہے؟ (مرسلہ مولوی احمد شاہ)

جواب: اصلی باعث آدمیوں کے گناہ ہیں اور پیدا یوں ہوتا ہے کہ "ایک پہاڑ تمام زمین کو محیط ہے

(غالباً اس سے مراد Oceanic and Continental Crust کی تہہ ہے جو یقیناً پوری زمین کو محیط ہے اور یہ سب آتشی چٹانیں ہیں) اور اس کے ریشے (اس سے مراد ان Crust کے Roots ہیں جو پوری زمین کو محیط ہے اور کہیں اس کی تہہ سو میل سے کم ہے اور کہیں یہ تہہ 500 ؍میل سے بھی زیادہ ہے) زمین کے اندر اندر سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں جیسے بڑے درخت کی جڑیں دور تک اندر اندر پھیلتی ہیں۔ جس زمین پر معاذ اللہ زلزلہ کا حکم ہوتا ہے وہ پہاڑ اس جگہ کے ریشے Roots کو جنبش دیتا ہے زمین ہلنے لگتی ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد 12، صفحہ 189، مطبوعہ ممبئی انڈیا)

دوسرا مسئلہ سردار مجیب الرحمٰن خان نے 26 ؍صفر 1327ھ میں ضلع کھیری سے کیا تھا۔

سوال: نسبتِ زلزلہ مشہور ہے کہ (۱) زمین ایک شاخ (سینگ) گاؤ پر ہے کہ وہ ایک مچھلی پر کھڑی رہتی ہے جب اس کا سینگ تھک جاتا ہے تو دوسرے سینگ پر بدل کر رکھ لیتی ہے اس سے جو جنبش وحرکت ہوتی ہے اس کو زلزلہ کہتے ہیں اس میں استفسار یہ ہے کہ:

(۲) سطح زمین ایک ہی ہے اس حالت میں جنبش سب زمین کو ہونا چاہیے،

(۳) زلزلہ سب جگہ یکساں آنا چاہیے،

(۴) گزارش یہ ہے کہ کسی جگہ کم کسی جگہ پر زیادہ اور کہیں بالکل نہیں آتا،

(۵) جو کیفیت واقعی اور حالت صحیح ہو اس سے معزز فرمائیں۔ (جلد 12، صفحہ 189)

جواب: (۱) زلزلہ کا سبب مذکورہ زعم عوام محض بے اصل ہے۔ (یعنی یہ گمان باطل ہے کہ زمین گائے کی سینگ پر اور وہ مچھلی پر۔)

۲-۳-۴ کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''زمین اجزائے متفرقہ کا نام ہے (زمین ذرّات کے آپس میں جڑے رہنے سے بنی ہے اگر غور سے دیکھا جائے؛ خوردبین کے ذریعہ) تو یہ سب متفرقہ اجزا نظر آئیں گے اور ان کے درمیان جگہ (Voids) ہوتے ہیں) حرکت کا اثر بعض اجزا کو پہنچنا بعض کو نہ پہنچنا مستبعد (دور از قیاس) نہیں (زلزلہ اس لیے کہیں کم اور زیادہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ پہاڑ کوئی ایک جسم تو نہیں ذرّہ ذرّہ جڑا ہوا ہے اور اس میں بھی سوراخ ہیں اس لیے جنبش جب کہیں شروع ہوتی ہے تو وہ آگے جا کر کم سے کم ہوتی چلی جاتی ہے اس لیے زلزلہ مختلف جگہ مختلف قوت کا ہوتا ہے۔)

اہلِ سُنّت کے نزدیک ہر چیز کا سببِ اصلی محض ارادۂ اللہ عزوجل ہے جتنے اجزا کے لیے ارادہ تحریک ہوا انہیں پر اثر واقع ہوتا ہے اور بس۔'' (صفحہ 190)

آگے چل کر امام احمد رضا سببِ زلزلہ پر گفتگو فرماتے ہیں ملاحظہ کیجیے:

''خاص خاص مواقع میں زلزلے آنا دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت وخفت میں مختلف ہونا اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں، سببِ حقیقی تو وہی ارادۂ اللہ اور عالم اسباب اصلی بندوں کے معاصی۔

''مااصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیرا''

ترجمہ: تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے۔

اور وجہ وقوع کوہ قاف (یہ چیچنیا ملک کے پہاڑ کا سلسلہ ہے جو ایک طرف ہمالیہ سے مل جاتا ہے اور دوسری طرف یہ کوہ الپائن سے ملتا ہے اور پورے یورپ سے گزرتا ہے) کے ریشے (Roots) کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے جس کا نام قاف ہے (یہاں قاف سے مراد Crust لیا گیا ہے اور یہ Crust پوری زمین کو محیط ہے جس کی جڑیں Sial تک ہوتی ہیں اور یہ Sial لاوا مائع کی حالت میں ہے) کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پھیلے ہوتے ہیں کہ اس کے لیے وجہ قرار ہوں۔

جبلِ قاف جس کا دور تمام کرۂ زمین کو اپنی لپیٹ میں لیے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہیں کہیں اوپر ظاہر ہو کر پہاڑیاں ہوگئے، (یعنی Mountion Chains بن گئے جیسے ہمالیہ، الپائن وغیرہ وغیرہ) کہیں سطح تک آ کر تھم رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں (یہ Shield کے علاقے ہوتے ہیں۔

جہاں پہاڑ تو نہیں مگر وہاں کی زمین آتشی نوعیت کی ہوتی ہے اور ان پر کسی بھی قسم کی دوسری Rock نہیں ہوتی ہیں (جیسے انڈیا میں راجستھان کا علاقہ یا پاکستان میں نگر پار کا علاقہ جہاں کی زمین آتشی زمین Granite Rocks کی ہے) کہیں زمین کے اندر ہے قریب یا بعید ایسے کہ پانی کی چوان (Shore Line) سے بھی نیچے (آتشی پہاڑ کے سلسلے زمین کے نیچے کم گہرائی یا بہت گہرائی کے بعد بھی ملتے ہیں اور سمندر کے پانی کی سطح کے نیچے 7 ؍میل کے تہہ کے بعد بھی آتشی چٹانیں Oceanic Crust کی شکل میں موجود ہوتی ہیں۔

ان تینوں حالتوں میں Continental/Oceanic Crust کے اوپر نرم رسوبی Sedimentary چٹانیں پائی جاتی ہیں؛ ان مقامات میں زمین کا بالائی (اوپری) حصہ دور تک نرم

مٹی رہتا ہے، ہمارے قریب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں (کہ اوپر نرم مٹی کے پہاڑ ہیں جیسے جبل پور نینی تال یا پنجاب کے پہاڑی علاقے) مگر اندر اندر (یعنی نیچے ان کے نرم پہاڑوں کے) قاف کے رگ و ریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں (کہ اس نرم پہاڑوں کے نیچے آتشی پہاڑیاں Oceanic Crust یا Continental Crust موجود ہیں جس کی شاخیں نیچے تک جاتی ہیں اور وہاں تک جاتی ہیں جہاں لاوا مائع (Sail) کی حالت میں موجود ہے اور یہ لاوا حرکت کرتا رہتا ہے اور یہ حرکت ان Roots میں حرکت پیدا کرتی ہے اور یہ اوپر منتقل ہوتی جاتی ہے اور اوپر کی سطح تک پہنچ کر وہاں زلزلہ کا سبب بنتی ہے۔)

جس جگہ زلزلہ کے لیے ارادۂ اللہ عزوجل ہوتا ہے قاف کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔ صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو حرکت دی گئی (یعنی جہاں لاوا کی حرکت سے Crust کی Root کو حرکت ہوگی اوپر ان ہی پہاڑی علاقوں میں زلزلہ آئے گا) پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہو وہاں بقوت۔

یہاں تک کہ بعض جگہ صرف ایک دھکا سا لگ کر ختم ہو جاتا ہے اور اسی وقت دوسرے قریب مقام کے در و دیوار جھونکے لیتے ہیں اور تیسری جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے یا بعض دفع مادہ کبریتی مشتعل ہو کر شعلے نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

(امام احمد رضا یہاں Earthquake Intensity or Magnitude کے متعلق گفتگو فرما رہے ہیں اور اس کے اسکیل کے متعلق بتا رہے ہیں کہ جب زلزلہ آتا ہے تو کہیں بالکل ہلکا محسوس ہوتا ہے کہیں زمین پھٹ جاتی ہے، وہ یا تو پانی اُگل دیتی ہے یا پھر بعض دفع آتشی مادہ نکلنے لگتا ہے جو کہ آگ کی صورت میں ہی ہوتا ہے اور ساتھ ہی گڑگڑاہٹ کی بہت تیز آوازیں آتی ہیں۔)

زمین کے نیچے رطوبتوں (Liquid Magma) میں حرارتِ شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں (جو کہ پتھروں کے سوراخوں (Voides) میں موجود رہتے ہیں) اور بہت دخانی مادہ (Gaseous Vapours) ہے جنبش کے سبب منافذِ زمین متسع ہو کر وہ بخار و دخان نکلتے ہیں (یعنی جب زمین میں حرکت شروع ہو جاتی ہے تو اس کے سبب میں زمین میں دراڑیں پیدا ہوتی ہیں اور ان دراڑوں کے ذریعہ Gases یا وہ بخارات جو اندر جمع تھے باہر نکلتے ہیں دھواں دھواں ہو جاتا ہے) طبیعات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے (یعنی علم طبیعات کے ماہرین) انہیں کے ارادۂ خروج کو سببِ زلزلہ سمجھنے لگے؛ حالاں کہ ''ان کا خروج بھی سببِ زلزلہ کا مسبب ہے۔'' (جلد 12، صفحہ 191)

(یعنی ماہرینِ طبیعات تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ زلزلہ چٹانوں سے ان کے اندر کی گیس یا اور قسم کی انرجی

کے نکلنے کے سبب آتا ہے جب کہ امام احمد رضا کا موقف یہ ہے کہ زلزلے کے نتیجے میں کہیں پانی نکلتا ہے کہیں آتشی مادہ نکلتا ہے؛ کہیں گیس و بخارات خارج ہوتے ہیں اور وجہِ زلزلہ کی اصل یہ ہے کہ ان Crustat Rock کی جب Roots ہلتی ہیں تو اوپر سطح پر ان کے اثرات مرتب ہوتے ہیں جس کے باعث اور نتیجہ میں اشیا خارج ہوتی ہیں، یا آوازیں پیدا ہوتی ہیں یا زمین ہلتی ہے اور سونا اگلتی ہے۔)

آخر میں امام احمد رضا سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

''اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہوئے جس پر زمین ہے جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے اور وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری میں نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 12، صفحہ 191، بحوالہ: کتاب العقوبات از: امام ابوبکر ابن ابی الدنیا)

☆☆☆

محسنِ اہلِ سُنّت

آج اعلیٰ حضرت کا احسان صرف سنی عوام پر ہی نہیں، خانقاہوں پر بھی ہے اور درس گاہوں پر بھی۔ مناظرے کی رزم گاہوں پر بھی اعلیٰ حضرت کا احسان ہے اور دارالافتاء کی نشست گاہوں پر بھی۔ محققین بھی اعلیٰ حضرت کے محتاج ہیں اور مقررین و مصنفین بھی ان کے خوانِ علم کے خوشہ چیں، ہیں علم وفن کی کون سی شاخ ہے جس پر اعلیٰ حضرت نے گل بوٹے نہ کھلائے ہوں۔ اور فضل وکمال کی کون سی روش ہے جسے امام احمد رضا نے نہ سنوارا ہو۔ علوم نقلیہ شرعیہ ہوں یا علوم عقلیہ آلیہ ہر ہر علم میں سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری

(تصانیف امام احمد رضا، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱۲)

امام احمد رضا اور خزینۂ ایمان و عرفان ''کنز الایمان''

غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں
gmrazvi92@gmail.com
Cell. 09325028586

قوانین الٰہی کی اطاعت اور انسانیت کی رہبری کے لیے انبیاے کرام کی بعثت ہوئی اور پھر جب وقارِ آدمیت و انسانیت زوال کی انتہا کو پہنچا تو خاتم الانبیاء سید عالم رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد ہوئی اور یوں دین مکمل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی دین ٹھہرا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۱ ''بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے'' (کنز الایمان)

قرآنی انقلاب:

کتابِ حکمت قرآن مقدس کے نزول نے دین کی اکملیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی جب کہ عرب میں فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا اور اخلاقی لحاظ سے پستی میں رہ کر بھی عرب ادب کی زبان میں کلام کیا کرتے تھے اور اس قدر نازاں تھے کہ ساری دنیا کو گونگا گردانتے۔ ایسے میں قرآن مقدس کا نزول ان کے لیے ایک چیلنج ثابت ہوا اور وہ بے زبان ہو کر رہ گئے۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

عرب کا معاشرہ بڑا ابتر اور ظلم سے مکمل طور پر آلودہ تھا۔ قرآن مقدس کی بنیاد پر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو معاشرہ تشکیل فرمایا وہ ایک انقلابی اور آفاقی معاشرہ کہلایا۔ جو ظالم تھے وہ رحم دل اور نیک بن گئے، پتھر دل موم ہو گئے۔ اس کے اثرات عالم گیر تھے نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا پیغام پوری کائنات کے لیے متاثر کن ثابت ہوا۔ قرآن نے معاشرے میں انقلاب برپا کر دیا۔ شعور کو صحیح راہ دی اور علم و فن کا ذوق دلایا۔ تجربہ و مشاہدہ کی سمت مائل کیا۔ قرآن سے روشنی لے کر مسلمانوں نے سمتوں میں علم و فن کی روشنی پھیلائی اور جبینوں کے وقار کو پامال ہونے سے بچایا۔ معبود برحق کی بارگاہ میں سروں کو جھکایا۔ قوانین فطرت کا پابند بنایا۔

قرآن مقدس کی رہنمائی ایسی جامع اور عالم گیر ہے کہ ماضی، حال و مستقبل سب اس سے

فیض یاب ہیں اور ممنون کرم۔ جغرافیائی و سیاسی اور لسانی و ارضیاتی حدود و قیود قطعاً حائل نہیں اور پوری کائنات کو قرآنی ہدایات و احکام کی ضرورت ہے۔ کتاب ایسی کہ شکوک و شبہات سے بری و منزا:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۲ ''وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو'' (کنز الایمان)

ایک سازش:

نزول قرآن سے اسلام دشمن اور فطرت سے انحراف کرنے والے ادیانِ باطلہ لرز اٹھے۔ فطری دین کی تابشیں بہت جلد نہاں خانۂ دل کو روشن کرنے لگیں۔ اسلام کی دعوت کے نتیجے میں دنیا ایک عظیم و صالح انقلاب سے دوچار ہوئی تو تمام باطل قوتیں متحد ہو کر اسلام کے مقابلے پر جٹ گئیں۔ اللہ کریم کی مدد اور قرآن کی رہنمائی نے مسلمانوں کو ناکامی سے بچائے رکھا اور ہر جا مسلمان کامیاب ہوتے گئے۔ جب دو بہ دو، مقابلے میں مخالفین ناکام و نامراد ہو گئے تو قرآن مقدس کے خلاف سازشیں تیار کرنے لگے، اس کے کلام الٰہی ہونے میں شبہات پھیلانے لگے حالاں کہ پہلے ہی قرآن مقدس نے چیلنج کر رکھا تھا:

وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۳

''اور اگر تمھیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ'' (کنز الایمان)

مخالفین مبہوت ہو کر رہ گئے۔ ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ انھیں پتہ تھا کہ قرآن کا جواب نہیں اور اس کے احکام شک و شبہہ سے بالاتر ہیں، اس کے فیصلے غلطیوں سے مبرا ہیں۔ پھر بھی وہ اسلام سے مخالفت میں قرآن کے خلاف سرگرم رہے اور توہین کے حیلے بہانے تلاش کرتے رہے۔

۱۸؍ویں صدی عیسوی میں اسلام کے خلاف متحرک برطانوی سامراج نے جو خفیہ منصوبہ بنایا اس میں جو اہم نکتہ تھا اسے برٹش جاسوس ہمفرے نے اس طرح لکھا ہے: ''ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود قرآن میں کمی بیشی کر کے لوگوں کو شک میں مبتلا کیا جائے۔'' ۴ ایک اور مقام پر تحریر کرتا ہے کہ: ''قرآن میں کمی بیشی...... ایک جدید قرآن کی نشر و اشاعت۔'' ۵...... ان کی یہ سازش بارآور تو نہ ہو سکی اس لیے کہ قرآن مقدس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۶

''بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں'' (کنز الایمان)

اور یہ اعجاز ہے قرآن کا جو کسی اور کتاب کو نہ ملا اس لیے بھی کہ جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں قرآن بھی آخری پیغام جس کے احکام جاری وساری رہیں گے۔قرآن مقدس کے خلاف رچی جانے والی سازش کے دورُخ سامنے آئے:

(۱)خارجی (۲)داخلی

خارجی رُخ تو ساری دنیا کے سامنے کھلے طور پر ہے کہ کس طرح صہیونی سازشیں کام کررہی ہیں،سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وبے ادبی،قرآنی اصولوں کے خلاف معاشرے کی تشکیل، اسلامی قوانین ومبادیات پر طنز وتشنیع،تمدنی حملہ،تہذیبی وثقافتی حملہ،اسلامی مملکتوں میں سود ورشوت اور خرد برد کو رواج دینا،قرآنی احکام پر عمل سے روکنا،اسلامی مملکتوں کے معاشی وسائل پر کنٹرول،یوں ہی فلم،اخبارات،انٹرنیٹ،الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے مسلسل اسلام پر تنقید کی جارہی ہے۔

برطانوی سامراج کے سازشی نکتہ ''ایک جدید قرآن کی نشرواشاعت'' کو بہ زعم خود اس طرح عمل میں لایا گیا کہ ''فرقان الحق'' (True Furqan) کو منظر عام پر لایا گیا۔اس کی کم زوری کھل گئی اور مسلم معاشرے نے اس خود ساختہ کتاب کو مسترد کردیا۔ارشاد الٰہی ہے:

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ کے اتارے'' (کنزالایمان)

فتنوں کی بھیڑ:

یہود ونصاریٰ نے جان لیا کہ ہم اسلام کے مقابلے میں کوئی سازش بناتے ہیں،کوئی چال چلتے ہیں تو مسلمان اسے ناکام کردیتے ہیں اور ان کا بھرم کھل جاتا ہے۔پھر منصوبہ بند طریقہ یہ اپنایا کہ جو ظاہراً مسلمان رہیں وہ ہمارے کام انجام دیں۔اسلاف کی راہ چھوڑ بیٹھنے اور دینی اصولوں سے انحراف کرنے والے ایسے مسلم نما افراد کے بارے میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری تحریر فرماتے ہیں:

''بعض نوجوانوں کو جن میں حکمت کی متانت کم اور جوش وخروش زیادہ ہوتا ہے انگریز نے اپنے دام فریب میں آسانی سے اسیر کرلیا۔دیکھتے ہی دیکھتے یہ ایک ایسی کھیپ تیار ہوگئی جن کے قلب ونظر کو اغیار کی عشوہ طرازیوں نے اپنا گرویدہ بنالیا۔وہ برملا اسلامی تعلیمات کا استخفاف کرنے لگے۔ دین کے اصول،دین کے مسلمات کا انکار ان کے لیے قطعاً کوئی اہم بات نہ رہی،انھیں اپنی اسلامی تمدن سے بھی گھن آنے لگی۔''۸

اس وجہ سے کہ یہ کوئی بات کہیں گے تو نوعیت مسلمان کی سی ہوگی اور بات انگریز کی۔اس

تناظر میں جب ہم برصغیر میں انگریزی اقتدار کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جب انگریزوں نے یہاں قبضہ جمایا تو سب سے شدید مخالفت مسلمانوں نے کی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا معرکہ پیش آیا۔جس میں اصل کردار علماے حق نے ادا کیا۔پھر ایسے علما خریدے گئے جنھوں نے بارگاہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اہانت وگستاخی کی جسارت کی،ان کی پس پشت مادی منفعت و آسائش کارفرما تھی۔قرآن تو بدلنے سے رہے پھر ایسی من گڑھت تفسیریں منظر عام پر لائی گئیں کہ عقیدے کی دنیا بنجر ہوکر رہ جائے اور فکر مجروح۔اس سلسلے میں وہابیت،دیوبندیت،غیر مقلدیت، نیچریت،قادیانیت وغیرہ نوپید فرقے قابل ذکر ہیں۔جن کے لٹریچر ایسے ہی افکار سے آلودہ ہیں کہ ایمان جاتا رہے۔ان فرقوں کے پیشواؤں نے قرآن مقدس کے ترجمے بھی کیے جن کا مقصد قرآن کی اپنے فہم وعقیدے کے مطابق تعبیر پیش کرنا تھا۔ان کے اکابر نے اپنی اپنی کتابوں میں عظمت وشان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی کی جرأت کی اور کتابیں بھی شائع کیں جن سے مسلمانوں میں انتشار پھیلا،اختلاف پروان چڑھا۔انھیں علماے حق نے رجوع وتوبہ کی ترغیب دی،ان کی حرکتوں پر حکم شرع بیان کیا لیکن وہ باز نہ آئے اور اپنے فرنگی آقاؤں کی خوش نودی اور دنیوی فائدے کے لیے اپنی ایمان سوز عبارات کی تاویلیں گڑھتے رہے۔

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

دیوبند کے ایک ذمہ دار عالم مولوی عامر عثمانی نے اپنے اکابر کی کتابوں میں متنازعہ عبارتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس طرح کا ریمارک دیا ہے جو لائق غور ہے: ''ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ،فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہا پر رکھ کر آگ دے دی جائے اور صاف اعلان کردیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔''۹

دیابنہ کے اکابر نے قرآن مقدس کے جو ترجمے کیے ان میں بھی اپنے مذموم عقائد کو ملایا یوں عقیدہ وایمان کو پراگندہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔علامہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری رقم طراز ہیں:

''یوں تو قرآن کریم کا کتنے ہی علما نے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے جن میں سے مولوی محمود حسن دیوبندی (المتوفی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)،مولوی اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)، مولوی فتح محمد جالندھری،ڈپٹی نذیر احمد دہلوی اور جناب ابوالاعلیٰ مودودی کے تراجم پاک وہند میں آج

کل بڑی آب وتاب سے شائع ہو رہے ہیں اور ان حضرات کو کلام الٰہی کی ترجمانی کے علَم بردار منوانے کی بھرپور سعی کی جاتی رہی ہے لیکن انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ان حضرات نے اپنے اپنے مخصوص خیالات کو ترجمے کی آڑ میں قرآن کریم سے ثابت کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔‘‘ ۱۰

طلوع سحر:

خائف ولرزاں ہوا تجھ سے ہر اک باطل پرست
تیرے علم وفضل کی ہے کیا ہی یہ روشن دلیل

یہ بھی خدائی اہتمام تھا کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں وجود میں آنے والے فتنوں کے سدباب کے لیے ۱۸۵۶ء میں شہر بریلی میں مجدد اسلام پاسبانِ ایمان امام احمد رضا خان قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی ولادت ہوتی ہے۔

ایک طرف فتنوں کی بھیڑ تھی اور ہر ایک اسلام کے قصر رفیع میں شگاف ڈالنا چاہتا تھا۔ اسلاف کی راہوں کو چھوڑ کر نئے نئے راستے تراش لیے گئے تھے اس وقت ان فتنوں کے دامِ فریب سے امت مسلمہ کو بچانے کے لیے امام احمد رضا کی ذات میدان عمل میں آئی۔ جس طرح فاسد انقلابات کا آپ نے مقابلہ کیا اور حق کے چہرے پر غبار نہ آنے دیا اس بارے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م ۲۰۰۸ء) لکھتے ہیں:

’’امام احمد رضا متقدمین اہل سنت و جماعت کے مسلک پر قائم تھے اور اس استقامت کے ساتھ کہ زمانہ کا کوئی انقلاب ان کو متاثر نہ کر سکا حالاں کہ ان کے معاصرین میں اکثر زمانے کی رو میں بہہ گئے اور تاریخی عمل کی زد میں آ گئے مگر امام احمد رضا نے اپنی بے پناہ ہمت و استقامت اور حق تعالیٰ کی رحمت وعنایت سے تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا، زمانے سے ٹکر لی، اسلام کی خاطر اپنی جان و مال اور ناموس وشہرت کو داؤ پر لگا دیا اور بالآخر وہی سب کچھ ہوا جو ان کے مولیٰ نے چاہا، بے شک ؏

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر‘‘ ۱۱

ہند میں عہد اکبری میں جو الحاد سر اُبھارا تھا اور مشیت نے مجدد الف ثانی کو بھیجا تھا ایسے ہی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد رونما ہوا۔ اگر مجدد اسلام امام احمد رضا محدث بریلوی شعار مشرکین اور باطل تحریکات کا سدباب نہ فرماتے تو شاید ایمانی حمیت ورمق الحاد و بے دینی اور مراسم شرک کی نذر ہو کر رہ جاتی۔ علامہ ارشد القادری تحریر فرماتے ہیں:

’’تاریخ شاہد ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ، چاہے اپنے چہرے پر کتنا ہی خوب صورت نقاب ڈال کر سامنے آیا ہو اعلیٰ حضرت کے قلم کی ضرب سے پاش پاش ہو کے رہ گیا۔ باطل کی آمیزش

سے اسلام کو پاک کرنے کے لیے انھیں چومکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ فتنہ چاہے اندر کا ہو یا باہر کا ان کے قلم کی تلوار یکساں طور پر سب کے خلاف نبرد آزما رہی۔ عمل تطہیر کی اس مہم کے پیچھے نہ کسی حکومت کی سرپرستی تھی نہ کسی دولت مند کی منت پذیری۔‘‘ ۱۲

ایک ایمان افروز بہار آئی۔ ڈالیاں جھولنے لگیں۔ شاخیں جھومنے لگیں۔ ایمان کے گلستاں میں تازہ پھول کھلنے لگے۔ بلبلیں چہکنے لگیں۔ قمریاں نغمہ ریز ہو گئیں۔ امام احمد رضا نے ایک انقلاب برپا کر دیا۔ صالح اور ایمان افروز انقلاب، باطل سوز انقلاب کہ ہر طرف چاندنی پھیل گئی بہ قول مولانا بدر القادری مصباحی ؎

خونِ دل سے جس نے بزمِ دیں کو بخشی روشنی
ہند میں چاروں طرف ہے اُس کے رُخ کی چاندنی
روشنی ہی روشنی
تازگی ہی تازگی
عشق کی تابندگی
زندگی ہی زندگی
خوشبوئے ایماں لیے آئی نسیم آگہی
عشقِ سَرور کی شمیمِ جاں فزا
یوں چلی، مُرجھائے غنچے کھل گئے
قافلے صحراؤں میں بھٹکے ہوئے
گنبد خضریٰ کے رُخ پر چل پڑے ۱۳

چوں کہ اس دور میں قلم کا زور تھا۔ اسی کے ذریعے عقیدے کی عمارت میں نقب زنی کی گئی تھی تو امام احمد رضا نے قلم کے ذریعے احیا وتجدید دین کا فریضہ انجام دیا۔ ملک شیر محمد خاں لکھتے ہیں:

’’اس وقت اعلیٰ حضرت بریلوی کے علم و دانش نے زبان وقلم کے ہتھیاروں سے تجدد کی فتنہ انگیز تحریک کے خلاف صف آرائی کی اور تاریخ آج تک شہادت دے رہی ہے کہ اس منھ زور تحریک نے علم کے اسی بحر زخّار کے سامنے دم توڑ دیا۔ وہ معارف قلب وروح کے ساتھ ساتھ علوم عقلی ونقلی میں بے مثال مہارت کے حامل تھے۔ مسلمانان پاک وہند کے سواد اعظم کو ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور دیگر علماے اہل سنت کے فتویٰ جہاد کے بعد آپ ہی کی تحریک عرفان رسالت نے مجتمع کیا تھا۔‘‘ ۱۴

امام احمد رضا نے یہود ونصاریٰ کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ مشرکین کے شعار کا رد کیا۔

تہذیبی وتمدنی حملوں کا جواب دیا۔اور اسلامی معاشرے کے قیام کو یقینی بنایا۔ختم نبوت کے عقیدے پر ضرب لگانے والے مولوی قاسم نانوتوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کو دنداں شکن جواب دیا۔قرآن مقدس کی من مانی تفسیریں کرنے والوں پر قدغن لگایا اور تفہیم قرآن کے سلسلے میں رہنمائی کی اس رخ سے ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ) ایک شاہ کار ہے جس سے ایمان کی کھیتی سیراب ہوتی ہے اور عقیدے کے گلشن میں بہار آجاتی ہے۔

کنزالایمان کی جوہر پاشی:

''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' جسے امام احمد رضا نے ۱۳۳۰ھ میں مکمل فرمایا قلیل مدت میں مقبولیت وشہرت کی بلندیوں پر فائز ہوگیا۔اور ایمان سے لبریز دلوں میں بس بس گیا۔مومنوں کی نگاہوں کا نور اور دل کا سرور بن گیا۔جس میں ادبی وفنی نیز شرعی لوازمات کی پاس داری کے ساتھ ساتھ حفظ مراتب کا بھی اہتمام ہے۔ملک شیر محمد خاں لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی برصغیر پاک وہند کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنھوں نے انتہائی کدوکاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روح قرآن کی حقیقی جھلک موجود ہے۔مقام حیرت واستعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔پھر انھوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار ومعارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیا علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت وعصمت کو بہ طور خاص ملحوظ رکھا ہے۔''۱۵؎

کنزالایمان اگرچہ صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی کو املا کروایا گیا، لیکن ظاہری اہتمام کے بغیر فی البدیہہ وجود میں آنے والا یہ ترجمہ خصوصیات ومحاسن کا حامل ہے اس لیے بھی کہ اس ترجمہ کی زمانے کو ضرورت تھی۔ترجمہ جس نے فرمایا اور جس ذات نے اسے قلم بند کیا دونوں کو رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔دونوں نے اپنی اپنی زندگی اسلام کی اشاعت اور قرآنی احکام کی ترویج میں گزاری۔امام احمد رضا نے شریعت کو ہی مقدم رکھا......شریعت سے جدا راہ تلاش کرنے والوں کی خبر

لی......قرآنی احکام سے منھ موڑ جانے والوں کا محاسبا کیا......وہ عملی زندگی میں قرآنی احکام کی جھلک دیکھنا چاہتے تھے......اس لیے کہ جو قرآن سے قریب ہو جائے گا وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ سے قریب ہوجائے گا......اور اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کا پیکر بن جائے گا......قرآن مقدس کے معنٰی ومفہوم کی گہرائی وگیرائی اور اس کی اہمیت نیز اس کے جواہر کی شان سے متعلق امام شرف الدین بوصیری (م ۶۹۴ھ) فرماتے ہیں۔

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدٍ
وَفَوْقَ جَوْهَرِهِ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

ترجمہ: ان کے معانی کثرت اور زیادتی میں سمندر کی لہروں کی طرح ہیں اور حسن وجمال اور قدر وقیمت میں دریا کے موتیوں سے بڑھ کر ہیں۔۱۶؎

کنزالایمان بے شک ایمان کا خزانہ ہے......دوسروں نے متاع ایمانی کی تباہی کا سامان کیا......قرآن مقدس کے ترجمے کی آڑ میں ایمان کی کھیتی کو بنجر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا......جب کہ ''کنزالایمان'' قرآن کی ترجمانی میں نمایاں رہا......یہ ایمان کے جوہر تقسیم کرتا رہا......خوش عقیدگی کی قلمیں لگاتا رہا......ایمان کی جوت جگاتا رہا......فکر کو مہکاتا رہا......مشام جاں کو معطر کرتا رہا......علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری نے سچ فرمایا:

''قرآن مجید کے یوں تو اردو میں بہت سے ترجمے منظر عام پر آچکے ہیں لیکن کنزالایمان کے نام سے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں جو ترجمہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے کیا اس کا جواب نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اردو میں کلام الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔یہ ترجمہ ایک جانب تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے تو دوسری جانب اردو ادب کی جان، عظمت خداوندی وشان مصطفوی کا نگہبان اور حفظ مراتب کا پاسبان ہے۔واقعی یہ ترجمہ کنزالایمان یعنی ایمان کا خزانہ ہے اسی لیے تو راقم الحروف نے لکھا ہے۔

ترجمہ قرآں کا لکھا کنز ایماں کر دیا
اے مفسر! واقفِ رمزِ خدا پائندہ باد''۱۷؎

خصوصیات کی ایک جھلک:

مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی تحریر فرماتے ہیں:''دور حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنزالایمان ہے جو قرآن کا صحیح ترجمان ہونے کے ساتھ (۱) تفاسیر معتبرہ

قدیمہ کے مطابق ہے۔ (۲) اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس ہے۔ (۳) اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے۔ (۴) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے۔ (۵) عوامی لغات و بازاری بولی سے یکسر پاک ہے۔ (۶) قرآن حکیم کے اصل منشا و مراد کو بتاتا ہے۔ (۷) آیات ربانی کے انداز خطاب کو پہچواتا ہے۔ (۸) قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشان دہی کرتا ہے۔ (۹) قادر مطلق کی ردائے عزت و جلال میں نقص و عیب کا دھبا لگانے والوں کے لیے شمشیر براں ہے۔ (۱۰) حضرات انبیا کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے۔ (۱۱) عامۂ مسلمین کے لیے بامحاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے، (۱۲) لیکن علما و مشائخ کے لیے حقائق و معارف کا امنڈتا سمندر ہے۔'' ۱۸

کنزالایمان کی جامعیت کے حوالے سے علامہ شمس بریلوی (م ۱۹۹۷ء) کے ملفوظات میں ایک نفیس نکتہ نظر سے گزرا جسے بہ طور مثال یہاں درج کرتا ہوں، جامع ملفوظات پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری فرماتے ہیں:

'' (علامہ شمس بریلوی نے) احقر سے سوال کیا: قادری صاحب! یہ بتایئے کہ قرآن میں سفر معراج میں جانے کا ذکر تو سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کریمہ میں موجود ہے واپسی کا ذکر کس آیت میں ہے؟ فقیر کو فوری ذہن میں نہیں آیا۔ پھر خود ہی فرمایا کہ: قربان جایئے اعلیٰ حضرت پر اور ان کے فہم قرآن پر آپ نے سورۃ النجم کی پہلی آیت کریمہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ''اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے'' کا جو ترجمہ کیا ہے وہ اردو زبان کے تراجم میں بالکل منفرد ہے۔ آپ نے قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفر معراج سے واپسی کا اس طرح ثبوت پیش کر دیا ہے کہ داد دیے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔'' ۱۹

ڈاکٹر صابر سنبھلی نے اپنے ایک تحقیقی و علمی مقالہ میں کنزالایمان کی ادبی نقطۂ نظر سے ۸/خصوصیات بیان کی ہیں:

(۱) آیات کے تراجم میں ربط باہمی (۲) روانی (۳) سلاست (۴) اردو کا روز مرّہ (۵) اللہ (تعالیٰ) اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مراتب کا لحاظ (۶) احتیاط (۷) سوقیانہ اور بازاری الفاظ سے اجتناب (۸) سہل ممتنع ۲۰

ہمہ گیر اثرات اور مقبولیت:

از طفیل سرور ہر دو جہاں ﷺ
کنز ایماں در جہاں مشہور شد

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کی پہلی اشاعت ''نعیمی پریس'' مرادآباد میں ہوئی۔ دوسری اشاعت ''اہل سنت برقی پریس'' مرادآباد میں صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۹۴۸ء) کے تفسیری حواشی ''خزائن العرفان'' کے ساتھ ہوئی۔ پھر جب طلب بڑھتی گئی اشاعت کا دائرہ پھیلتا گیا۔ اس کی شہرت برصغیر سے نکل کر اکناف عالم میں پھیل گئی۔ ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ اردو زبان میں کسی اور ترجمۂ قرآن کو نہیں ملی جس سے مخالفین کے حواس جاتے رہے اور وہ بجائے اس سے استفادہ کے اس کی مخالفت پر اتر آئے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' جب لاکھوں کی تعداد میں مشرق و مغرب میں پھیلنے لگا تو بڑی تشویش ہوئی، یہ کوشش کی گئی الزام تراشیوں کا سہارا لے کر کم از کم عرب ملکوں میں اس پر پابندی لگوا دی جائے اور بالآخر پابندی لگادی گئی...... جب کہ ایسے مترجمین کے ترجموں پر پابندی نہ لگی جو قرآن کی اداؤں کے راز دار نہیں...... جو ترجمے کے مزاج سے واقف نہیں۔'' ۲۱

پھر عرب میں بھی اس کی عظمتوں کے گن گائے جانے لگے۔ نگاہوں سے پردے اٹھنے لگے۔ صداقت شعار اس کی طرف مائل ہونے لگے اور مطلع صاف نظر آنے لگا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے سچی اور دل لگتی بات کہی: ''مطالعہ و مشاہدہ نیک و بد اور خیر و شر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے۔ پروپیگنڈے سے کچھ وقت کے لیے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے مگر ہمیشہ کے لیے نہیں...... مطالعہ کے بعد جب جہل و لاعلمی کے پردے اٹھتے ہیں تو مطلع صاف نظر آنے لگتا ہے۔'' ۲۲...... اور ایمان کے خزانے تقسیم ہونے لگے...... اس ترجمے کے مختلف زبان میں ترجمے ہونے لگے۔ راقم نے اپنے ایک مقالے میں ایسے ۹/تراجم کا ذکر کیا ہے جن میں اکثر مطبوعہ ہیں ان میں انگریزی، بنگلہ، ڈچ، ترکی، ہندی، کرول، گجراتی، براہوی، پشتو، اور سندھی ترجمے شامل ہیں۔ کتب و مقالات بھی اس کثرت سے لکھے گئے کہ راقم نے اجمالی فہرست تیار کی تو تعداد ۶۰/ سے بڑھ گئی جب کہ جن کا علم نہیں وہ سوا ہیں اور یہ ۲۰۰۵ء کی بات ہے اس کے بعد بھی کئی اہم کام ہوئے ہیں۔ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

''ناشرین قرآن کا فیصلہ ہے کہ آج کنزالایمان جس کثرت سے پھیل رہا ہے اور جس عقیدت سے پڑھا جا رہا ہے دوسرے تمام اردو تراجم اس سے بہت پیچھے ہیں اس کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اب تک انگریزی، ہندی، بنگالی، گجراتی، پنجابی، سندھی، بلوچی، ڈچ وغیرہ متعدد زبانوں میں اسے منتقل کیا جاچکا ہے اور بہت ساری زبانوں میں اس کو منتقل کرنے پر کام جاری ہے۔'' ۲۳

ڈاکٹر صابر سنبھلی نے ''ترجمۂ کنزالایمان کا لسانی جائزہ'' کے زیر عنوان ایک تفصیلی مقالہ قلم

بند کیا ہے۔ کراچی یونی ورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نگرانی میں ''کنز الایمان اور معروف قرآنی تراجم'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ۱۹۹۳ء میں کراچی یونی ورسٹی کراچی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مقالہ ہندو پاک سے شائع ہو چکا ہے۔

کنز الایمان میں کشش ہے۔ جوہر چمکتا ہے لیکن حالات کی گرد کی تہہ جب اسے دھندلا دیتی ہے حسن کی کشش کم ہو جاتی ہے لیکن یہ وہ خزانہ ہے جس کی چمک دمک میں نشیب نظر نہیں آتا، سچ ہے وہ شمع کیا بجھے گی جسے خدائے تعالیٰ نے روشن فرمایا ہے، کنز الایمان؛ قرآن مقدس سے روشن ہوا اور ایسا کہ جہاں بھر میں مشہور ہو گیا۔ اہل علم کی نگاہوں کا نور بن گیا۔ اپنوں کی کیا بات بیگانے بھی اس کی عظمت کے معترف ہیں راقم نے اس کے مظاہر خود دیکھے۔

کچھ عرصہ قبل شیخ الازہر دکتور محمد سید طنطاوی کی سرپرستی میں چلنے والا تحقیقی ادارہ ''**مجمع البحوث الاسلامیہ**'' قاہرہ مصر نے کنز الایمان کو تحقیق کے بعد اردو زبان کا معتبر و مستند ترجمۂ قرآن قرار دیا اس سلسلے میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی کوششیں شامل ہیں۔ ازہر سے معرکہ آرا ترجمہ کے متعلق سند کے اجرا کی خبر درج ذیل عربی اخبارات میں شائع ہوئی جن کے عکس راقم کے پاس محفوظ ہیں:

(۱) صوت الازھر قاہرہ مصر، ۱۲/ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

(۲) الجمھوریۃ ۲۸/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(۳) الازھر ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

آخر الذکر نے تفصیلی خبر دی علاوہ ازیں انگریزی و فرانسیسی میں شائع ہونے والے اخبار ''الدعوۃ'' نے ۲۶/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ کے شمارے میں خبر دی۔

حزم و احتیاط:

قرآن مقدس کی ترجمانی سعادت کی بات ہے لیکن یہ بڑی احتیاط کی راہ ہے۔ یہاں صرف علم ہی کافی نہیں بلکہ شعور و فکر پر خشیت و خوف الٰہی کا ہونا بھی ضروری ہے اور دل میں احترام و محبت کا جلوہ بھی۔ علم کے ساتھ ساتھ وہ ترجمہ نگاری کے تمام اصول و ضوابط سے پوری طرح باخبر ہو، علامہ عبد الحکیم شرف قادری (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) رقم طراز ہیں:

(۱) مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس زبان اور عربی لغت کے معانی وضعیہ سے آگاہ ہو، اسے معلوم ہو کہ کون سا لفظ کس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے؟

(۲) اسے دونوں زبانوں کے اسالیب اور خصوصیات کا بھی پتا ہو۔

(۳) کسی آیت کے متعدد مطالب ہوں تو ان میں سے راجح مطلب کو اختیار کرے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کو پیش نظر رکھے اور ترجمہ میں کوئی ایسا لفظ نہ لائے جو بارگاہ الٰہی کے شایانِ شان نہ ہو۔[۲۴]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کردہ اصولوں کے پیش نظر دو مثالیں درج کر دی جائیں۔ پہلی عظمت الٰہی عزوجل سے متعلق ہے اور دوسری عظمت سیدنا آدم علیہ السلام سے متعلق۔

پہلی مثال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ [۲۵]

''البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا'' (ترجمہ از مولوی محمود حسن دیوبندی)

اللہ تعالیٰ کی طرف دغا کی نسبت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انھیں غافل کر کے مارے گا'' (کنز الایمان)

منافقین اللہ تعالیٰ کو دغا نہیں دے سکتے کیوں کہ وہ تو **عالم الغیب و الشھادۃ** ہے، وہ ہر ظاہر اور مخفی امر کو جانتا ہے، اسے کون دھوکہ دے سکتا ہے؟ ہاں منافقین دھوکہ دینے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں، اگر چہ انھیں اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی، **وَهُوَ خَادِعُهُمْ** کا کتنا عمدہ اور صحیح ترجمہ ہے کہ:

''وہی انھیں غافل کر کے مارے گا۔''[۲۶]

دوسری مثال: عصمت انبیا کا تقاضا ہے کہ ان کا ادب و احترام بجا لایا جائے، آیت مبارکہ:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى [۲۷] کے دو ترجمے دیکھیں پھر کنز الایمان کا ایمان افروز ترجمہ۔

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے''

ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی: ''اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے''

اول الذکر نے حضرت آدم علیہ السلام کی ذات سے ''قصور'' اور ''غلطی'' کا انتساب کیا جب کہ آخر الذکر نے ''نافرمانی'' اور ''گمراہی'' کا۔ اور یہ عصمت انبیا کے موافق اور شایان شان نہیں جب کہ امام احمد رضا نے جو ترجمہ کیا اس میں ترجمہ کے قواعد کا اہتمام بھی ہے اور عصمت انبیا کا پاس بھی:

''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی'' (کنز الایمان)

اختتامیہ:

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو مقبولیت عطا کی۔ آپ کے ترجمۂ قرآن کو مقبولیت عطا کی۔ ایسی مقبولیت کہ بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ پھیلتی ہی جا رہی ہے۔ امام احمد رضا ایسے مقبول تھے کہ حرمین کے

اکابر علما تعظیم بجالاتے، مدح میں زبان تر رہتی۔ مکہ معظمہ کے جلیل القدر عالم مولانا عبدالحق الہ آبادی کے تلمیذ مولانا محمد کریم الفنجابی (مدینہ منورہ) فرماتے ہیں:

"میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں ان میں اہل اصلاح، اہل تقویٰ سب ہوتے ہیں انھیں دیکھا ہے کہ وہ بلدۂ مبارکہ کی گلیوں میں گھومتے ہیں کوئی ان کی طرف دھیان نہیں کرتا لیکن آپ کی مقبولیت کی عجیب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علما، عظما آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں اور تعظیم بجالانے میں جلدی کر رہے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔"[۲۸]

جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے امام احمد رضا کی خدمات سے آشنائی بڑھتی جارہی ہے اور تطہیر فکر کا عمل برابر جاری ہے اور کنزالایمان کی عظمت وشہرت کے نقوش گہرے ہوتے جارہے ہیں، اس خزانے کی چمک دمک سے نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں اور باطن بھی روشن لاریب:

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

☆☆☆

حوالہ جات:

(۱) سورۃ آل عمران:۱۹

(۲) سورۃ البقرۃ:۲

(۳) سورۃ البقرۃ:۲۳

(۴) ہمفرے کے اعترافات، رضوی کتاب گھر دہلی، ص ۱۱۶

(۵) مرجع سابق: ۱۳۰

(۶) سورۃ الحجر:۹

(۷) سورۃ یونس:۳۷

(۸) پیر محمد کرم شاہ ازہری، مولانا، ماہ نامہ ضیائے حرم لاہور، دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۵۸

(۹) ارشد القادری، علامہ، زلزلہ، مکتبۂ جام نور دہلی (تبصرہ برزلزلہ از مولوی عامر عثمانی) ص ۲۳

(۱۰) عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری، علامہ، سیرت امام احمد رضا، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کشمیر ۲۰۰۷ء، ص ۱۰

(۱۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۳۶

(۱۲) ارشد القادری، علامہ، تقدیم سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۲ء، ص ۱۳

(۱۳) بدرالقادری، مولانا، امام احمد رضا کون؟ مشمولہ یادگار رضا سال نامہ ۲۰۰۵ء، رضا اکیڈمی ممبئی،

ص ۱۱۸-۱۱۹

(۱۴) ملک شیر محمد خاں، محاسن کنزالایمان، کنزالایمان سوسائٹی آزاد کشمیر ۲۰۰۴ء، ص ۱۷

(۱۵) مرجع سابق، ص ۲۲

(۱۶) نفیس احمد مصباحی، مولانا، کشف بردہ، المجمع القادری مبارک پور ۲۰۰۵ء، ص ۳۱۱

(۱۷) عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری، علامہ، خصائص کنزالایمان، مشمولہ ماہ نامہ قاری دہلی، مئی ۱۹۹۰ء، ص ۴۹

(۱۸) بدرالدین احمد قادری، علامہ، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۲ء، ص ۳۶۶

(۱۹) مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، ملفوظات شمس، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۳ء، ص ۶۴-۶۵

(۲۰) صابر سنبھلی، ڈاکٹر، سہ ماہی افکار رضا ممبئی، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۱۶

(۲۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، مقدمہ البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، رضا اسلامک فاؤنڈیشن بھیونڈی، ص ۱۴-۱۵

(۲۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، آئینۂ رضویات، مرتبہ محمد عبدالستار طاہر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۶۱

(۲۳) محمد عبدالمبین نعمانی قادری، مولانا، خاتمۃ الطبع مشمولہ کنزالایمان، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۹۹۱

(۲۴) محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، مقالات رضویہ، المجمع المصباحی مبارک پور ۲۰۰۰ء، ص ۲۹

(۲۵) سورۃ النساء:۱۴۲

(۲۶) محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، مقالات رضویہ، المجمع المصباحی مبارک پور ۲۰۰۰ء، ص ۲۹

(۲۷) سورۃ طٰہٰ:۱۲۱

(۲۸) احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، مترجم محمد احسان الحق رضوی، مولانا، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی، ص ۱۰۳

"تدریس التوقیت (معروف بہ معلم التوقیت) لکھتے وقت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا رسالہ **نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب و الوصال** نظر سے گزرا۔ دراصل اسی رسالے نے مجھے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ ولادت کی تحقیق پر مائل کیا۔"

حبیب الرحمٰن خان صابری

(مقدمہ مفتاح التقویم، مطبوعہ ترقی اردو بورڈ، دہلی)

مکتوبات امام ربانی پر امام احمد رضا کے تبصرے

مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی
مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، باسنی، ناگور شریف (راجستھان)
09461380418

مولانا اسلم رضا قادری اہلِ سُنّت کے سنجیدہ نوجوان قلم کاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ کئی ایک کتابوں کے علاوہ مضامین ومقالات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کردار وگفتار کے اعتبار سے بھی عمدہ اوصاف کے حامل ہیں۔ مفتی ولی محمد رضوی باسنی ناگور راجستھان کے صاحب زادے ہیں۔ دینی وعلمی کاموں کے لیے وافر ذوق رکھتے ہیں۔ اس تحریر میں حضرت مجدد الف ثانی کے حوالے سے نگارشاتِ اعلیٰ حضرت میں جو تحقیقی نکات ذکر ہوئے ہیں ان کی ایک جھلک دکھا دی ہے۔ اس پہلو سے ابھی کئی ایک جلوے اہلِ قلم کی توجہ کے منتظر ہیں۔ مزید کچھ لکھے جانے کی ضرورت ہے۔ مجدد الف ثانی کی تعلیمات وافکار کا مطالعہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ امام احمد رضا نے تعلیماتِ مجددیہ کی اپنے عہد میں یاد تازہ کردی۔ اس پہلو سے یہ مقالہ قابلِ مطالعہ ہے اور اہمیت کا حامل بھی۔ -مرتب

مجدد الف ثانی حضرت سیدنا شیخ احمد فاروقی نقش بندی سرہندی قدس سرہٗ (ولادت: شوال ۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء- وصال: ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی باکمال شخصیت ہر اعتبار سے عالم آشکار ہے۔ انھوں نے اپنے عہد میں عقیدۂ توحید ورسالت، احترامِ نبوت، عقیدۂ ختم نبوت، ردِ بدعات ومنکرات اور مراسمِ تصوف میں غیر ضروری افکار کی اصلاح جیسے اہم کارنامے انجام دیے؛ وہ تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔ اکبری الحاد کے سامنے آپ نے کتاب وسُنّت کی روشنی میں اشاعتِ حق کا فریضہ جس کمال وخوبی اور استقامت ودیانت کے ساتھ انجام دیا وہ ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے، یہ بھی ایک زمینی حقیقت ہے کہ ایسے عظیم وجلیل کارنامے ہر کوئی انجام نہیں دے سکتا بلکہ خداوند قدوس مذہب اسلام کی پاس بانی وترجمانی اور اس کی حقانیت وصداقت پر مبنی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ کے لیے اپنے کچھ مخصوص بندوں کو منتخب فرمالیتا ہے اور انھیں استقامت علی الشریعہ کا ایک نیا جوش وحوصلہ عطا فرماتا ہے تاکہ وہ ہر جگہ حق وباطل کے درمیان فرق امتیاز واضح کرکے افرادِ انسانی کو گمراہیت وبدمذہبیت، شیطانی مکروفریب

اور اس کی دسیسہ کاریوں سے دور ونفور رکھ کر ان کی صحیح رہ نمائی ودستگیری کرکے اسلام وسُنّیت کی حقیقی روح ان کے اذہان وقلوب میں راسخ کردیں؛ جس کی روشن تعبیرات کے سائے میں وہ مستقبل کے فتنوں سے قبل از وقت آگاہ ہوکر اپنے عقیدہ ومذہب کی حفاظت کرسکیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی عالم گیر شخصیت بھی اسی تناظر میں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، جن کا علمی وروحانی فیض کسی ایک طبقہ کے لیے مخصوص ومحدود نہ تھا بلکہ وہ ایسے فیض رساں بزرگ اور شیخِ طریقت تھے جن کے یہاں ہر کوئی اپنا دامن گوہرِ مراد سے بھر لے جاتا تھا۔ انھوں نے اپنی عالمانہ وعارفانہ اور مصلحانہ دعوت وتبلیغ اور ارشاد وہدایت سے کتنے ہی کفر وشرک میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو اسلام کا حقیقی نور عطا فرمایا، اور بے شمار گم راہوں کو صراطِ مستقیم کی دولت سے بہرہ ور فرمایا، حکومتی سطح پر اُٹھنے والے ہر فتنے کا جواب دیا، اسلام دشمن عناصر کی بیخ کنی فرمائی، اسلامی عقائد ومعمولات کے خلاف اُٹھنے والی ہر آواز کا نہایت جواں مردی اور بہادری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرکے اسلام کی روشن تعلیمات کو عام کیا، ان کا ذاتی اور شخصی فیض ہر ایک کو حاصل ہوا، اربابِ سیاست، اصحابِ حکومت، امرا وحکما، علمائے کرام، ساداتِ عظام، پیرانِ کرام، یہاں تک کہ بعض اہلِ کفر وشرک کو بھی آپ نے ہدایت بھرے مکتوبات روانہ کیے تاکہ وہ بھی اسلام کے نور سے فیض پاسکیں۔ آج بھی مشاہدہ کی آنکھ سے اس حقیقت کا نظارہ کیا جاسکتا ہے کہ آستانۂ عالیہ (سرہند، پنجاب) پر ہر طبقے سے متعلق فرد حاضر ہوکر عقیدت کے پھول پیش کرتا ہے؛ یہ وہ خدائی مقبولیت ہے جو اللہ تعالیٰ اولیا وصوفیا کو خصوصی طور پر عطا فرماتا ہے۔

مجدّد الف ثانی کے تجدیدی کارنامے: حدیث شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انّ اللّٰہ تعالیٰ یبعث لھٰذہٖ الامة علیٰ رأس کل مائةِ سنةٍ من یجدّد لھا دینھا. (مشکوٰۃ، ص ۳۶، کتاب العلم)

’’بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کے دین کی تجدید فرمائے گا۔‘‘

شارحینِ حدیث فرماتے ہیں: اس سے مراد حق وصداقت کا اظہار اور بدعت وضلالت کا ازالہ ہے، جو کسی بھی مجدد کا اہم کارنامہ ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے لقب مبارک ’’مجدد الف ثانی‘‘ سے ہی یہ بات متحقق ہوجاتی ہے کہ آپ نے اپنے عہد میں ہر اُٹھنے والے فتنے کا دنداں شکن جواب دیا، جبھی تو آج تین صدیاں گزر گئیں آپ کی خداداد مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ اکبر نے چند علمائے سوء (اہلِ بدعت وضلالت) کے زیر اثر جس فتنے کی بنیاد ڈالی تھی جس

کا نام اس نے ''دین الٰہی'' رکھا جسے اس کے چند زرخرید درباریوں کے سوا کسی نے قبول نہ کیا اور اسے اپنے منہ کی کھانی پڑی، چلا تھا اسلام کے نور کو مٹانے؛ خود ہی مٹ گیا، اس کے اس ''دین الٰہی'' کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو کھلے عام تنقید کا نشانہ بنایا گیا، وحی الٰہی کا مذاق اڑایا گیا، قیامت اور حشر ونشر کے تصورات کو نشانۂ تضحیک بنایا گیا، اللہ جل وعلا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال کردہ چیزوں کو حرام، اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیا گیا، خطبۂ جمعہ سے صحابۂ کرام کے مبارک اسما نکال دیے گئے، مجوسیت کو عام کیا گیا، اس طرح کی کئی بدعات وخرافات کو رواج دیا گیا، جن کا حضرت مجدد صاحب نے اپنے مکتوبات شریف میں شدید رد فرمایا۔ چند مکتوبات کے اہم اقتباسات ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وجامعیت کے متعلق حضرت مجدد لکھتے ہیں:

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع ہیں اور وہ کتاب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے بطریقۂ اعتدال تمام آسمانی کتابوں کی جو تمام انبیاے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں بطورِ خلاصہ ان کی جامع اور اسمائی وصفاتی کمالات کی مظہر ہے، نیز وہ شریعت جو سرور دین ودنیا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، اس شریعت کی تکذیب کرنا اور اس کے مطابق اعمال بجا نہ لانا تمام پہلی شریعتوں کی تکذیب ہے اور تمام پہلی شریعتوں کے مطابق عمل نہ کرنا ہے، اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار تمام اسمائی وصفاتی کمالات کا انکار ہے اور آپ کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے تو لازمی طور پر آپ کے منکر اور اس شریعت کے منکر بدترین امم ہیں۔'' (مکتوباتِ امام ربانی، ص ۱۰۸۔۱۰۹، مکتوب ۹۷، حصہ دوم)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی اطاعت وپیروی کے متعلق حضرت مجدد لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو سلامتی عطا کرے، تمہارے سینے کو کشادہ کرے، تمہارے نفس کو پاکیزگی عطا کرے اور تمہارے بدن پوست کو نرم کرے، یہ سب کچھ بلکہ روح، سر، خفی، اخفی کے تمام کمالات کا حصول حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور پیروی کے ساتھ وابستہ ہے، لہٰذا تم پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفاے راشدین جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں، کی متابعت لازم وضروری ہے کیوں کہ خلفاے راشدین ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں تو جس کو ان کی پیروی کا شرف نصیب ہوگیا وہ عظیم کام یابی سے ہم کنار ہوگیا اور جس کی سرشت میں ان کی مخالفت ڈال دی وہ دور کی گم راہی میں جا پڑا۔'' (مکتوباتِ امام

ربانی، ص ۹۷، مکتوب ۲۵، حصہ اول)

مزید لکھتے ہیں: ''اس بات پر یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدترین وہ گروہ ہے جو پیغمبر علیہ السلام کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بُغض وعناد رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود اس گروہ کو کفار کے نام سے یاد کرتا ہے: لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ. (مکتوب ۵۴)

اہلِ سُنّت وجماعت کی حقانیت واتباع اور اہلِ بدعت وضلالت کی صحبت وفساد کے متعلق حضرت مجدد قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''اے نجابت وسعادت آثار! سب سے پہلے آدمی کو فرقۂ ناجیہ اہلِ سُنّت وجماعت کی رائے کے مطابق جو کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہے عقیدے کا دُرست کرنا لازمی ہے تاکہ اُخروی نجات وکام یابی مقصود ہو سکے، اور بد اعتقادی جو اہلِ سُنّت وجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے سم قاتل ہے، جو ابدی موت اور دائمی عذاب تک پہنچاتی ہے، اگر عمل میں کچھ کوتاہی اور سُستی ہو تو اس کی بخشش کی امید ہو سکتی ہے لیکن اگر عقیدے میں سُستی ہو تو اس کی معافی کی امید نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کفر وشرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ جسے چاہے معاف کردے۔''

(مکتوباتِ امام ربانی، ص ۶۲، مکتوب ۶۷، حصہ ہفتم)

حشر ونشر اور عذاب قبر کے متعلق لکھتے ہیں: ''عذابِ قبر اور اس کی تنگی اور قبر میں منکر نکیر کے سوالات، دنیا کا فنا ہونا، آسمانوں کا پھٹنا، ستاروں کا گرنا، زمین اور پہاڑوں کا اُٹھالیا جانا، اور اُن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور حشر ونشر اور روح کا جسم میں واپس آنا اور قیامت کا زلزلہ اور قیامت کی ہول ناکیاں، اعمال کا محاسبہ وغیرہ سب صحیح ہیں۔'' (مکتوباتِ امام ربانی، ص ۶۶، مکتوب ۶۷، حصہ ہفتم)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال کردہ چیزوں کو حلال جاننا اور حرام کردہ چیزوں کو حرام جاننا بندۂ مومن پر لازم ہے اس کے متعلق حضرت مجدد لکھتے ہیں:

''اور جہاں تک ہو سکے شرعی ممنوعات سے پرہیز کرنا چاہیے اور خداے تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کو سم قاتل سمجھنا چاہیے اور اپنی کوتاہیوں کو مدنظر رکھنا چاہیے اور ان کے ارتکاب سے شرمندہ ومُنفعل ہونا چاہیے، اور ندامت وافسوس کرنا چاہیے کہ بندگی کا طریقہ یہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور جو آدمی خداے تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کا بے تحاشا ارتکاب کرے اور اپنی اس بداعمالی پر شرمندہ بھی نہ ہو تو ایسا آدمی متکبر اور سرکش ہے، اس کا یہ اصرار اور سرکشی قریب ہے کہ اسے اسلام کے دائرے سے باہر لے جائے اور دشمنوں کے دائرے میں داخل کردے، اے رب ہمارے! ہمیں اپنی

جناب سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر دے۔'' (مرجع سابق، ص ۷۴-۷۵)

مزید لکھتے ہیں: ''اور شرعی حلال وحرام میں بہت احتیاط کرنی چاہیے، جس چیز سے بھی صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اپنے آپ کو اس سے بچائے اور اگر سلامتی مطلوب ہے تو حدودِ شرعی کی حفاظت کرنی چاہیے اور شریعت کے اوامر ونواہی کے مطابق کام کریں اور اپنے آپ کو آخرت کے طرح طرح کے عذابوں سے ڈرائیں۔'' (مرجع سابق، ص ۵۶، مکتوب ۱۷، حصہ ہشتم)

سجدۂ تعظیمی ہماری شریعت میں حرام ہے، اس کے متعلق حضرت مجدد اپنا قولِ فیصل لکھتے ہیں:

''اے بھائی! سجدہ جو کہ زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے نہایت درجہ کی ذلت اور انکساری کا متضمن ہے اور کمال درجہ کی عاجزی اور تواضع پر مشتمل ہے، لہٰذا اس قسم کی تواضع کو اللہ تعالیٰ جلّ سلطانہٗ کی عبادت سے مخصوص کر رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیے جائز نہیں رکھا ہے۔''

(مکتوباتِ امام ربانی، ص ۱۱۸، مکتوب ۹۲، حصہ ہفتم)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''مسلمان، اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان۔ جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزّ جلالہٗ کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین وکفرِ مبین، اور سجدۂ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین۔''

(الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، ۹/۳۱۳، نصف آخر، رضا اکیڈمی ممبئی)

ایسے سخت ترین حالات میں اللہ تعالیٰ نے سرہند شریف سے حضرت مجدد صاحب کو اس کی سرکوبی کے لیے بیدار کیا، پھر آپ نے اپنی صوفیانہ اور داعیانہ دعوت وتبلیغ سے اکبر کے فتنے کی ایسی سرکوبی فرمائی کہ اس کا یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے زمیں بوس ہو کر رہ گیا اور اسلام کی حقانیت کا نور ہر طرف چھا گیا، آج نہ اکبر کا کوئی وجود ہے اور نہ ہی اس کے خود ساختہ ''دینِ الٰہی'' کا کوئی نام ونشاں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی حیات وخدمات سے یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی مانند عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ کی سیرت کا ایک ایک گوشہ احیائے سُنّت اور تجدیدِ ملت سے موسوم ہے۔ شریعت وطریقت میں بعض بے عمل صوفیوں نے جو تفریق پیدا کر دی تھی مجدد صاحب نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس حقیقت کو واشگاف فرمایا کہ شریعت وطریقت کوئی دو راہیں نہیں ہیں، جو ان میں تفریق کرتا ہے وہ ضرور شیطان کا مسخرہ ہے۔ مکتوبات شریف میں شریعت پر استقامت اور اس کی دُنیوی واُخروی سعادتوں وبرکتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ظاہر کو ظاہرِ شریعت غرّا سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ رکھنا بہت

بڑا کام ہے، دیکھیے کس صاحبِ قسمت کو ان دونوں عظیم نعمتوں سے مشرف کرتے ہیں، آج ان دونسبتوں کا جمع ہونا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت نہایت ہی نادر بات ہے، یہ چیز کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے، اللہ تعالیٰ اپنے کمالِ کرم سے ظاہراً باطناً حضور سید اوّلین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔'' (مکتوباتِ امام ربانی، ص ۱۱۸، مکتوب ۸۳، حصہ دوم)

مزید لکھتے ہیں: ''شریعت کے تین جز ہیں: (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جز نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں ہو پاتی اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق سبحانہٗ کی رضا جو تمام دُنیوی واُخروی سعادتوں سے فائق واعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگئی۔ ورضوانٌ من اللہ اکبر - اس لیے شریعت تمام دُنیوی واُخروی سعادتوں کی ضامن وکفیل ہے اور کوئی ایسا مطلب ومقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو، طریقت وحقیقت جس کے ساتھ صوفیاے کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں، اِن دونوں سے شریعت کے تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے، لہٰذا اِن دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اَمر جو شریعت کے علاوہ ہو۔''

(مکتوباتِ امام ربانی، ص ۱۲۶، مکتوب ۳۶، حصہ اول)

شریعت وطریقت اور حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد لکھتے ہیں: ''زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت وحقیقت ہے، اگر دل سے یہ نفی تکلف اور مشقّت سے ہے تو طریقت ہے، اور اگر بے تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے، تو فی الحقیقت باطن، جسے طریقت اور حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں ظاہر کو وہی جو شریعت ہے تمام وکمال تک پہنچانے والا ہے۔'' (مکتوباتِ امام ربانی، ص ۲۶، مکتوب ۴۱، حصہ دوم)

اس طرح آپ نے اپنے متعدد 'مکتوبات شریف' کے ذریعہ شریعت وطریقت کی جامعیت، ضرورت واہمیت کو بیان کر کے بدعملی اور بدکرداری کا انسداد فرمایا اور جاہل صوفیوں کی مکاریوں، فریب کاریوں سے دینِ متین کا تحفظ فرمایا، تاکہ عوام الناس ان کے کردار وعمل سے دھوکا نہ کھائے اور اپنا ایمان برباد نہ کر بیٹھے۔

علماے حق (اہلِ سُنّت وجماعت) اور علماے سوء (اہل بدعت وضلالت) کے متعلق لکھتے ہیں: ''آج جب کہ دولت ونعمتِ اسلام کے آگے رکاوٹوں کے زوال کی خوش خبری اور اسلامی بادشاہ کے بیٹھنے کی بشارت خاص وعام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے، اہلِ اسلام اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بادشاہ کے مددومعاون بنیں، ترویجِ شریعت اور تقویتِ دولتِ اسلام کی طرف رہ نمائی کریں، یہ امداد وتقویت خواہ زبان سے میسر آئے خواہ ہاتھ سے، نعمتِ اسلام کی سب سے اوّلین مدد یہ ہے کہ مسائلِ شرعیہ کی وضاحت کی جائے، کتاب وسُنّت اور اجماعِ امت کے عقائدِ کلامی کا اظہار کیا جائے تاکہ کوئی بدعتی اور گم

راہ درمیان میں پڑ کر راستہ نہ روک دے اور کام کو فساد میں نہ ڈال دے، اس قسم کی امداد علماے حق (اہلِ سُنّت وجماعت) کے ساتھ مخصوص ہے جن کا رجحان آخرت کی طرف ہے، دنیا پرست علما جن کا مقصود کمینی دنیا ہے ان کی صحبت زہرِ قاتل ہے اور ان کی بدی کا فساد دوسروں کو بھی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے- عالم کہ کامرانی وتن پروری کند......او خود گم است کرا رہ بری کند- جو عالم صرف اپنے کام اور پیٹ پالنے میں مصروف ہے، وہ خود گم راہ ہے دوسروں کی کیا رہ بری کرے گا۔

زمانۂ ماضی میں جو بلا وآفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی وہ انھیں علماے سوء (اہلِ بدعت وضلالت) کی شومی کی بدولت تھی، بادشاہوں کو یہی علماے سوء (اہلِ بدعت وضلالت) راہِ راست سے بھٹکاتے ہیں، بہتر فرقے جو گم راہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتدیٰ یہی علماے سوء (اہلِ بدعت وضلالت) ہیں۔" (مکتوباتِ امام ربانی، ص ۴۴، مکتوب ۴۷، حصہ دوم)

ایک دوسرے مکتوب میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ اربابِ حکومت کو لکھتے ہیں: "اربابِ تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علماے اہلِ سُنّت وجماعت شکر اللہ سعیہم کی راؤں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں کیوں کہ عاقبت کی نجات ان ہی بزرگواروں کی بے خطا راؤں کی تابع داری پر موقوف ہے اور فرقۂ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابع دار حضرات ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں اور ان علوم سے جو کتاب وسُنّت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب وسُنّت سے اخذ کیے ہیں، اور سمجھے ہیں کیوں کہ ہر بدعتی وگم راہ بھی اپنے فاسد عقائد کو اپنے خیالِ فاسد میں کتاب وسُنّت سے ہی اخذ کرتا ہے، پس ان کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔" (مکتوباتِ امام ربانی، ص ۱۱۷، مکتوب ۱۹۳، حصہ سوم)

اسی مکتوب میں آگے اپنے درد وکرب کا اظہار اس طرح کرتے ہیں: "میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے، آج اس کی تقویت میں ایک چیتل کا صرف کرنا کروڑ ہا روپیوں کے بدلے قبول کرتے ہیں، دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف فرماتے ہیں، دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے، لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہوتا جاتا ہے اہلِ بیت کے آپ جیسے جواں مردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے؛ کیوں کہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کی خانہ زاد ہے، اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے عارضی، حقیقت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اسی عظیم القدر اَمر کے حاصل کرنے میں ہے، اسلام اور اہلِ اسلام کی عزت، کفر اور اہلِ کفر کی خواری میں ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہِ اسلام کو ان بدمذہبوں کی بری رَسموں سے مطلع کریں اور ان کے دور کرنے میں کوشش کریں، شاید بادشاہ کو ان

بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو، اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علماے اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ آ کر اہلِ کفر کی برائی ظاہر کریں، کیوں کہ احکامِ شرعی کی تبلیغ کے لیے خوارق وکرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں قیامت کے دن کوئی عذر نہ سنیں گے کہ تصرف کے بغیر احکامِ شرعی کی تبلیغ نہ کی۔" (مرجع سابق، ص ۱۱۸، حصہ سوم، مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ دہلی ۱۹۸۸ء)

مکتوبات امام ربانی کی دینی اور تاریخی حیثیت: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الربانی کے مکتوبات بڑے گراں قدر اور اہلِ سُنّت وجماعت کا عظیم سرمایہ ہیں جن کو ہر دور میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان سے استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔ یہ مکتوبات تین دفتروں پر مشتمل ہیں جن کی تعداد ۵۳۶ ہے، پہلا دفتر "دار المعرفت" کے نام سے موسوم ہے، جس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں، دوسرا دفتر "نور الخلائق" کے نام سے موسوم ہے اس میں ۹۹ مکتوبات شامل ہیں، تیسرا دفتر "معرفت الحقائق" کے نام سے منسوب ہے جس میں ۱۲۴ مکتوبات اشاعت پذیر ہیں۔ مکتوباتِ امام ربانی جس اہتمامِ شان کے ساتھ لکھے گئے ہیں وہ ایک بے مثال اور قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ مکتوباتِ امام ربانی کے متعلق امامِ اہلِ سُنّت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ کے گراں قدر اور وقیع تاثرات ملاحظہ ہوں:

"مکتوبات مثل اور کتب مشائخ کے ہے، اور تفصیل عقائد اہلِ سُنّت وبیانِ مسائل نفیسہ فقہ وکلام کے سبب بہت کتب پر مزیّت ہے۔" (فتاویٰ رضویہ: ۱۲/۲۱۴)

مکتوبات شریف کے متعلق حضرت حکیم محمد موسیٰ امرت سری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقش بندی سرہندی قدس سرہ السامی کے مکتوبات شریف کتبِ تصوف میں نہایت بلند درجہ رکھتے ہیں، حضرت شیخ نے ان کو مجددانہ شان اور مجتہدانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے، ان میں بیان فرمودہ اسرار ومعارف کو ملاحظہ کر کے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ اس فن میں درجۂ امامت ومقامِ اجتہاد پر فائز ہیں، مکتوباتِ قدسیہ میں زیادہ تعداد ایسے مکاتیب کی ہے جو مسائلِ شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت پر مشتمل ہیں اور بعض میں مصلحانہ اور مجددانہ انداز میں جادۂ شریعت سے ہٹے ہوئے صوفیۂ خام کی غلط روش اور ان کے ناپسندیدہ افعال پر تنقید کی گئی ہے، علماے سوء کی جاہ پسندی سے اسلام کو جو نقصانِ عظیم پہنچ رہا تھا اس پر اظہار تاسف کیا گیا ہے، اکبر بادشاہ اور اس کے ملحد امرا کے کفریہ عقائد کی وجہ سے دین مبین پر جو مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں ان کے دفعیہ کے لیے امرا، علما اور صوفیا کو متوجہ کیا گیا ہے، ہندوؤں سے میل جول سے مسلمانوں میں جو قبیح رسوم رائج ہو گئی تھیں ان سے اجتناب اور بدعت کو محو کر کے سُنّت کو زندہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ غیر مقلد شیخ

مبارک کے بیٹوں ابوالفضل اورفیضی کے ملحدانہ خیالات اورناپاک عزائم کے اثراتِ بد، روافض، خوارج، نواصب و دیگر فرقِ باطلہ کے برے عقائد کے مفاسد ومضار کے استیصال کی کوشش کی گئی ہے۔ تفضیلیہ کو اہلِ سُنّت و جماعت سے خارج بتایا گیا ہے، عقائد اہلِ سُنّت پر پختگی سے کار بند رہتے ہوئے حضراتِ اہلِ بیت، شیخین، ختنین اور جملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت واحترام کا سبق دیا گیا ہے، غرض یہ کہ سیکڑوں مسائلِ شریعت وطریقت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ہر مکتوب کا لب لباب یہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبے پر مکمل طور پر نافذ کرلیا جائے، شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا جائے، جو طریقت مخالفِ شریعت ہے وہ الحاد وزندقہ ہے۔'' (مکتوباتِ امام ربانی، ص۲۱، مقدمہ، اردو)

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی (کراچی) مکتوبات کی دینی و تاریخی اہمیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''مکاتیب خاص امتیازی شان رکھتے ہیں، یہ تین مجلدات میں ہیں، ان کے مطالعہ سے روح کو تازگی اور دل کو زندگی ملتی ہے، تعمیرِ سیرت کے لیے ان مکاتیب کا مطالعہ ضروری ہے۔ مکتوباتِ امام ربانی کی مجموعی تعداد تقریباً ۶۳۴ رہے، بعض مکاتیب تو طویل مقالات ہیں، مکتوبات کا فارسی متن ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں دہلی سے شائع ہوا، پھر ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۰ء میں امرت سر سے نہایت ہی نفیس ایڈیشن شائع ہوا، متعدد اردو ترجمے بھی شائع ہوئے۔ عربی ترجمہ ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں مکہ مکرمہ سے شائع ہوا، پھر فارسی متن ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۳ء میں استنبول (ترکی) سے شائع ہوا، اُس کے بعد عربی ترجمہ بھی وہیں سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے مکتوبات کے منتخبات کا انگریزی ترجمہ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں کراچی سے شائع کیا۔ مکتوبات کی شروح وحواشی بھی لکھے گئے، مکتوبات شریف پر بعض فضلا نے ڈاکٹریٹ بھی کیا ہے؛ مثلاً ڈاکٹر سراج احمد نے کراچی یونی ورسٹی اور ڈاکٹر بابر بیگ مطالی نے پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے ڈاکٹریٹ کیا۔ 'مکتوباتِ امام ربانی' علوم وفنون کا ایک خزانہ ہے، اس کی روشنی میں بہت سے قدیم وجدید موضوعات پر ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے۔'' (مجدد الف ثانی حالات، افکار وخدمات، ص۱۹۳۔۱۹۵)

مولانا عبدالحکیم خاں اختر مجددی نقش بندی شاہ جہاں پوری (لاہور، پاکستان) مکتوبات کے بے نظیر امتیازات سے متعلق لکھتے ہیں:

''سرمایۂ ملت کے ایک عدیم المثال نگہ بان یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات جو تین دفتروں کے اندر ہیں وہ فارسی نثر میں علوم وعرفان اور رشد وہدایت کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے۔ فارسی نظم میں جس طرح مثنوی مولانا روم کا پورے اسلامی لٹریچر میں جواب نہیں اِسی طرح فارسی نثر میں مکتوباتِ امام ربانی بھی ایسا عدیم المثال نصابِ ہدایت ہے جس کی نظیر شاید چشمِ فلکِ

کہن نے اِس میدان میں آج تک نہ دیکھی ہو۔''

(حرفِ آغاز، الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب، از امام اہلِ سُنّت امام احمد رضا بریلوی، ص۷۔۸)

مکتوبات شریف کی جتنی ضرورت واہمیت خود حضرت مجدد صاحب کے دور میں تھی اس سے کہیں زیادہ آج ہے، کیوں کہ آج بھی بے دینی اور بدمذہبی کو پھیلایا جارہا ہے اور قسم قسم کے فتنوں میں امت مبتلا ہے، اس لیے حضرت مجدد کے ان علمی اور تحقیقی مکتوبات کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جانا چاہیے، کیوں کہ آپ کی تحریر میں جاذبیت وکشش ہے، اور کیوں نہ ہو کہ وہ عالمِ اسلام کے عظیم مجدد و پاس بان ہیں، ان کی روحانیت آج بھی کام کررہی ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے فتاویٰ وکتب میں آپ کے مکتوباتِ شریفہ سے استفادہ کرکے ان پر جو تحقیقی وتنقیدی تبصرات رقم کیے ہیں وہ ایک تحقیق طلب کام ہے، جو ابھی تک کسی محقق کی راہ دیکھ رہا ہے، امید ہے کہ راقم کی اس تھوڑی سی کوشش کو دیکھ کر ہمارا کوئی محقق اس عظیم کام کا بیڑا اٹھانے کو تیار ہوجائے اور مذکورہ عنوان پر ایک ضخیم کتاب تیار کرکے بابِ رضویات میں ایک نئے عنوان کا اضافہ کردے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے یہ وقیع تبصرے ان لوگوں کو ٹھنڈے دل سے پڑھنے چاہئیں جو حضرت مجدد صاحب کی شخصیت اور ان کی مجددانہ خدمات سے متاثر ہیں تاکہ انھیں بھی معلوم ہوجائے کہ امام احمد رضا قادری بریلوی نے دین میں کسی نئی فکر کی بنیاد نہیں ڈالی ہے، بلکہ اسی فکر کو عام کیا ہے جو اجلہ علما وصوفیا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الربانی کی فکر تھی، اگر اسی فکر عام کرنے کو کوئی نئی فکر سے تعبیر کرتا ہے تو ضرور وہ ابھی تک آپ کی شانِ تجدید وفقاہت سے کماحقہٗ واقف نہیں ہے، اس کے لیے مفید مشورہ ہے کہ پہلے افکارِ رضا کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کرے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری تمام سلاسلِ طریقت کو جس طرح احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اسی فکر وروش کو آج عام کرنے کی ضرورت ہے، دیکھئے حضرت مجدد صاحب سلسلۂ نقش بند کے شیخِ طریقت تھے، مگر اعلیٰ حضرت نے ان کو کیسے آداب والقابات اور عظیم خطابات سے یاد فرمایا، ایک جگہ لکھا: ''ولی، مجدد، امام، مجتہد'' (برکات الامداد، ص۲۲) اور پھر آپ کے مکتوبات کے حوالے اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں نقل فرمائے، اس سے بڑی عقیدت ومحبت کی اور کون سی بات ہوسکتی ہے؟ اس کے باوجود بھی بعض نقش بندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ہمارے مجدد صاحب کو اچھی طرح یاد نہیں کیا ہے انھیں آپ کی ان تحریرات کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے ان شاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی اور دل روشن ہوجائیں گے۔ اور یہ حقیقت آشکار ہوجائے گی کہ جس طرح ردِ بدعات ومنکرات میں حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی نقش بندی سرہندی کی نمایاں خدمات ہیں اسی طرح قادری بزرگ مجدد اعظم امام

احمد رضا بریلوی کے بھی بے لوث تجدیدی کارنامے ہیں؛ جن سے ہماری مذہبی واسلامی تاریخ کے اوراق چمک رہے ہیں، خداے تعالیٰ ہمیں اسلافِ کرام کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الربانی کی حیات کا ایک ایک گوشہ اتباعِ شریعت وسُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شاد وآباد تھا، یہی وجہ ہے آپ کی ہمہ جہت اور عالم گیر شخصیت تین صدیوں کے بعد بھی آفتاب وماہ تاب کی طرح چمک رہی ہے اور آج بھی قلوبِ انسانی کو چمکا رہی ہے۔

مرزا مظہر جانِ جاناں اپنے مکتوب پانزدہم میں لکھتے ہیں: ''حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نائب کامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اند بنائے طریقہ خود را اتباع کتاب وسُنّت گذاشتہ اند وعلمائے در اثبات رفع سبابہ رسالہا مشتمل بر احادیث صحیحہ وروایات فقہیہ حنفیہ تصنیف کردہ اند تا بجائیکہ حضرت شاہ یحیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرزند اصغر حضرت مجدد نیز دریں باب رسالہ تحریر نمودہ اند ودر نفی رفع یک حدیث بہ ثبوت نہ رسیدہ فع محض بر بنائے تقلید آئمہ حنفیہ فرمودہ اند، وآں ہم بجر دتقدیم ظاہر الرّ وایہ بر نوادر وترک اتباع احادیث صحیحہ صریحہ کثیرہ بمقابلۂ روایت ظاہرۂ فقہیہ، ایں بار سالہ'' الکوکبۃ الشہابیۃ '' دیدن دارد، بعونہٖ تعالیٰ بر وہابیہ لہابیہ آتش قہر بارد، وباللہ التوفیق۔'' (برکات الامداد لاھل الاستمداد، ص ۲۱-۲۲)

(ترجمہ) حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی کتاب وسُنّت اور اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاری، علماے کرام نے احادیثِ صحیحہ اور حنفی روایات فقہیہ کی روشنی میں تشہد میں سبابہ انگلی کے اٹھانے کے اثبات میں رسالے تصنیف فرمائے یہاں تک کہ آپ کے فرزند اصغر حضرت شاہ یحیٰ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس موضوع پر مکمل ایک رسالہ لکھا اور ثابت کیا کہ ترک رفع سبابہ پر ایک حدیث بھی ثبوت تک نہ پہنچی لیکن اس کے باوجود بھی حضرت مجدد صاحب کا انگلی نہ اٹھانا یہ صرف آپ کا فقہی اجتہاد تھا جب کہ سُنّت اجتہاد پر مقدم ہے،

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں: ''یہ ایسی بات ہے جو جناب مرزا صاحب نے اپنے اجتہاد کی بنا پر کہی ہے، ورنہ حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات اس بات پر شاہدِ عدل ہیں کہ آپ نے تشہد کے اندر سبابہ انگلی اُٹھانا صرف اور صرف ائمۂ حنفیہ کی تقلید کی بنا پر ترک فرمایا تھا اور یہ صرف ظاہر الروایہ کا نوادر پر مقدم ہونے اور احادیثِ صحیحہ صریحہ کثیرہ کی اتباع کی وجہ سے تھا، اس کی مکمل بحث ہمارے رسالہ ''الکوکبۃ الشہابیۃ ''میں دیکھی جاسکتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہابیہ لہابیہ پر روشن آگ کی طرح ہے۔''

مکتوباتِ امام ربانی پر امام احمد رضا کے تبصرے : اب آیے مکتوباتِ امام ربانی پر امام احمد رضا کے تبصرے ملاحظہ کیجیے اور اپنے قلوب کو مجددین کی محبت سے سرشار کیجیے، کیوں کہ

اکابر علما کی محبت کا درس خود مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صوفیا و اولیا نے دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سُنّت بڑے آداب و القاب کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقش بندی سرہندی قدس سرہٗ کا حوالہ نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تمام خاندانِ دہلی کے آقاے نعمت وخداوند دولت ومرجع ومنتہیٰ ومفرغ وملجا وسید ومولیٰ جناب شیخ مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد اول میں فرماتے ہیں: ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست تا کدام دولت مند را بآن سعادت مستسعد سازند''، اسی میں ہے: ''مخدوما مقصد اقصیٰ ومطلب اسنیٰ وصول بجناب قدس خداوندی ست جلّ سلطانہٗ، لیکن چو طالب در ابتدا بواسطۂ تعلقات شتی در کمال تدنس وتنزل ست وجناب قدس اوتعالیٰ درنہایت تنزہ وترفع ومناسبتے کہ سبب افاضہ واستفاضہ ست، درمیان مطلوب وطالب مسلوب ست لاجرم از پیر راہ دان راہ بین چارہ نمودہ کہ برزخ بود (الیٰ قولہٖ) پس در ابتدا ودر توسط مطلوب را بے آئینہ پیر نتواں دید''، جلد دوم میں فرمایا: ''نسبت رابطہ ہموار شار ابا صاحب رابطہ می دارد، و واسطۂ فیوض انعکاسی می شود شکر ایں نعمتِ عظمیٰ بجا باید آورد''، جلد سوم میں لکھا: ''پرسیدہ بودند کہ لم ایں چیست کہ چوں در نسبت رابطہ فتور میردو دراتیان سائر طاعات التذاذ نمی یابد، بدانند کہ ہماں وجہ یکہ سبب فتور رابطہ گشتہ است، مانع التذاذ ست (الیٰ قولہٖ) استغفار باید تا بکرم اللہ سبحانہٗ اثر آن مرتفع گردد۔''

(ترجمہ) وصول کے طریقے سے اقرب ترین طریقہ رابطہ ہے کہ بہت سے اس دولت ابدی سے بہرہ ور ہوئے، اے میرے مخدوم! سب سے بڑا اور اعلیٰ مقصد اللہ تعالیٰ تک رسائی ہے لیکن کوئی طالب ابتدائی مرحلہ میں دنیاوی مشاغل کی وجہ سے انتہائی کثافت اور کہتری میں ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ پاک اور بہت بلند ہے اس وجہ سے طالب ومطلوب کے درمیان فیض کے حصول وعطا کے لیے کوئی مناسبت نہیں ہے لہٰذا ضروری ہے کہ راستہ جاننے اور دیکھنے والا مرشد واسطہ بنے، (اور یہاں تک فرمایا) اور ابتدائی اور درمیانے مرحلے میں پیر کے آئینہ کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتا، تمہارے رابطہ کی نسبت صاحبِ رابطہ (تصورِ شیخ) کے ساتھ ہم وار ہو جائے اور فیوض کا واسطہ عکس ڈالے تو اس عظیم نعمت کا شکر بجالانا چاہیے، آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ جب رابطہ والی نسبت میں فتور ہو جائے تو تمام عبادات کی لذت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یاد رکھو کہ جس سے رابطہ میں فتور آتا ہے وہی لذت سے مانع ہو جاتی ہے (اور بعد میں فرمایا) اس موقع پر استغفار کرنا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس مانع اثر کو اٹھا دے۔ اور ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو جائے جو انھوں نے مکتوبات کی جلد دوم مکتوب

سیم میں فرمایا: خواجہ محمد اشرف درزمش نسبت رابطہ رانوشتہ بودند کہ سجدے استیلا یافتہ است کہ درصلوات آں مسجود خودمی داندومی بیندواگرفرضاً نفی کند منتفی نمی گردد، محبت اطوار ایں دولت متمنائے طلاب است از ہزاراں یکے رامگر بد ہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبۃ سبب تحمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات اوراجذب نماید، رابطہ راچرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجودلہٗ، چرا محاریب ومساجد رانفی نکنند ظہور ایں قسم دولت سعادت منداں رامیسر است تا درجمیع احوال صاحبِ رابطہ رامتوسط خوددانند ودرجمیع اوقات متوجہ او باشند نہ در رنگ جماعہ بے دولت کہ خود را مستغنی دانند وقبلہ توجہ از شیخ خود منحرف سازند ومعاملۂ خود رابرہم زنند۔'' (ترجمہ) خواجہ محمد اشرف ورزش نے رابطہ (تصورِ شیخ کی نسبت) لکھا ہے کہ اس کا اس حدتک غلبہ ہے کہ نمازوں میں اپنا مسجود جانتے اور دیکھتے ہیں اگر اس رابطہ کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو بھی ختم نہیں ہوتا (تو اس پر آپ نے فرمایا:) اس دولت کے حصول کی خواہش ہزاروں طالبوں کی تمنا ہے مگر کسی ایک کو عطا ہوتی ہے، اس کیفیت والا شیخ سے مکمل مناسبت کے لیے مستعد ہوتا ہے وہ امید کرتا ہے کہ اپنے مقتدیٰ شیخ کی صحبت کی کمی اس کے تمام کمالات کو جذب کردے گی لوگ رابطہ (تصورِ شیخ) کی نفی کیوں کرتے ہیں حالاں کہ وہ مسجود الیہ ہے مسجودلہٗ نہیں ہے، یہ لوگ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالاں کہ وہ مسجود الیہ ہیں) اس قسم کی دولت کا ظہور سعادت مندوں کو نصیب ہوتا ہے حتیٰ کہ تمام احوال میں وہ صاحبِ رابطہ (شیخ) کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں اور ہمہ وقت اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس بے دولت جماعت کی طرح نہیں ہوتے جو اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی جانتے ہیں اور اپنی توجہ کا قبلہ شیخ سے پھیر کر خودسر ہوجاتے ہیں۔''...... مکتوب نقل کرنے کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی اس طرح تبصرہ فرماتے ہیں:

''الحمدللہ! اس عبارتِ باہرہ کا ایک ایک کلمۂ قاہرہ ازبیخ برکن نجدیت باہرہ ہے، **وللّٰہ الحجۃ الظاھر**۔'' (**الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرّابطۃ**، ص۱۱۔۱۲، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئ ۱۴۱۸ھ)

مزید امام احمد رضا لکھتے ہیں: ''یہاں بھی تین ڈبل شرک ہیں، ہر ایک اگلے باٹوں سے ہزار من کا، مرید نے لکھا کہ تصورِ شیخ اس قدر غالب ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا ہے صورت شیخ ہی کو سجدہ نظر آتا ہے، جناب شیخ مجدد نے فرمایا یہ دولت سعادت مندوں کو ملتی ہے طالبانِ حق کو اس دولت کی تمنا ہوتی ہے ایک شرک، اور کتنا بھاری شرک تمام احوال میں شیخ کو اپنا متوسط جانو وہ شرک، نماز وغیرہ ہر حال و ہر وقت میں پیر کی طرف متوجہ ہو تین شرک، اب یاد کر اپنا وہ کفری بول کہ نماز میں پیر وغیرہ یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا چنین وچناں ہے اور منجر بشرک۔ ناظرین! آپ نے جانا کہ بے سعادت کون ہے جسے جناب مجدد صاحب بے دولت وتباہ کار بتارہے ہیں، ہاں وہ

یہی بے دولت ہے، ''صراط مستقیم'' میں کہتا ہے: از جملہ اشغال مبتدعہ شغل برزخ ست'' (ص۱۳۰) بدعت والے اشغال میں سے برزخ کا شغل بھی ہے۔ اسی میں ہے: صاف صورت پرستی ست۔'' (ص۱۱) یہ صاف صورت پرستی ہے۔ فقیر غفرلہٗ تعالیٰ نے خاص اس مسئلہ میں ایک نفیس رسالہ مسمّٰی ''**الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرّابطۃ**'' لکھا اس میں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم کے بعض کلمات اور ائمۂ کرام وعلماے عظام کے تیس ارشادات سے اس شغل کا جواز ثابت کیا، اس بے دولت کے نزدیک وہ سب معاذاللہ بدعتی تصویر پرست ہیں جب تو جناب شیخ مجدد نے تباہ کار، منحرف بتایا۔''

(**الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ**، ص۵۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئ ۱۴۲۹ھ)

حضرت خواجہ محمد اشرف نقش بندی علیہ الرحمہ کے متعلق مجدد صاحب کا جو قول ہے اس کے متعلق امام احمد رضا لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ! کہاں تو اس شخص کا وہ کفری بول کہ نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آیا اور خاکش بدہن شرک نے منھ پھیلایا، نہ فقط نماز برباد کہ ایمان ہی ابتر، تف برروئے کافروش وکفران کے (بدگویوں کی) طرف خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کے نہ صرف تصور بلکہ ہمہ تن اس میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر، (اصل عبارت ''صراط مستقیم'' میں اس طرح ہے: ''صرف ہمت درنماز بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق درخیال گاؤ وخر خود۔'' ص۸۶، مطبوعہ المکتبۃ السّلفیہ لاہور) اور کہاں شیخِ طریقت آقائے نعمت وخداوند دولت خاندانِ دہلی حضرت شیخ مجدد کا یہ واشگاف قول: ''کہ تصورصورتِ شیخ سے غافل نہ ہو نمازوں، عبادتوں سب وقتوں حالتوں میں اسی کی طرف متوجہ رہو اگرچہ عین نماز میں اسی صورت کو سجدہ محسوس ہو کہ وہ قبلۂ عبادت ہے نہ مسجودلہٗ جو اس قبلہ سے پھرا وہ بے دولت تباہ ہوا، اس کا کام برباد گیا، تصورِ شیخ کی ایسی دولت سعادت مندوں کو ملتی ہے، طالبانِ خدا کو اس کی بہت تمنا رہتی ہے، غرض وہ بول یہ قول باہم لڑے ہیں کفروشرک کے عقاب پر تولے کھڑے ہیں، دیکھئے وہابی صاحب کدھر ڈالتے ہیں اُدھر جھکاتے ہیں یا اِدھر ڈالتے ہیں یا- دامن یار رفت از دست- یا ایں دلِ زار رفت از دست......''

(**سلّ السّیوف الھندیہ علیٰ کفریات بابا النجدیہ**، ص۱۶۔۱۷، رضا اکیڈمی ممبئ ۱۴۱۸ھ)

مجدد اعظم امام اہلِ سُنّت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں: ''اشقیا (وہابیہ) کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً شرک وظلم ہے، شریعت نے

برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کردی ہے، لہٰذا مورد پر مقتصر رہے گی باقی اسی اصل حکم پر شرک وبدعت حرام ٹھہرے گی، فلہٰذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھرا سر پر، قہر درویش بجان درویش ماننی پڑی، وہ بھی فقط ظاہراً نہ دل سے، جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا، خدا جانے شریعت کو کیا ہوگیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم، اور اس پر دور ونزدیک سے پکارنا رکھ دیا، خیر قہراً جبراً التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر انشاے معنیٰ کا ارادہ نہ کرنا، وہ دیکھو امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حکم لگا رہے ہیں کہ: ''صرف ہمت درنماز بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق درخیال گاؤ وخر خود۔'' (ص ۸۶، مطبوعہ المکتبۃ السّلفیہ لاہور)

نماز میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ حتیٰ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ صَرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہوجانے سے کئی درجہ بدتر ہے'' لہٰذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں ''**السَّلام علیک ایّھا النّبی ورحمۃُ اللّٰہ وبرکاتہٗ**'' سے حکایتِ لفظ کا ارادہ کرے قصدِ معنیٰ نہ کرے، تصریح کرتے ہیں کہ دور سے یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔'' مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم عین ایمان، ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوبِ شرع، تو جو کچھ بھی، جس طرح بھی، جس وقت بھی، جس جگہ بھی تعظیمِ اقدس کے لیے بجالائے خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز ومندوب ومستحب ومرغوب ومطلوب وپسندیدہ وخوب ہے جب تک اس خاص سے نہی نہ آئی ہو، جب تک اس خاص میں کوئی حرجِ شرعی نہ ہو، وہ سب اُس اطلاق ارشادِ الٰہی ''**وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ**'' میں داخل اور امتثالِ حکمِ الٰہی کا فضلِ جلیل اسے شامل ہے، لہٰذا ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب وتعظیم حبیب ربُّ العالمین جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق ومنسک متوسط وفتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے: **کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسناً** جس قدر بھی ادب وعزت میں کامل ہوا تنا ہی زیادہ اچھا ہے۔ امام ابن حجر مکی ''جوہر منظّم'' میں فرماتے ہیں: **تعظیم النبی ﷺ بجمیع الانواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللّٰہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عندمن نور اللّٰہ ابصارھم** وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام وصورتوں کو امرِ مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہرگز باری تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا کوئی

پہلو نہیں۔'' (**نھج السلامہ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامۃ**، ص۲۴۔۲۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۲۹ھ)

جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں: ''بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) بتقریبِ زیارتِ مزار شریف بہ بلدۂ محروسہ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارتِ مزار شریف ایشاں رفتہ بود، ودر اثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدّسۂ ایشاں ظاہر گشت، واز کمال غریب نوازی نسبت خاصۂ خود کہ بہ حضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند۔''

ترجمہ: حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی خواجہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا، عید کے دن آپ کے مزار پر زیارت کے لیے حاضر ہوا، مزار شریف کی طرف توجہ کے دوران حضرت کی مقدس روحانیت سے کامل التفات رونما ہوا، اور کمالِ غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی اس سے مجھے خوب حصہ عطا فرمایا۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ مکتوب نقل کرنے کے بعد اپنا تبصرہ اس طرح رقم فرماتے ہیں: ''تنبیہ! لفظ بتقریب زیارت مزار شریف-الخ۔ ملحوظ رہے اور یوں ہی غریب نواز بھی، کہ حضرت خواجۂ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہنے سے متعصّبانِ طائفہ چڑھتے ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، ۳۱۱/۴/ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، ص ۱۵۸)

مکتوبات شیخ مجدد الف ثانی، ج ا، مکتوب ۳۱۲، ص ۴۴۸ رمیں ہے: ''مخدوما! احادیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام در باب جواز اشارت بسا بہ بسیار وادر شدہ اند وبعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ؛ وغیر ظاہر مذہب ست وآنچہ امام محمد شیبانی گفتہ: **کان رسول اللّٰہ ﷺ یشیر ویصنع کما یصنع النبی علیہ وعلیٰ اٰلہٖ الصلوٰۃ والسلام ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما** از روایات نوادر ست نہ روایات اصول، **وفی المحیط اختلف المشائخ فیہ منھم من قال لایشیر ومنھم من قال یشیر وقد قیل سنۃ وقیل مستحب والصحیح حرام** ہرگاہ درروایات معتبر حرمت اشارت واقع شدہ باشد، وبر کراہت اشارت فتویٰ دادہ باشند، ما مقلدان را نمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت دراشارت نمائیم، مرتکب ایں امر از حنفیہ یا علمائے مجتہدین را علم احادیث معروفۂ جواز اشارت اثبات نمی نماید یا انگارد کہ اینہا بمقتضائے آرائے خود برخلاف احادیث حکم کردہ اند، ہر دوشق فاسدست، تجویز نکند آں را مگر سفیہ یا

معاند، ظاہر اصول اصحاب ما عدم اشارت ست، سُنّت علمائے ما تقدم شدہ، حسن ظن ما بہ ایں اکابر آں ست تا دلیل برایشاں ظاہر نشدہ است حکم بحرمت یا کراہت نہ کردہ اند غایت مافی الباب مارا علم بہ آں دلیل نیست وایں معنیٰ مستلزم قدح اکابر نیست اگر کسے گوید کہ ما علم بخلاف آں دلیل داریم، گوییم کہ علم مقلد در اثبات حل وحرمت معتبر نیست دریں باب ظن معتبر ست، احادیث را ایں اکابر بواسطۂ قرب ووفور علم وحصول ورع وتقویٰ از ما دور افتادگاں بہتر دانستند وصحت وسقم ونسخ وعدم آنہارا بیش تر از ما می شناختند، البتہ وجہ موجہ داشتہ باشند در ترک عمل بمقتضائے ایں احادیث علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام وآنچہ از امام اعظم منقول است: کہ اگر حدیثے مخالف قول من بیائید بر حدیث عمل نمائید، مراد از حدیثی ست کہ بحضرت امام نرسیدہ است وبنا بر عدم علم ایں حدیث حکم برخلاف آں فرمودہ است واحادیث اشارت ازاں قبیل نیست، اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت نیز فتویٰ دادہ اند بمقتضائے فتاوائے متعارضہ بہر طرف عمل مجوز باشد؟ گوییم اگر تعارض در جواز وعدم جواز واقع شود ترجیح عدم جواز راست۔''

ترجمہ: ''میرے مخدوم! حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شہادت کی انگلی سے اشارے کی بابت بہت وارد ہیں اور فقہِ حنفی کی بعض روایات بھی اس سلسلہ میں آئی ہیں، اور وہ ظاہر مذہب پر نہیں ہیں اور حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کیا کرتے تھے، اور امام محمد بھی اس طرح کرتے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، اور پھر انھوں نے فرمایا: یہی میرا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے، یہ نقل نادر روایات میں سے ہے نہ کہ اصولی روایات میں سے۔ اور محیط میں ہے: اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، اور بعض نے فرمایا: اشارہ کرے اور اس کو سُنّت بھی کہا، بعض نے مستحب کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ حرام ہے۔ ہرگاہ کہ معتبر روایات میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہے اور اشارہ کی کراہت پر فتویٰ دیا گیا ہے، ہم مقلدین حضرات کو یہ حق نہیں کہ احادیث کے مقتضا پر عمل کریں اور اشارہ کرنے کی جرأت کریں، اس چیز کے مرتکب کو چاہیے کہ احناف یا مجتہدین کو معروف احادیث سے اشارہ کے جواز کا اثبات کرے یا پھر واضح کرے کہ وہ اپنی رائے سے احادیث کے خلاف حکم کر رہے ہیں جب کہ دونوں شقیں فاسد ہیں، ان کو بے وقوف یا معاند کے بغیر کوئی بھی جائز نہیں کرے گا، ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول اشارہ نہ کرنا ہے، پس عدم اشارہ ہی ہمارے متقدمین علما کی سُنّت ہے، ہم ان اکابرین کے ساتھ حسنِ ظن ہی رکھیں گے؛ جب تک کوئی دلیل ظاہر نہ ہو جائے، اس باب کے اندر ہمارے علم کا اس حرمت یا کراہت کے بارے میں کوئی اعتبار نہیں ہے، اور یہ معنیٰ اکابرین کی شایانِ شان کے لائق بھی نہیں کہ کوئی کہے کہ ہم ان کے خلاف دلیل رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ مقلد کا علم اس کی حلت یا حرمت

کے اثبات میں معتبر نہیں ہے، یہاں صرف ظن معتبر ہے کیوں کہ وہ اکابرین احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وفورِ علم، زہد وتقویٰ کے ذریعہ ہم سے زیادہ جانتے تھے اور صحت وسقم، نسخ وعدم کو وہ ہم سے زیادہ سمجھتے تھے، یقیناً وہ ان احادیث کے مقتضا کے ترک پر کوئی مؤثر وجہ پیش نظر رکھتے تھے اور یہ جو حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے: ''اگر میرے کسی قول کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث ہی پر عمل کرو۔'' اس سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام تک نہ پہنچی اور آپ نے اس حدیث پر عدم اطلاع کی بنا پر ایسا حکم فرمادیا، اور اشارہ والی حدیثیں اس قبیل سے نہیں ہیں، اگر یوں کہیں کہ بعض علمائے احناف اشارہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں تو اختلاف فتاویٰ کے وقت جواز والے حکم پر عمل کرنا جائز ہے، تو ہم جواب میں کہیں گے کہ اگر جواز اور عدم جواز میں کسی قسم کا کوئی تعارض ہو تو ترجیح عدم جواز کو ہے۔''

اس طویل مکتوب کو ملاحظہ کرنے کے بعد امام احمد رضا قادری برکاتی کا طویل تبصرہ ملاحظہ کیجیے، کس انداز میں حضرت شیخ مجدد صاحب کے مکتوب کی تشریح فرمائی ہے اور گمراہانِ زمانہ کی کیسی خبر لی ہے۔ واقعی یہ ایسا اسلوبِ تنقید ہے جو امام احمد رضا ہی کا حق تھا، جن لوگوں کو آج حضرت شیخ مجدد کی عارفانہ شخصیت پر فخر ہے وہ ذرا امام احمد رضا کی آپ سے اس والہانہ عقیدت کو بھی پیشِ نظر رکھیں پھر سوچیں کہ وہ سلسلۂ نقش بندیہ کے اس عظیم پاس بان ومجدد سے کیسی اُلفت وعقیدت رکھنے والے تھے، آپ کسی بھی سلسلہ سے ذاتی عداوت نہیں رکھتے، اس کے باوجود ان کے خلاف ایسی باتیں کرنا ہرگز قرینِ قیاس نہیں ہے، حضرت شیخ کا مکتوب جس قدر اہمیت کا حامل ہے اسی طرح امام احمد رضا کا یہ تبصرہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اب ذرا حضرات غیر مقلدین کانوں سے ٹینٹ، آنکھوں سے جالے ہٹا کر یہ دھوم دھامی عبارت سُنیں اور اس کے تیور دیکھیں، جناب شیخِ سلسلہ کو صاف اقرار ہے کہ دربارۂ اشارہ احادیثِ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت آئی ہیں اور وہ حدیثیں معروف ومشہور ہیں مگر ہمارے یہاں اصول مذہب میں اشارے کا ذکر نہیں اور ہمارے علما کی سُنّت عدم اشارہ ہے، ہماری فقہ میں مکروہ ٹھہرا ہے لہٰذا ہمیں احادیث کے مطابق عمل کرنا جائز نہیں، معاذ اللہ اس بھاری شرک تقلیدی کو کچھ کہیے کہ مذہب کے مقابل احادیثِ صحیحہ مشہورہ کو نہیں مانتے اور سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں اپنے مولویوں کی سُنّت پیش کرتے ہیں اور جو حنفی مذہبِ حنفی کے خلاف کسی حدیث پر عمل کرے اسے بے عقل، ہٹ دھرم بتاتے ہیں، مزہ یہ کہ یہ مسئلہ خود مذہبِ حنفی میں متفق علیہا نہیں، آپ ہی اقرار فرماتے ہیں کہ مشائخ کو اختلاف ہے، جواز واستحباب وسُنّیتِ اشارہ کے بھی قائل ہوئے یہاں تک کہ ائمہ

کا فتویٰ بھی حدیثوں کے موافق موجود، حتیٰ کہ خود امام مذہب امام محمد نے تصریح فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرمایا کرتے اور ہم وہی کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، اور فرماتے ہیں یہی مذہب میرا اور امام ابوحنیفہ کا ہے، مگر ازانجا کہ یہ روایت نوادر کی ہے اس پر بھی نظر نہ ہوگی، نہ اختلاف مشائخ وفتویٰ پر لحاظ ہوگا، صرف اس لیے کہ ظاہر الروایہ میں ذکر نہ آیا، حرمت مرجح اور اِس کے خلاف صحیح ومشہور حدیثوں پر ہمیں عمل نہیں پہنچتا۔ ایمان سے کہنا ایمانِ ترکِ تقلید کا کہیں تسمہ بھی لگا رہا؟ اب شخص مذکور کے جبروتی احکام سُنئے کہ خاص اپنے پیر سلسلہ حضرت شیخ مجدد کو بمقابلۂ مذہب احادیث چھوڑنے اور سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل سُنّتِ علما کی سند پکڑنے پر کیا کیا جلی کٹی بے نقط سناتا ہے: ''جو کوئی کسی امام یا مجتہد کی بات کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے، حدیث کے مقابل قول کی سند پکڑے، سوایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے'' (تقویۃ الایمان، ص۲۸۔۲۹، مطبوعہ علیمی، اندرون لوہاری گیٹ لاہور)۔ ''اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں، کوئی پہلوں کی رسموں کو، کوئی مولویوں کی باتوں کو، جوانھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالیں، سند پکڑتے ہیں۔'' (ایضاً، ص۲)۔ ''رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے۔'' (ایضاً، ص۳)۔ ''اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں، سبب یہ کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر غلط سلط رسموں کی سند پکڑی، پیغمبر خدا کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے۔'' (ایضاً، ص۴)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ؛ اسمٰعیل دہلوی کی سخت گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''افسوس! حضرت شیخ مجدد صاحب کو کیا خبر تھی کہ ہمارے سلسلہ میں ایسے فرزند دلبند سعادت مند پیدا ہونے والے ہیں جو ہماری معرفت وولایت بالائے طاق سرے سے اصل ایمان میں خلل بتائیں گے، معاذ اللہ کافر مشرک نصرانی بتائیں گے، شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کیا جانتے تھے کہ ہماری نسل میں وہ ہونہار سپوت اٹھنے کو ہیں جو ہماری پیری، پدری، استادی درکنار عیاذاً باللہ کفر وشرک سے قبر پاٹیں گے، ہمیں سے پیدا ہو کر ہماری ہی مسلمانی کی جڑ کاٹیں گے، ازماست کہ برماست ''ہم سے ہی ہمارے خلاف ہے'' اللہ تعالیٰ گندہ کرنے والی مچھلی سے بچائے۔ بدنام کنندۂ نکونامے چند۔ بہت سے نیک ناموں کو تو نے بدنام کیا''۔

زنان باردر گر مار زانید ... بہ از طفلے کہ نا ہنجار زانید

حاملہ عورتیں اگر سانپ جنیں تو ناہنجار بچہ جننے سے وہ بہتر ہے۔

غرض کہاں تک گنیے، انبیا ومرسلین وملائکہ وصحابہ وائمہ وسائر مسلمین وتمام جہان وخود رب العالمین تک جو شرک کے چھینٹے پہنچے تھے، خاندانِ دہلی کا ایک ایک بزرگ، عالم، صوفی، پیشوا، بوڑھا سب اسی ہولی کی پچکاریوں میں رنگا ہوا ہے۔ حضرات وہابیہ سے استفسار کہ اپنے امام کا ساتھ دے کر شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب جناب شیخ مجدد صاحب سب کو کھلم کھلا مشرک مان لوگے، یا کچھ ایمان، دھرم کا خیال کر کے اس مصنوعی امام کو گم راہ، بد دین ومکفر مسلمین ومورد لزوم ہزاراں کفر جانو گے، میں عبث تشقیق کرتا ہوں بلکہ شق ثانی ہر طرح لازم، اگر اسی کو اختیار کیجیے اور خدا ایسا ہی کرے جب تو ظاہر، ورنہ شقِ اول پر جب وہ حضرات معاذ اللہ سب مشرک ٹھہرے اور یہ ان کا مداح، ان کا معتقد، ان کا مرید، ان کا مقلد انھیں امام سمجھے، پیشوا مانے، ولی کہے، مقبولِ خدا جانے تو آپ لزوم کفر سے کب محفوظ رہ سکتا ہے؟ کہ جو شخص مشرکین کو ایسا سمجھے خود کافر ہے، اس شخص پر کفر ہر طرح لازم رہا کہ کرد کہ نیافت، یہ اس کی جزا ہے کہ مسلمانوں کو محض بے وجہ ناحق ناروا بات پر مشرک کہا تھا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ... چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

شمع کے پروانے کا ناحق خون تو نے کیا، کچھ امن نہ دیا کہ شب کو سحر بنا دیا۔

(الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ، ص۵۴ تا ۶۰)

کفر التزامی اور کفر لزومی میں فرق ہے: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفر التزامی اور کفر لزومی کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''التزامی: یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئ کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمالِ اسلام کا دعویٰ کرے۔ کفر التزامی کے یہی معنیٰ نہیں بلکہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جہّال سمجھتے ہیں، یہ اقرار تو بہت طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائے گا ہم نے دیکھا ہے بہتیرے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں، بلکہ اس کے یہ معنیٰ کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعویٰ کیا وہ بعینہٖ کفر ومخالفِ ضروریاتِ دین ہو، جیسے طائفۂ تالفہ نیاچرہ (نیچریہ) کا وجود مَلَک وجن وشیطان وآسمان ونار وجنان ومعجزاتِ انبیا علیہم افضل الصّلوٰۃ والسّلام سے ان معانی پر کہ اہلِ اسلام کے نزدیک حضور ہادیِ برحق صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلاتِ باطلہ وتوہماتِ عاطلہ کو لے مرنا، نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے بچائیں گے نہ محبت اسلام وہمدردیِ قوام کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔'' (کنز الایمان)

لزومی: یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر مُنجَر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو

ترتیب مقدمات وتتمیم تقریبات کرتے لے چلیے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے، جیسے روافض کا خلافتِ حقہ راشدہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر و امیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا کہ تضلیل جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف مؤدی، اور وہ قطعاً کفر، مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہلِ بیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علی مولاہم وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بناتے اور خلافتِ صدیقی وفاروقی پر ان توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں، اس قسم کے کفر میں علماے اہلِ سُنّت مختلف ہوگئے جنھوں نے مالِ مقال ولازم سخن کی طرف نظر کی، حکم کفر فرمایا اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں، بدعت وبدمذہبی وضلالت وگمراہی ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔" (سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ص ۱۳۵۔۱۳۶، مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی شریف)

(اس سے پہلے اعلیٰ حضرت نے حضرت مجدد کا وہ مکتوب بھی نقل فرمایا ہے جو التحیات میں اُنگلی اٹھانے سے متعلق ہے، راقم نے اسے یہاں نقل نہ کیا کہ وہ پہلے نقل ہو چکا ہے اور اس پر تبصرہ بھی گزر چکا)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے رسالہ "مبدء ومعاد" سے منقول ہے: "مدتے آرزوے آں داشت کہ وجہے پیدا شود در مذہب حنفی تادر خلف امام قرأت فاتحہ نمودہ آید اما بواسطۂ رعایت مذہب بے اختیار ترک قرأت می کرد، وایں ترک را از قبیل ریاضت می شمرد آخرالامر اللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحادست، حقیقت مذہب حنفی در ترک قرأت ماموم ظاہر ساخت، و قرأت حکمی از قرأت حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود۔"

ترجمہ: ایک مدت سے یہ آرزو رکھی کہ مذہبِ حنفی میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی وجہ ظاہر ہو جائے لیکن صرف اور صرف اپنے مذہب کی رعایت واتباع کی وجہ سے یہ خیال ترک کر دیا اور اس خیال کو کوشش کی قبیل سے جانا تو اللہ کی رحمت وبرکت سے ظاہر ہوا کہ مذہب سے عدول الحاد ہے اور مذہبِ حنفی میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے ہی کو حقیقت جانا اور قرأت حکمی کو قرأت حقیقی سے زیادہ واضح سمجھا۔

امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہاں صاحب ان بزرگوں کے اقوال کی خبریں کہیے یہ ان بزرگوں کے بزرگ، بڑوں کے بڑے، اماموں کے امام کیا کچھ فرما رہے ہیں، ادعاے باطل عمل بالحدیث پر کیا کیا بجلیاں توڑتے، گھنگھور بادل گرما رہے ہیں۔

اولاً-تصریحاً تسلیم فرمایا، کہ التحیات میں انگلی اٹھانا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثوں میں وارد،

ثانیاً-وہ حدیثیں معروف ومشہور ہیں۔

ثالثاً-مذہبِ حنفی میں بھی اختلاف ہے، روایت نوادر میں خود امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے ہم بھی کریں گے۔

رابعاً-صاف یہ بھی فردیا کہ یہی قول حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

خامساً-نہ فقط روایت بلکہ علماے حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے، بایں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ روایات اشارہ ظاہر الرِّوایہ نہیں، صاف صاف فرماتے ہیں: کہ ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اشارے کی جرأت کریں جب ایسی سہل ونرم حالت میں حضرت امام ربانی صاحب کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتاواے حنفیہ مختلف نہ ہو، جہاں سرے سے اختلافِ روایت ہی نہ ہو وہاں خلاف مذہب امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے، کیوں صاحبو! کیا انھیں کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا کہ کھلا احمق ہے یا چھپا منافق، استغفر اللّٰہ استغفر اللّٰہ، ذرا تو شرماؤ ذرا تو ڈرو، شاہ صاحب کی بزرگی سے حیا تو کرو، ان کی کیا مجال تھی کہ معاذ اللہ وہ جناب مجدد یت مآب کی نسبت ایسا گمان مردود ونا محمود رکھتے، وہ تو انھیں قطب الارشاد، ہادی ومرشد ودافعِ بدعات جانتے اور ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم، ان کے شکر کو اللہ کا شکر مانتے ہیں، کہ اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں: شیخ قطب الارشاد ایں دورہ است وبر دست وے بسیار از گمراہان بادیہ طبیعت وبدعت خلاص شدہ اند، تعظیم شیخ تعظیم حضرت مدِّ رِاذْ وَاز وَمُکَوِّنِ کائنات ست، وشکر نعمت شیخ شکر نعمت مُفیض اوست اعظم اللہ تعالیٰ لہٗ الاجور-ہاں شاید! میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی چوٹ حضرت مجدد صاحب ہی پر ہے کہ "معیار الحق"، میں لکھتے ہیں: آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں کہ مقابل میں روایت کیدانی کہ اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے، اسی مسئلہ اشارہ میں روایت کیدانی پیش کی جاتی ہے، جناب مجدد صاحب نے فتاواے غرائب وجامع الرموز وخزانۃ الرِّوایات وغیرہا پیش کیں وہ بات ایک ہی ہے یعنی فقہی روایت کے مقابل حدیث نہ ماننا اب دیکھ لیجیے حضرت مجدد کا روایت فقہی لانا اور ان کے..... صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا اور میاں جی صاحب دہلوی کا بے دھڑک شرک کی جڑ جانا، خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے، خیر یہ تو میاں جی جانیں اور ان کا کام۔

کلام مجدد صاحب کے فوائد سنیے:

اول-بڑا بھاری فائدہ تو یہی ہوا۔

دوم-حضرت موصوف نے یہ بھی فرمادیا کہ اقوالِ امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسے رفع یدین وقرأتِ مقتدی وغیرہما میں آئیں کہ کسی طرح احادیث اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں وہی پیش کرے گا جو

نرا-گاؤدی کودن بے عقل ہو یا معاند مکابرہٹ دھرم- کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کا خلاف کرنے والے تو ضرور کسی دلیل قوی شرعی سے ان پر عمل نہ فرمایا۔

سوم- یہ بھی فرمادیا کہ ہمیں جواب احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضرور نہیں اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

چہارم- یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علم میں کسی مسئلۂ مذہب پر دلیل نہ ہونا درکنار اگر صراحۃً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں، اسی مسئلۂ مذہب پر عمل رہے گا۔

پنجم- یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علمِ حدیث تھا، جیسا وہ صحیح وضعیف ومنسوخ وناسخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے، کہ نہ انھیں ویسا علم، نہ یہ اُس قدر زمانۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب، جب حضرت مجدد صاحب ایسا فرمائیں تو اب تو اس پر بھی تین سو برس گزر گئے، آج کل کے الٹے، سیدھے چند حرف پڑھنے والے کیا برابری ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔

ششم- اس شرط کی بھی تصریح فرمادی کہ امام کے وہ اقوال منقولۂ سوال خاص اسی حدیث کے باب میں ہیں جو امام کو نہ پہنچی اور اس سے مخالفت بر بنائے عدم اطلاع ہوئی نہ یہ کہ اصولِ مذہب پر وہ بوجوہِ مذکورہ کسی وجہ سے مرجوح یا مؤول یا متروک العمل تھی کہ یوں تو بحال اطلاع بھی مخالفت ہوتی، **کما لا یخفیٰ**.

ہفتم- جناب مجدد صاحب کی شانِ علم سے تو ان حضرات کو بھی انکار نہ ہوگا، یہی مرزا جانِ جاناں صاحب جنھیں بزرگ مان کر ان کے کلام سے استناد کیا گیا، جناب موصوف کو قابل اجتہاد خیال کرتے اور اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں: ''عرض کردم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت در حق مجدد الف ثانی چہ می فرمایند؟ فرمودند مثل ایشاں در امت من دیگر کیست۔''

ترجمہ: میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے متعلق عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں یہ بے مثال ہیں- جب ایسے بزرگان بزرگ فرمائیں کہ ہم مقلدوں کو قول امام کے خلاف حدیثوں پر عمل جائز نہیں جو اس کا مرتکب ہو وہ احمق، بے ہوش یا ناحق باطل کوش ہے تو پھر آج کل کے جھوٹے مدعی کس گنتی میں رہے۔ یہ سات فائدے عبارتِ مکتوبات سے تھے۔

ہشتم- اگرچہ قول امام کی حقانیت اپنے خیال میں نہ آئے مگر عمل اسی پر کرنا لازم، یہی اللہ تعالیٰ کو پسند و موجبِ برکات ہے، دیکھو ایک مدت تک مسئلۂ قرأت مقتدی میں حقانیتِ مذہبِ حنفی جناب مجدد

صاحب پر ظاہر نہ تھی؛ قرأت کرنے کو دل چاہا کیا، مگر بپاسِ مذہب نہ کر سکے، یہی ڈھونڈھتے رہے کہ خود حنفی مذہب میں کوئی راہِ جواز کی ملے۔

نہم- اس سوال کا بھی صاف جواب دے دیا کہ ایک مسئلہ میں بھی اگر خلاف امام کیا اگرچہ اسی بنا پر کہ اس میں حقانیتِ مذہب ظاہر نہ ہوئی تاہم مذہب سے خارج ہو جائے گا، کہ اسے نقل از مذہب فرماتے ہیں۔

دہم- یہ سخت، اشد حکم قاہر دیکھیے کہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے، اب حضرات اپنے ایمان میں جو مناسب جانیں مانیں، چاہیں حضرت مجدد صاحب کے نزدیک معاذ اللہ شاہ صاحب و مرزا صاحب کو سفیہ و معاند و ملحد قرار دیں، چاہیں دونوں صاحبوں کے طور پر حضرت مجدد صاحب کو مدعی باطل و مخالف امام اور عیاذاً باللہ کھلا احمق یا چھپا منافق ٹھہرائیں۔ **ولا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم.**'' (**الفضل الموھبی فی معنیٰ اذا صحّ الحدیث فھو مذھبی**، ص ۲۱ تا ۲۴، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۱۸ھ)

امام احمد رضا مزید لکھتے ہیں: ''یہاں حضرت ممدوح غیر مقلدوں کو صاف ملحد فرما رہے ہیں، آپ کے نزدیک یہ فرمانا مطابق ثبوتِ شرعی ہے جب تو آپ اور آپ کے سارے طائفے کو الحاد و بے دینی کا خلعت مبارک، پھر آپ فاسق و مبتدع کہنے پر کیوں بگڑیں، ہاں! شاید یوں بگڑے ہو کہ مرتبہ گھٹا دیا، ملحد، زندیق سے نرا فاسق مبتدع رکھا، اور اگر یہ فرمانا بے ثبوتِ شرعی ہے تو آپ کے طور پر حضرت شیخ مجدد معاذ اللہ ملحد قرار پائیں گے، جلد بتاؤ کہ دونوں شقوں سے کون سی شق تمھیں پسند ہے، ہنوز بس نہیں جب جناب شیخ مجدد ایسے ٹھہریں گے تو شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحب کہاں بچیں گے کہ یہ اُن کے مرید اُن کے معتقد ہیں، اُنھیں اکابر اولیائے عظام سے جانتے ہیں، جو کسی ملحد کو مسلم کہے خود ملحد ہے، نہ کہ امام اسلام و ولی والا مقام کہنے والا، اور ابھی انتہا کہاں جب یہ سب حضرات ایسے ہوئے تو وہابیہ مخذولین کا شیخ مقتول اسماعیل مخذول علیہ ما علیہ کدھر بھاگے گا؟ یہ تینوں کا مداح، تینوں کا غلام، تینوں کو ولی کہے تینوں کو امام، تو یہ خود ملحد در ملحد، ملحدوں کا ملحد ہوا، اور اب تم کہاں جاتے ہو تم اِس ایک کے ویسے ہی ہو جیسا وہ اُن تین کا، تو دیگ الحاد کی، پچھلی کھرچن الحادی، بوتل کے نیچے کی تلچھٹ تم ہوئے، اب کہو کون سی شق پسند رہی؟ ہر شق الحاد کی آفت تمہارے ہی ماتھے گئی۔''

''اور جناب مجددیت مآب کی نسبت کیا حکم ہوگا جو تقلید نہ مطلق تقلید بلکہ خاص تقلیدِ شخصی کو ایسا سخت ضروری و مہم تر امر عظیم دینی مانتے ہیں کہ اُس کے ترک کو الحاد و بے دینی جانتے ہیں، عبارت اوپر گزری اور سنیے کہ وہ صحیح و مستفیض حدیثوں کو فقہی روایت کے مقابل نہیں سنتے، اور روایت بھی کیسی کہ خود مختلف آئی، اور اختلاف بھی کیسا کہ اپنے ہی ائمہ کا فتویٰ تک مختلف، امام محمد کی کتاب میں خود اُس کے

خلاف اور حدیثوں کے مطابق اپنا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مذکور کہ التحیات میں اشارہ کیا جائے اور اُس پر بھی ائمۂ فتویٰ نے فتویٰ دیا، مگر صرف اِس بنا پر کہ یہ روایت ہمارے امام سے مشہور نہیں، احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں بتاتے، اِس سے بڑھ کر تقلید اور وہ بھی خاص شخصی کو دینی ضروری سمجھنا اور کیا ہو سکتا ہے؟'' (فتاویٰ رضویہ، ج۱۱، ۲۵۹۔۲۶۰۔۲۶۲)

حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ، جلد ثالث مکتوب صد میں فرماتے ہیں: ''اورا صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نبود و در عالم شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر ست و چوں لطیف ترے از وے صلی اللہ علیہ وسلم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوات والتّسلیمات''......اسی کے مکتوب ۱۴۴/ میں فرمایا: ''واجب تعالیٰ چرا ظل بود کہ ظل موہم تولیدِ مثل ست مبنیٔ شائبۂ عدم کمال لطافت، اصل ہرگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم را چگونہ ظل باشد۔'' جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم۔ (صلات الصّفافی نور المصطفیٰ ﷺ، ص۴۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۱۸ھ)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مکتوب کو اپنے رسالہ ''نفی الفی عمّن استنار بنورہٖ کلُّ شیٔ'' (ص۱۲، مطبوعہ ادارۂ افکارِ حق بائسی پورنیہ بہار) میں بھی نقل فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ لکھتے ہیں: ''اب معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا انوار کے لیے بھی سایہ مانے گا، مختصر طور پر یوں کہیے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا، اب مخالف سے پوچھنا چاہیے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس لطیف نہ تھا، عیاذاً باللہ، کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدم سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے۔''

بالجملہ! جب کہ حدیثیں اور اتنے اکابر ائمہ وجہابذ فضلا (حافظ رزین محدث و علامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور و امام علامہ قاضی عیاض صاحبِ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و امام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہٗ و علامہ حسین بن محمد دیار بکری واصحابِ سیرتِ شامی و سیرتِ حلبی و امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی و امام شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی محدث صاحبِ کتاب الوفاء و علامہ شہاب الحق والدین خفاجی صاحبِ نسیم الریاض و امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحبِ مواہب لدنّیہ ومنح محمدیہ و فاضلِ اجل محمد زرقانی مالکی شارحِ مواہب و شیخ مولانا عبد الحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی و بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی و شیخ الحدیث مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی وغیرہم) کی تصریحیں موجود کہ اگر مخالف اپنے کسی

دعوے میں ان میں سے ایک کا قول پائے، کس خوشی سے معرضِ استدلال میں لائے، جاہلانہ انکار مکابرہ و کج بختی ہے، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات، آخر کار مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منھ سے کہہ دیا؟ جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں اس کے پاس ہو، وہ بھی بیان کرے؟ ہم ارشاداتِ علما سند میں لاتے ہیں تو وہ بھی ایسے ہی ائمہ کے اقوال سنائے؟ یا نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی سند، گھر بیٹھے اسے الہام ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا، مجرد ماوشما پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔''

(نفی الفی عمّن استنار بنورہٖ کُلُّ شیٔ، ص۱۶۔۱۷، مطبوعہ پورنیہ بہار؛ مجموعہ رسائل ''مسئلہ نور اور سایہ'' ص۶۵۔۶۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۱۸ھ)

مکتوبات حضرت شیخ مجدد الف ثانی، جلد اول، مکتوب ۲۸۳/ میں ہے: ''آں سرور عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام دراں شب از دائرۂ مکان و زمان بیرو جست، واز تنگی امکان برآمدہ ازل و ابد آں واحد یافت و بدایت و نہایت را در یک نقطہ متحد دید۔''......نیز مکتوب ۲۷۲/ میں ہے: ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین ست و بہتر موجودات اوّلین و آخرین بدولت معراج بدنی مشرف شد واز عرش و کرسی درگذشت واز مکان و زمان بالا رفت۔''

(منبہ المنیّہ بوصول الحبیب الی العرش والرُّویہ، ص۱۴۔۱۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۱۸ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی لکھتے ہیں: ''بے شک علمائے کرام، ائمۂ دین، عدول ثقات معتمدین اپنی تصانیفِ جلیلہ میں اس کی اور اس سے زائد کی تصریحاتِ جلیلہ فرماتے ہیں اور یہ سب احادیث ہیں اگرچہ احادیث مرسل یا ایک اصطلاح پر معضل ہیں اور حدیث مرسل و معضل باب فضائل میں بالاجماع مقبول ہے، خصوصاً جب کہ ناقلین ثقات عدول ہیں، اور یہ امر (یعنی معراج کی شب عرش پر جانا) ایسا نہیں جس میں رائے کو دخل ہو تو ضرور ثبوتِ سند پر محمول، اور مثبّت نافی پر مقدّم، اور عدم اطلاع، اطلاعِ عدم نہیں، تو جھوٹ کہنے والا محض جھوٹا، مجازف فی الدین ہے۔'' (منبہ المنیّہ، ص۶)

مولانا سید محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ الربانی کا ایک ارشاد اس طرح لکھتے ہیں:

آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں، حضرت ممدوح اپنے مکتوباتِ شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافر ست'' پھر اپنا تبصرہ اس طرح لکھتے ہیں:

"مولانا! خدارا انصاف! آپ یا زید یا اور ارا کین، مصلحت دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے کہ اس ارشادِ ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانے اور جب وہ حق ہے اور بے شک حق ہے تو کیوں نہ مانیے، جس سے ظاہر کہ کافر کے بارے میں فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کا حکم ایک حصہ ہے تو بد مذہبوں کے بارے میں سو حصے سے بھی زیادہ ہے۔" (کلیات مکاتیبِ رضا، جلد دوم، ص ۱۳۱)

محترم قارئین! مکتوباتِ امام ربانی پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ کے یہ چند تبصرے راقم نے اپنی کوشش سے تلاش کر کے یہاں جمع کر دیے ہیں، مزید ان کے علاوہ بھی امام اہلِ سُنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دیگر تصانیف و فتاویٰ میں حضرت مجدد صاحب قدس سرہ الربانی کا اسم مبارک بطورِ حوالہ نقل فرمایا ہے:

(۱) سرور العید، ص ۳۰

(۲) اقامۃ القیامۃ، ص ۱۶

(۳) فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۶۴، ۳۰۷، ۳۷۷، ۷۵۷، ۷۹۳

(۴) فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۲۵۹

(۵) فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۵۲۱

(۶) فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۵۹

(۷) انہار الانوار من یمّ صلاۃ الاسرار، ص ۵۷

(۸) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین

(۹) ازالۃ العار بحجر کرائم عن کلاب النار،

جن سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا کے دل میں حضرت مجدد الف ثانی کی محبت کس قدر جاگزیں تھی، اور انھوں نے حضرت مجدد صاحب کے مکتوباتِ شریفہ کو کس قدر اہم جانا، پھر ان پر علمی اور تحقیقی انداز میں تبصرے بھی لکھے، یہ باتیں ہم سب کی رہ نمائی کے لیے ہیں تا کہ ہم سلاسل طریقت کو ہرگز بحث بازی کا بازار نہ بنائیں بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے جملہ سلاسلِ طریقت سے اپنی عقیدت و محبت کا رشتہ ہموار رکھتے ہوئے اپنی کشتیِ حیات کو ساحلِ مراد سے ہم کنار کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آخر میں ڈاکٹر محمد اقبالؔ کے وہ اشعار نذرِ قارئین ہیں جو انھوں نے حضرت مجدد صاحب کے

آستانے پر حاضری کے وقت کہے تھے۔

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر   وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے   اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے   جس کے نفَسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان   اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو   آنکھیں مری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند   ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں   پیدا کلہِ فقر سے ہو طرّۂ دستار
باقی کلہِ فقر سے تھا ولولۂ حق   طرّوں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار

(کلیاتِ اقبال، ص ۴۵۰-۴۵۱، دہلی)

دینی کتابوں کی اشاعت کیجیے

☆ دین کی ترویج اور فروغِ اہلِ سُنّت کے لیے کتابوں کی اشاعت کیجیے۔

☆ مختصر و مفید رسائل شائع کر کے ہر علاقے میں بلا قیمت تقسیم کیجیے۔

☆ اصلاحِ عقیدہ و عمل، سیرت، رضویات جیسے موضوعات پر مدلل مواد کی اشاعت کیجیے۔

☆ اپنی دینی تقاریب، جلسے، ایصالِ ثواب کی محافل میں کتابیں بھی تقسیم کیجیے۔

☆ دینی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق و شوق پروان چڑھایے۔

☆ علاقائی ضرورت اور تقاضوں کے تحت دوسری زبانوں میں بھی کتابوں اور پرچوں کی اشاعت کیجیے۔

یہ زمانی تقاضا بھی ہے اور فروغِ حق و صداقت بھی۔ اس کے بڑے دور رس و ہمہ گیر فوائد ہیں۔ اس سلسلے میں رہ نمائی کے لیے ہم سے رابطہ قائم کیجیے۔

نوری مشن - رضا لائبریری، مقابل نیا بس اسٹیشن، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

Cell. 09325028586   gmrazvi92@gmail.com

اعلیٰ حضرت اوراصلاحِ معاشرہ

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری
دارالعلوم قادریہ، چریا کوٹ یوپی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ چودھویں صدی کے مجدد اور امام تھے ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ/۱۴/جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے اور ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔اڑسٹھ (۶۸) سالہ مختصر عمر میں آپ نے احیاو تجدید دین کے جو کارہائے نمایاں انجام دیے، دنیائے علم وادب انگشت بدنداں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے دور میں پائی جانے والی تمام خلافِ سُنّت روایات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔اور تمام بدعات وخرافات کے خلاف قلمی جہاد فرمایا،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے عہد میں جن اصلاحی اقدامات کو عملی جامہ پہنایا ہے ان کو اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

شریعت وطریقت : بعض جھوٹے صوفی شریعت وطریقت میں تفریق کرتے ہیں تاکہ ان کو کھل کر بدعملی بلکہ بے عملی کا موقع مل جائے۔ان کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب اور جملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے......ولہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیاے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض (پیش) کرنا فرض ہے،اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول۔

(تفصیل کے لیے ''مقال عرفاباعزاز شرع وعلما'' کا مطالعہ کریں،مذکورہ قول اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔)

بے ثبوت کافر کہنا سخت گناہ: بعض لوگ معمولی معمولی بات پر کفر وشرک کا حکم لگادیتے ہیں،ایسوں کے بارے میں فرماتے ہیں: بجز ثبوت وجہِ کفر کے مسلمانوں کو کافر کہنا سخت گناہِ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے،......(احکام شریعت حصہ سوم)

کفار کے میلوں میں جانا: ہندو کے میلوں دسہرہ وغیرہ میں جانے کی بابت فرمایا......ان کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقاً ناجائز ہے،......اور اگر تجارت کے لیے جائے اگر میلہ ان کے کفر وشرک کا ہے جانا،ناجائز وممنوع ہے کہ اب وہ جگہ ان کا معبد (مندر) ہے اور معبد کفار میں جانا گناہ۔اور اگر

(میلہ) لہوولعب کا ہے اور خود اس سے بچے نہ اس میں شریک ہو نہ اسے دیکھے نہ وہ چیزیں جوان کے لہوو لعب ممنوع کی ہوں بیچے تو جائز ہے پھر بھی مناسب نہیں کہ ان کا مجمع ہے، ہر وقت محلِ لعنت ہے تو اس سے دوری ہی میں خیر،اور اگر خود شریک ہو یا تماشا دیکھے یا ان کے لہو ممنوع، کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ وناجائز ہے۔(عرفان شریعت اول،ص ۲۷۔۲۸)

شرافت قوم پر منحصر نہیں : بہت لوگ اپنی قوم اور برادری پر فخر کرتے ہیں اور اس شرافت عرفی کو بنیاد بنا کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں،اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں،اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے......ہاں! دربارۂ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ،پنجم،ص ۲۹۵)

عورتوں کا مزارات پر جانا: عورتوں کے مزارات اولیا اور عام قبروں پر جانے کے بارے میں سوالات کے جواب میں ارقام فرمایا:''عورتوں کے مزارات اولیا، مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔'' (احکام شریعت، دوم،ص ۱۸) اَصَح (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔(فتاویٰ رضویہ، ج ۴،ص ۱۶۵)

طاقوں پر شہید مرد: بعض لوگ کہتے ہیں فلاں درخت پر شہید مرد ہیں، فلاں طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو چاول شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں ہار لٹکاتے ہیں،لوبان سلگاتے ہیں،مرادیں مانگتے ہیں،......اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: یہ سب واہیات خرافات اور جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں،ان کا ازالہ لازم الخ. (احکام شریعت،اول،ص ۱۳)

محرم وصفر میں نکاح : عرض کیا گیا۔کیا محرم وصفر میں نکاح کرنا منع ہے؟......تو ارشاد فرمایا: نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔یہ غلط مشہور ہے۔(الملفوظ اول،ص ۳۶)

قرآن خوانی پر اجرت : ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اس پر اجرت لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟......اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ثواب رسانی کیلئے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔(فتاویٰ رضویہ، ج ۴،ص ۲۱۸)

درود میں اختصار : متعدد فتاوے میں درود شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ صیغوں کی جگہ۔صلعم۔ع وغیرہ لکھنے کو ناجائز وبدعت فرمایا۔ایک سائل نے سوال میں ایسا اختصار لکھا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ: سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ: درود شریف کی جگہ جو عوام وجہّال صلعم، یا ع یا م یا

ص یا صلعم لکھا کرتے ہیں محض مہمل وجہالت ہے۔ اَلْقَلَمُ اِحْدَی اللسانین (قلم بھی ایک زبان ہے) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ،۴/۵۴)

بزرگوں کی تصویریں: تصویریں جان دار کی ناجائز ہیں اگر بزرگوں کی تصویریں بنائی اور لگائی جائیں اور زیادہ ناجائز اور گناہ، جہالت سے بعض لوگ بزرگوں کی تصاویر تعظیم کے طور پر آویزاں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا، حالاں کہ حکم ایسا نہیں اس قسم کے سوالات کے جواب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے، مثلاً، (۱) **عطا یا القدیر فی حکم التصویر** . (۲) **شفاء الواله فی صور الحبیب و مزاره ونعاله**، (۳) **بدر الانوار فی آداب الآثار**

مقابر مسلمین کے آداب: آج کل مسلم قبرستانوں کی بے حرمتی عام ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے مقابر مسلمین سے متعلق سوالات ہوئے تو ارشاد فرمایا: قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے، اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا، چار پائی بچھانا، سونا بیٹھنا سب منع ہے، (فتاویٰ رضویہ،۴/۱۰۷)

فرضی قبروں کا حکم: فرضی اور مصنوعی قبر کے بارے میں سوال کے جواب میں فرمایا: قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال (چادریں چڑھانا وغیرہ) کرانا گناہ ہے۔
(فتاویٰ رضویہ،۴/۱۱۵)

قبر کا طواف اور بوسہ: بلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے، اور بوسۂ قبر میں علما کو اختلاف ہے، احوط (زیادہ احتیاط) منع ہے،
(احکام شریعت،۳/۳ و فتاویٰ رضویہ،۴/۸)

دعوتِ میت: کسی کے مرنے کے بعد سوم چہلم وغیرہ میں جو عام دعوت ہوتی ہے، اس پر سخت نکیر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا، " **جلیُّ الصوت لنهی الدعوة اَمامَ الموت**" جو دعوتِ میت، کے نام سے شائع ہے، اس میں اور دیگر فتاوے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کی ممانعت کی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ " مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی (مال دار) نہ کھائے۔ (احکام شریعت دوم، ص۱۶)

سیاہ خضاب: سوال ہوا کہ سیاہ خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں۔ تو ارشاد فرمایا: سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر، اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا: " کافر کا خضاب ہے۔" دوسری حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منھ کالا کرے گا یہ حرام ہے ۔ جواز کا فتویٰ باطل و مردود

ہے، (احکام شریعت،۱/۲/۷)

آخری چہار شنبہ: ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی نسبت جو یہ مشہور ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں غسل صحت فرمایا اسی بنا پر تمام ہندوستان کے مسلمان اس دن کو روز عید سمجھتے اور غسل و اظہار فرح و سرور کرتے ہیں، شرع مطہر میں اس کی اصل ہے یا نہیں؟، اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: یہ محض بے اصل ہے، (عرفان شریعت،۲/۳۷)

پیر سے پردہ: بہت سے پیر مریدہ عورتوں سے پردہ نہیں کرتے، اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا تو جواب دیا: بیشک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے، جس کا اللہ و رسول نے حکم دیا ہے جلّ جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم، بیشک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا؟ اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جاتا تو چاہیے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا۔ (مسائل سماع، مطبوعہ لاہور، ص۲۴)

ضروریاتِ دین کے منکر کا حکم: فی الواقع جو بدعتی (بدمذہب) ضروریاتِ دین میں سے کسی شئے کا منکر ہو باجماعِ مسلمین قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی سجدے میں ایک ورق ہو جائے بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے لاکھ پہاڑ سونے کے راہ خدا میں دے...... لا واللہ، ہرگز ہرگز کچھ قبول نہیں، جب تک حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے،
(اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام، مطبوعہ بریلی ۱۳۴۵ھ، ص۱۵)

انگریزی پڑھنا: آپ سے سوال ہوا۔ انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواباً ارشاد فرمایا: "ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطے کہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین و علم سے غافل نہ ہو جائے ورنہ جو چیز اپنا دین و علم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے، اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں اُن کا پڑھنا بھی روا نہیں۔"
(فتاویٰ رضویہ جلد دہم اول، ص۹۹، مطبوعہ بیسل پور)

''الاستمداد'' میں محاورات اور ضرب الامثال

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

> ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم نے رضویاتی ادب کے مختلف جہات پر شرح وبسط کے ساتھ نمایاں اور عمدہ علمی کام انجام دیا ہے۔ ان کی تحریر میں جامعیت اور گہرے مطالعے کی جلوہ گری ہوتی ہے۔ کلام رضا میں محاورات کی بہار پر ان کے کئی ایک مضامین ہندو پاک سے چھپ چکے ہیں۔ پیش نظر مضمون امام احمد رضا کی تصنیف ''الاستمداد'' میں محاورات کی جلوہ گری پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر عزیزی نے ''یادگار رضا'' کو ہمیشہ علمی وقلمی تعاون فراہم کیا۔ اب ان کے وصال کے بعد بطورِ یادگار یہ تحریر ''یادگار رضا'' میں شامل کی جارہی ہے۔ مرتب

مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز (م ۱۹۲۱ء) نے ۱۳۲۳ھ میں اپنے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر دیوبند کے عناصر اربعہ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی اشرف علی تھانوی اور قاسم نانوتوی کی گستاخانہ عبارات پر علماے حرمین شریفین سے ان پر جو کفر وارتداد کا فتویٰ لیا تھا اس کا کوئی اثر قبول کرنے کے بجائے اپنی عبارات کی تاویلات کرنا شروع کیں جو بدتر از ارتکابِ گناہ تھیں۔

انھیں حالات کے سبب امام احمد رضا نے ایک دردناک فریاد، ایک پرآشوب استغاثہ بعنوان ''الاستمداد علی اجیال الارتداد'' (۱۳۳۷ھ) شائع کی جس میں ان ملایانِ دیوبند بشمول مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ظلم وستم اور اللہ ورسول کی بارگاہِ قدس میں گستاخیوں اور مسلمان پر ان کے عقائد وایمان پر جارحانہ حملوں کی منظوم داستان مرتب کردی۔

چھوٹی بحر کی یہ نظم ۳۶۱؍اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نظم کے عنوانات اس طرح ہیں:

۱- نعت انور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	:	۳۵؍اشعار
۲- استمداد از شاہِ رسالت بر کبرائے کفر وردت	:	۱۵؍اشعار
۳- اسمٰعیل دہلوی، وہابیہ اور دیوبندی	:	۹۶؍اشعار
۴- امتِ محمدیہ علماے دیوبند کی نظر میں	:	۳؍اشعار
۵- شرکستانِ وہابیہ	:	۲۸؍اشعار
۶- اللہ تعالیٰ کے متعلق دیوبندی علما کا عقیدہ	:	۳۹؍اشعار
۷- دیوبندی عقائد کے اضافے	:	۱۹؍اشعار
۸- گنگوہی صاحب کے نظریات	:	۵۳؍اشعار
۹- نانوتوی صاحب	:	۲۲؍اشعار
۱۰- تھانوی صاحب کے نظریات	:	۲۷؍اشعار
۱۱- ذکر احباب ودعا احباب	:	۲۴؍اشعار
(اس میں امام احمد رضا کے ۱۵؍خلفا کا ذکر ہے)		۳۶۱؍اشعار

زیر نظر نظم (عرفی نام: الاستمداد) زبان وبیان کی سادگی اور روانی کا نمونہ ہے۔ امام احمد رضا نے اس نظم میں محاورات کا بہت ہی خوب صورت اور برمحل استعمال کیا ہے جس کی وجہ سے ایجاز وبلاغت در آئے ہیں اور لطفِ مطالعہ کی کیفیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ راقم اس نظم میں مستعمل محاورں کا ایک جائزہ پیش کررہا ہے۔

محاورہ (۱) ناؤ ترانا: کشتی سلامتی کے ساتھ پار لگانا یا اتارنا

محاورہ (۲) نیو جمانا: نیو مضبوط کرنا

شعر (۱) ڈوبی ناویں تراتے یہ ہیں — ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں

(اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک محاورہ ہے)

محاورہ (۳) آس بندھانا: امید بندھانا، آسرا دینا، ناامیدی دور کرنا

محاورہ (۴) نبض چلانا: جان دینا، زندگی کے آثار پیدا کردینا

شعر (۲) ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں — چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں

(دونوں مصارع میں ایک ایک محاورہ)

محاورہ (۵) جان بجھانا: دکھ دور کرنا، مصیبت رفع کرنا

شعر (۳) جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں — روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

محاورہ (۶) رنگ دکھانا: اثر ظاہر کرنا، طرز دکھانا، جوہر دکھانا

شعر (۴) قادر کل کے نائب اکبر — کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

محاورہ (۷) دامن چھپانا: عیب پوشی کرنا

شعر (۵) ننگوں بے ننگوں کا پردہ — دامن ڈھک کے چھپاتے یہ ہیں

محاورہ(۸) شان گھٹانا: عزت و وقار کم کرنا، نقص دکھانا

محاورہ(۹) عیب لگانا: بہتان باندھنا، الزام دھرنا

شعر(۶) تیری شان گھٹاتے یہ ہیں　　رب کو عیب لگاتے یہ ہیں

محاورہ(۱۰) کام آنا: کارآمد ہونا

شعر(۷) ان کا نام دھرا ناکارے　　کفر کے کام تو آتے یہ ہیں

محاورہ(۱۱) منہ پہ خاک: چہرہ بدرونق ہونا، منہ پر خاک اڑنا

شعر(۸) ان کے منہ پہ خاک ہو کس کو　　مٹی میں مر کے ملاتے یہ ہیں

محاورہ(۱۲) خاک اڑانا: بدنام کرنا

محاورہ(۱۳) تہمت رکھنا: الزام دھرنا

شعر(۹) پھر اس کفر کی تہمت شہ پر　　رکھ کر خاک اڑاتے یہ ہیں

محاورہ(۱۴) بہتان رکھنا: الزام دھرنا

شعر(۱۰) یہ بہتان بھی شہ پر رکھا　　کتنا حق کو ستاتے یہ ہیں

محاورہ(۱۵) ہنڈی پٹانا: ہنڈی کا روپیہ وصول کرنا

شعر(۱۱) شہ کے حکم پر چلنے میں بھی　　شرک کی ہنڈی پٹاتے یہ ہیں

محاورہ(۱۶) منہ پھیلانا: منہ کھولنا، زیادہ مانگنا، بہت لالچ کرنا، زیادہ قیمت مانگنا

شعر(۱۲) وردِ کلمۂ طیب پر بھی　　شرک کا منہ پھیلاتے یہ ہیں

محاورہ(۱۷) نام سے جلنا: انتہائی نفرت کرنا، دُشمنی کرنا

شعر(۱۳) اتنا جلتے ہیں نامِ شہ سے　　کلمے سے کنیاتے یہ ہیں

محاورہ(۱۸) پتھر بنانا: عاجز بنانا

شعر(۱۴) ساحر قادر لیکن شاہ کو　　پتھر محض بناتے یہ ہیں

محاورہ(۱۹) زہر کھانا: دُشمنی کرنا، بغض نکالنا

شعر(۱۵) شہ کی وجاہت شہ کی محبت　　زہر کہاں نہیں کھاتے یہ ہیں

محاورہ(۲۰) زنجیر تڑانا: بہت غصہ میں آنا، فرار کی کوشش کرنا

شعر(۱۶) طیبہ کے جنگل کے ادب پر　　کیا زنجیریں تڑاتے یہ ہیں

محاورہ(۲۱) خار کھانا: حسد کرنا، دُشمنی کرنا یا رکھنا

شعر(۱۷) خر سے تو ان کو خیر ہی پہنچی　　خار توشہ سے کھاتے یہ ہیں

محاورہ(۲۲) تہمت اٹھانا: تہمت لگانا، جھوٹ باندھنا

شعر(۱۸) پھر اس کذبِ جلی کی تہمت　　خود قرآن پر اٹھاتے یہ ہیں

محاورہ(۲۳) جان گنوانا: بے فائدہ جان دینا

شعر(۱۹) کاہے کی نیو بنی بننے کی　　جس پر جان گنواتے یہ ہیں

محاورہ(۲۴) ٹانگ اڑانا: درمیان میں مداخلت کرنا

شعر(۲۰) بے سمجھے نہ سمجھائے صحابہ　　اپنی ٹانگ اڑاتے یہ ہیں

محاورہ(۲۵) دیدہ بچانا: نظر بچانا، نظر چُرانا

شعر(۲۱) سارے سِرک بِدّت پئے بیٹھے　　اب کیا دیدہ لچاتے یہ ہیں

(سرک = شرک؛ بدت = بدعت)

ضرب الامثال: جیسی کرنی ویسی بھرنی: جیسا کام ویسا نتیجہ

شعر(۲۲) جیسی کرنی ویسی بھرنی　　کاٹیں جیسی بواتے یہ ہیں

(جو بوؤ گے وہی کاٹو گے؛ ضرب المثل ہے لیکن یہاں کاٹیں جیسی اور بوانا ہے لہٰذا اسے ضرب المثل میں شمار نہیں کیا جا رہا ہے)

محاورہ(۲۶) کھیل کھلانا: بازی کرانا

شعر(۲۳) اچھلے کودیں کلائیں کھائے　　سب کھیل اس کو کھلاتے یہ ہیں

محاورہ(۲۷) ناچ دکھانا: کسی کے سامنے ناچنا

شعر(۲۴) چاروں سمت اک آن میں منہ ہو　　ناچ اس کا دکھاتے یہ ہیں

محاورہ(۲۸) ناچ نچانا: دوڑ دھوپ کرانا، حیران و پریشان کرنا

شعر(۲۵) اپنے خدا کو محفل محفل　　کوڑی ناچ نچاتے یہ ہیں

محاورہ(۲۹) منہ کی پانا: اپنے منہ آپ ہی لعنت پانا

شعر(۲۶) لعن ابلیس پر اوروں کے منہ سے　　اپنے ہی منہ کی پاتے یہ ہیں

محاورہ(۳۰) منہ کی کھانا: ذلیل ہونا، شرمندہ ہونا، اپنے منہ سے آپ قائل ہونا

شعر(۲۷) منہ کی پائی منہ کی کھائی　　بچ کے کہاں اب جاتے یہ ہیں

محاورہ(۳۱) خیر منانا: بھلائی یا سلامتی چاہنا، اپنی فکر کرنا

شعر(۲۸) شرک اور کفر اوروں کے لیے شر — خیر اپنوں کی مناتے یہ ہیں

محاورہ(۳۲) بے پر کی اڑانا: گپ اڑانا، جھوٹی بات پھیلانا

شعر(۲۹) راد کو اس کا راوی گائیں — کیا بے پر کی اڑاتے یہ ہیں

محاورہ(۳۳) جال بچھانا: مکر وفریب کا ڈھنگ ڈالنا، گرفتار کرنے کی تدبیر کرنا، کسی کو پھانسنے کے لیے فریب کرنا

شعر(۳۰) انجان ان پڑھ کے جھیلنے کو — کیا کیا جال بچھاتے یہ ہیں

محاورہ(۳۴) دال گلانا: کام بنانا، کام یابی پانا

شعر(۳۱) ہندو کو کیا اہل سمجھتے — اپنی دال گلاتے یہ ہیں

محاورہ(۳۵) ہولی جلانا: آگ جلا کر کسی شے کو خاک کرنا

شعر(۳۲) نام امام نے آگ لگادی — نجد کی ہولی جلاتے یہ ہیں

مطلب: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد منانا، سبیل وشربت کو وہابی حرام قرار دیتے ہیں۔ نام سرکار امام عالی مقام سن کر ہی اس طرح جل اٹھتے ہیں کہ نجد کی ہولی جلانے لگتے ہیں۔

محاورہ(۳۶) آفت میں آنا: مصیبت میں پھنسنا

شعر(۳۳) عبدالسلام سلامت جس سے — سخت آفات میں آتے یہ ہیں

محاورہ(۳۷) دیدار دکھانا: صورت دکھانا

شعر(۳۴) مولانا دیدار علی کو — کب دیدار دکھاتے یہ ہیں

❁❁❁

نوری مشن مالیگاؤں کی ۶۹ رویں اشاعت

عالم اسلام کے مرجع فتاویٰ، امام احمد رضا کی فقہی شان پر مختصر وجامع مقالہ

جامع الحیثیات

تالیف: ابوزهره رضوی (لندن)

ناشر: نوری مشن مالیگاؤں......طباعت: دیدہ زیب......صفحات: ۲۴......ہدیہ: دعاے خیر

ملنے کے پتے:

[۱] مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

[۲] رضا لائبریری، مقابل نیا بس اسٹیشن، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

Cell. 09325028586 gmrazvi92@gmail.com

تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری کے کلام کی بدیعی پیمائش

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری بریلوی متخلص بہ اخترؔ مد ظلہ العالی (جانشین مفتیِ اعظم ہند) خانوادۂ رضویہ کی اُن عظیم ہستیوں میں سے ہیں جن کی ذات سے آج بریلی کی علمی بہار قائم ہے۔ آپ ۱۹۴۳ء میں محلّہ سوداگران، بریلی میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت تک شجرۂ نسب یہ ہے:

محمد اختر رضا بن ابراہیم رضا بن حامد رضا بن (امام) احمد رضا۔

دار العلوم منظر اسلام بریلی، اسلامیہ انٹر کالج بریلی اور جامعۃ الازہر مصر سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد تدریس وتبلیغ اور تصنیف وتالیف میں لگ گئے۔ تبلیغ واصلاح اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ آپ کی شناخت صفِ اول کے عالمِ دین اور شیخ طریقت کے طور پر ہے۔ قرآن فہمی، حدیث دانی اور فقہ شناسی میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل ہے اور شعر وسخن سے بھی گہری وابستگی ہے۔ آپ کا مجموعۂ کلام ''سفینۂ بخشش'' کے نام سے مطبوع ہے جس میں حمد، نعت اور منقبت کے اشعار شامل ہیں۔ آپ کی شاعری کا ایک مخصوص رنگ وآہنگ ہے جو آپ کو ہم عصر نعت گوشعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ اسلوب صاف، شستہ اور معنیٰ آفریں ہے۔ اس لیے قارئین پر ایک واضح نقش چھوڑتا ہے۔ آپ کی شاعری میں جابجا تغزل کا رنگ وآہنگ صاف جھلکتا ہے۔ تغزل سے بھرپور درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

وہی تبسم، وہی ترنم، وہی نزاکت، وہی لطافت
وہی ہیں دزدیدہ سی نگاہیں کہ جس سے شوخی ٹپک رہی ہے
گلوں کی خوشبو مہک رہی ہے، دلوں کی کلیاں چٹک رہی ہیں
نگاہیں اٹھ اٹھ کے جھک رہی ہیں کہ ایک بجلی چمک رہی ہے
نہ جانے کتنے فریب کھائے ہیں راہِ الفت میں ہم نے اخترؔ
پر اپنی مَت کو بھی کیا کریں ہم فریب کھا کر بہک رہے ہیں

آپ کی شاعری کا خاصا سرمایہ نعتِ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ ان میں آپ نے

سرورِ کونین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ عالیہ، مقام ومرتبہ اور اسوۂ حسنہ کا ذکر بڑے خوب صورت پیرایے میں کیا ہے۔ سرکار کے معجزات، اختیارات اور تصرفات کو بھی شاعری کے قالب میں ڈھالا ہے۔ درج ذیل اشعار سے اختیارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھرپور روشنی پڑتی ہے اور مقامِ بلند کا بھی پتا چلتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جہاں بانی عطا کر دیں، بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں
جہاں میں ان کی چلتی ہے، وہ دَم میں کیا سے کیا کر دیں
زمیں کو آسماں کر دیں، ثریا کو ثرا کر دیں

مقطع میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھرپور بھروسا کرتے ہوئے یوں رطب اللسان ہیں۔

مجھے کیا فکر ہو اختؔر، مِرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو میری جو خود گرفتارِ بلا کر دیں

نعت گوئی کے لیے زبان وبیان کی شیرینی، فکر وخیال کی پاکیزگی اور عشقِ رسول کی چاشنی بنیادی شرط ہے۔ حضرت اختؔر بریلوی مدظلہ نے صرف اظہارِ فن کے لیے نعتیں نہیں کہی ہیں، بلکہ الفاظ کے پیکر میں عقیدت ومحبت کی دلی آواز ہے، جس میں سوز وگداز، عشق وسرمستی اور خودسپردگی کا عنصر پورے طور پر کارفرما ہے۔ ایک جگہ یوں گویا ہیں۔

داغِ فرقتِ طیبہ، قلبِ مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مل جاتا
میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر
ان کے آستانے کی خاک میں، میں مِل جاتا
ان کے در پہ اختؔر کی حسرتیں ہوئیں پوری
سائلِ درِ اقدس کیسے منفعل جاتا

عقیدے کی زبان میں درج ذیل اشعار بھی دیکھیں۔

وجہِ نشاطِ زندگی، راحتِ جاں تم ہی تو ہو
روحِ روانِ زندگی، جانِ جہاں تم ہی تو ہو

اصل شجر میں ہو تم ہی، نخل وثمر میں ہو تم ہی
ان میں عیاں تم ہی تو ہو، ان میں نہاں تم ہی تو ہو

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی گدائی پر ناز کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

ان کی گدائی کے طفیل ہم کو ملی سکندری
رنگ یہ لائی بندگی، اوج پہ اپنا بخت ہے

اس کے بعد بارگاہِ رسول میں اپنی خواہشوں کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

غنچۂ دل کھلایئے، جلوۂ رخ دکھایئے
جامِ نظر پلایئے، تشنگی مجھ کو سخت ہے

دل کی بے تابی کا اظہار اس طور پر کرتے ہیں۔

اختؔر خستہ طیبہ کو سب چلے تم بھی اب چلو
جذب سے دل کے کام لو، اٹھو کہ وقتِ رفت ہے

آپ کا پایۂ شاعری اس لیے بھی اور بلند نظر آتا ہے کہ آپ نے اپنے اجداد کے ذخیرۂ شعرو سخن سے خوب استفادہ کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضاؔ بریلوی، مولانا حسن رضا حسنؔ بریلوی اور مفتیِ اعظم ہند نورؔی بریلوی کا سرمایۂ شاعری آپ کے پیشِ نظر ہے۔ اس لیے ان کا رنگِ کلام آپ کے اشعار میں صاف نظر آتا ہے۔

اس مضمون میں کلامِ اختر کا بدیعی تجزیہ پیش کیا گیا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علمِ بدیع کے تعلق سے چند باتیں پیش کردی جائیں۔

بدیع اس علم کو کہتے ہیں جس کی رعایت سے فصیح وبلیغ کلام اور حسین ہوجاتا ہے۔ علمِ بدیع کو صنائع، بدائع بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ قزوینی فرماتے ہیں:

"**هو علم يعرف به وجوه تحسين الكلام بعد رعاية المطابقة ووضوح الدلالة.**" (تلخیص المفتاح، ص:۱۶، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ،)

یعنی علمِ بدیع ایسا علم ہے جس کے ذریعہ تحسینِ کلام کے طریقے معلوم کیے جائیں، مگر ان طریقوں سے کلام میں حسن اور خوب صورتی اس وقت آئے گی جب کہ کلام موقع ومحل کے مطابق ہو اور معنی مراد کی ترسیل بھی متاثر نہ ہو۔

اس سے پتا چلا کہ علمِ بدیع کے عناصر، کلام میں حسن ولطافت اور تاثیر کے علاوہ اضافی پہلو بھی اجاگر کرتے ہیں، چوں کہ اس علم کی رعایت سے کلام کے اندر ندرت اور انوکھا پن پیدا ہوتا ہے، اس

لیے شاعری میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔لیکن ذہن میں یہ بھی رہنا چاہیے کہ صنائع، بدائع بے تکلفی سے آجائیں تو کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں اور جہاں تکلف اور آورد سے کام لیا گیا، وہاں حسنِ اضافی تو کیا، حسن ذاتی بھی متاثر ہو جاتا ہے۔

کلام کے اندر تزئین وتحسین دو طرح کی ہوتی ہے۔ایک لفظی، دوسری معنوی۔جن میں ذاتی طور پر لفظی خوبیاں ہوتی ہیں وہ صنائع لفظی اور جن میں معنوی خوبیاں ہوتی ہیں وہ صنائع معنوی کہی جاتی ہیں۔حضرت اختر بریلوی کے کلام میں یہ خوبیاں بہ کثرت پائی جاتی ہیں۔درج ذیل سطور میں صنائع، بدائع کے لحاظ سے کلام کے اندر حسن وجمال کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

تجنیسِ تام: وہ صنعت ہے کہ دولفظوں کے حروف نوع میں، تعداد میں، ترتیب میں اور حرکت وسکون میں یکساں ہوں۔اس کی دو قسمیں ہیں۔تجنیسِ تام مماثل، تجنیسِ تام مستوفی۔اگر ان دونوں لفظوں میں سے ایک فعل اور دوسرا اسم ہو تو اسے تجنیسِ تام مستوفی کہتے ہیں، اور دونوں یکساں ہوں تو اسے تجنیسِ تام مماثل کہتے ہیں۔دونوں کی مثالیں امامِ نعت گویاں حضرت رضا بریلوی کے اشعار سے پیش ہیں۔

مثالِ تجنیسِ تام مماثل۔

بحرِ سائل کا ہوں سائل، نہ کنویں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجا مِرا چھینٹا تیرا

اس میں دونوں ''سائل'' اسم فاعل ہیں، پہلا ''سائل'' (بہنا) سے مراد اور دوسرا ''سوال'' (مانگنا) سے۔

مثالِ تجنیسِ تام مستوفی۔

ترا قدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

پہلے مصرع میں ''ڈالی'' بہ معنیٰ شاخ، اسم ہے اور دوسرے مصرع میں ''ڈالی'' فعل ہے۔ڈالنا مصدر ہے۔

اب امام احمد رضا بریلوی کے علم کے وارث تاج الشریعہ حضرت اختر بریلوی کے کلام میں تجنیسِ تام مستوفی کی بہترین مثال دیکھیں ۔

وہ خرامِ ناز فرمائیں جو پائے خیر سے
کیا بیاں وہ زندگی ہو دل جو پائے خیر سے

پہلے مصرع میں ''پائے'' پاؤں کے معنیٰ میں اسم ہے۔اور دوسرے میں ''پائے'' پانا مصدر

سے فعل ہے۔

صنعتِ اشتقاق: کلام میں ایک ہی ماڈے کے چند الفاظ لانا، جیسے ۔

اے بخت تو جاگ اور جگا ہم کو کہ پھر ہم
جاگیں گے نہ تا حشر جگائے سے کِسو کے

اس میں جاگ، جگا، جاگیں گے اور جگائے یہ سب جاگنا'' مصدر'' سے مشتق ہیں۔حضرت اختر بریلوی کے اشعار میں صنعتِ اشتقاق کی رنگینی ملاحظہ فرمائیں ۔

فرقتِ طیبہ کے ہاتھوں جیتے جی مردہ ہوئے
موت یارب ہم کو طیبہ میں جلائے خیر سے

جیتے جی، اور جلائے میں صنعتِ اشتقاق ہے۔

موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی میں مِل جاتا

مل کر، اور مل جاتا صنعتِ اشتقاق ہے۔

مجھے کھینچے لیے جاتا ہے شوقِ کوچۂ جاناں
کھنچا جاتا ہوں میں یکسر مدینہ آنے والا ہے

کھینچے اور کھنچا جاتا ہوں میں صنعتِ اشتقاق ہے۔

طلب گارِ مدینہ تک مدینہ خود ہی آجائے
تو دنیا سے کنارہ کر مدینہ آنے والا ہے

آجائے اور آنے والا میں صنعتِ اشتقاق ہے۔

تصدیر / رد العجز علی الصدر: اشعار میں کوئی لفظ درج ذیل صورتوں میں مکرر لانا۔

(۱)۔جس لفظ سے پہلا مصرع شروع ہو، اسی پر دوسرا مصرع ختم ہو، جیسے ۔

(شاخ) قامت شہ میں زلف وچشم ورخسار ولب ہیں
سنبل، نرگس، گل پنکھڑیاں، قدرت کی کیا پھولی (شاخ) (رضا بریلوی)

(۲)۔پہلے مصرعے کا کوئی درمیانی لفظ دوسرے مصرع کے اخیر میں لایا جائے، جیسے ۔

سرِ (فلک) نہ کبھی تا بہ آسماں پہنچا
کہ ابتدائے بلندی تھی انتہائے (فلک) (رضا بریلوی)

(۳)۔پہلا مصرع جس لفظ پر ختم ہو، دوسرا مصرع بھی اسی پر ختم ہو، جیسے ۔

تمہارے ذرّے کے پرتو ستارہاے (فلک)
تمہارے نعل کی ناقص مثل ضیاے (فلک) (رضاؔ بریلوی)

(۴)- دوسرا مصرع جیسے شروع ہو اس کا ختم بھی ویسے ہی ہو، جیسے

ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
(قسم) شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی (قسم) (رضاؔ بریلوی)

حضرت اختؔر بریلوی کے اشعار میں بھی صنعتِ تصدیر کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں، چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

پہلی صورت:

(۱) (کیجیے) یادِ ختام الانبیاء
ختم یوں ہر رنج و کلفت (کیجیے)

(۲) (نہیں جاتی) کسی صورت پریشانی نہیں جاتی
الٰہی! میرے دل کی خانہ ویرانی (نہیں جاتی)

(۳) (کیجیے) اپنا محض اپنا مجھے
قطع میری سب سے نسبت (کیجیے)

دوسری صورت:

(۱) تیز (کیجیے) سینۂ نجدی کی آگ
ذکرِ آیاتِ ولادت (کیجیے)

(۲) جہاں بانی (عطا کردیں)، بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں (عطا کردیں)

(۳) تم چلو، ہم (چلیں) سب مدینے چلیں
جانبِ طیبہ سب کے سفینے (چلیں)

تیسری صورت:

(۱) فرقتِ طیبہ کی وحشت دل سے جائے (خیر سے)
میں مدینہ کو چلوں، وہ دن پھر آئے (خیر سے)

(۲) عرش پر ہیں ان کی ہر سو جلوہ گستر (ایڑیاں)
گہہ بہ شکلِ بدر ہیں گہہ مہرِ انور (ایڑیاں)

پہلی صورت کا دوسرا اور دوسری صورت کا دوسرا اور تیسرا شعر، تیسری صورت میں داخل ہے۔ اس لیے کہ ان کا پہلا مصرع جس لفظ پر ختم ہو رہا ہے، دوسرا مصرع بھی اسی لفظ پر ختم ہو رہا ہے۔

چوتھی صورت:

(۱) نہ جانے کس قدر صدمے اٹھائے راہِ الفت میں
(نہیں جاتی) مگر دل کی وہ نادانی (نہیں جاتی)

(۲) ان کے حاسد پہ وہ دیکھو بجلی گری
(وہ جلا) دیکھ کر، وہ جلا، (وہ جلا)

(منقبت درشانِ مفتی اعظم)

ترصیع: اگر دونوں فقروں یا مصرعوں کے تمام الفاظ ترتیب وار، یکے بعد دیگرے وزن بھی رکھتے ہوں اور قافیہ بھی، جیسے:

(۱) سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

(۲) دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا (رضاؔ بریلوی)

حضرت اختؔر بریلوی کے کلام میں صنعتِ ترصیع کے انوار وتجلیات جابجا نظر آتے ہیں، جو اربابِ شعر وسخن کے لیے سامانِ تسکین ہیں۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے اور لذتِ فکر ونظر کا سامان کیجیے:

(۱) صداقت ناز کرتی ہے، امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے، مروت ناز کرتی ہے

(منقبت درشانِ امام عالی مقام حضرت حسین بن علی)

(۲) اپنے در پہ جو بلاؤ تو بہت اچھا ہو
میری بگڑی جو بناؤ تو بہت اچھا ہو

(۳) قیدِ شیطاں سے چھڑاؤ تو بہت اچھا ہو
مجھ کو اپنا جو بناؤ تو بہت اچھا ہو

(۴) سنبھل جائے دلِ مضطر، مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشمِ تر گوہر، مدینہ آنے والا ہے

(۵) قدم بن جائے میرا سر، مدینہ آنے والا ہے
بچھوں رَہ میں نظر بن کر، مدینہ آنے والا ہے

تلمیع: وہ صنعت ہے کہ کوئی شعر دو یا دو سے زیادہ زبانوں میں کہا جائے اسے ذولسانین بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت اختؔر بریلوی کے کلام میں صنعت تلمیع کا حسن و جمال دیکھیں ۔

بر درت آمد گدا بہرِ سوال
ہو بھلا اختؔر کا داتا آپ ہیں
تاج خود را کاسہ کردہ گوید ایں جا تاج ور
ان کے در کی بھیک اچھی، سروری اچھی نہیں
بلبلِ بے پر پہ ہو جائے کرم
آشیانش دِہ بہ گلزارِ حرم
خلد کی خاطر مدینہ چھوڑ دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

جُد بِوَصلٍ دَائِمٍ یَا سَیِّدِی — ختم اب یہ دور فرقت کیجیے
اِدْفَعْ شَرارَ شَرٍ یَا غَوثَنَا الاَبَر — شر کے شرر خطیر ہیں یا غوث المدد

اس صنعت میں عموماً شعرا نے دو زبانیں استعمال کی ہیں، لیکن حضرت رضاؔ بریلوی کے یہاں ایک شعر میں چار زبانوں کا استعمال ملتا ہے۔ اس کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے مصرعے میں عربی اور فارسی اور دوسرے مصرع میں ہندی اور اردو کی ترکیبیں استعمال ہیں۔ ضیافتِ طبع کے لیے چند اشعار حاضر ہیں ۔

لَمْ یَاتِ نَظِیرُکَ فِی نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا
اَلبَحرُ عَلَا وَالمَوجُ طَغٰی من بے کس و طوفاں ہوش رُبا
منجدھار میں ہوں، بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا
یَا شَمسُ نَظَرتِ اِلٰی لیلی، چوں بہ طیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی، مری شب نے نہ دن ہونا جانا

طباق: کلام میں دو ایسے لفظوں کا استعمال جن کے معنیٰ میں تضاد ہو، اسے صنعتِ تضاد، مطابقت، تقابل، تطبیق اور تکافو بھی کہتے ہیں، جیسے ۔

نہ (آسمان) کو یوں سر (کشیدہ) ہونا تھا
حضورِ (خاکِ) مدینہ (خمیدہ) ہونا تھا
جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
(جلتے)(بجھا) دیے ہیں،(روتے)(ہنسا) دیے ہیں (رضاؔ بریلوی)

سفینۂ بخشش میں صنعتِ طباق کی جلوہ ریزیاں کثرت سے ہیں، یہ حضرت اختؔر بریلوی کی فنی مہارت کا واضح ثبوت ہے۔ چند مثالیں قارئین کے حوالے ۔

ان پہ (مرنا) ہے دوامِ (زندگی)
موت سے پھر کیوں نہ الفت کیجیے
میرے (دن) پھر جائیں یارب، (شب) وہ آئے خیر سے
دل میں جب ماہِ مدینہ گھر بنائے خیر سے
(دارِفانی) سے کیا غرض اس کو جس کا عالم (عالم کا قرار)
(فلک) شاید (زمیں) پر رہ گیا خاکِ گزر بن کر
بچھے ہیں راہ میں اختر، مدینہ آنے والا ہے
(رات) میری (دن) بنے ان کی لقائے خیر سے
قبر میں جب ان کی طلعت جگمگائے خیر سے
تم نے (اچھوں) پہ کیا ہے خوب فیضانِ جمال
ہم (بدوں) پر بھی نگاہِ لطف سلطانِ جمال

مقابلہ: کلام میں دو یا دو سے زائد ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنیٰ میں تضاد نہ ہو، پھر ترتیب وار ان کے مقابل اور متضاد الفاظ کا ذکر کرنا، جیسے ۔

دندان و لب و زلف و رخِ شہ کے فدائی
ہیں درِ عدن، لعلِ یمن، مشکِ ختن پھول (رضاؔ بریلوی)

مصرعِ اولیٰ میں دندان، لب، زلف اور رخ کا ذکر کیا گیا ہے، جن کی آپس میں مناسبت ہے۔ دوسرے مصرعے میں ''دندان'' کے مقابلے میں ''درِعدن''، ''لب'' کے مقابلے میں ''لعلِ یمن''، ''زلف'' کے مقابلے میں ''مشکِ ختن'' اور ''رخ'' کے مقابلے میں ''پھول'' کا ذکر ہے۔

حضرت اختؔر بریلوی کے کلام میں صنعتِ مقابلہ کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں ۔

میرے (دن) (پھر جائیں) یارب، (شب) وہ (آئے) خیر سے
دل میں جب ماہِ مدینہ گھر بنائے خیر سے

اس شعر کے پہلے مصرعے میں ''دن'' اور ''شب'' کا ذکر کیا گیا، پھر دن کے مقابلہ میں ''پھر جائیں'' اور ''شب'' کے مقابلے میں ''آئے'' ذکر کیا گیا ہے۔

خلد زارِ طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
(پیچھے پیچھے) (سَر) جاتا، (آگے آگے) (دِل) جاتا

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں ''سر'' اور ''دل'' کا ذکر ہوا ہے، پھر ترتیب وار سر کے مقابلے میں ''پیچھے پیچھے'' اور دل کے مقابلے میں ''آگے آگے'' کا ذکر ہوا ہے۔

حُسنِ تعلیل: کسی چیز کی مشہور علت کا انکار کرتے ہوئے اس کے لیے اپنے مقصد کے مناسب کوئی دوسری علت ثابت کرنا، جیسے۔

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہِ کامل کو
سلامِ ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا (رضاؔ بریلوی)

پہلے چاند کے خمیدہ نظر آنے کی علت یہ ہوتی ہے کہ سورج کی شعاع قمر پر اس انداز سے پڑتی ہے کہ اس کا ایک خاص رقبہ ہی روشن ہوتا ہے، جو زمین سے بہ شکلِ خمیدہ ہلال نظر آتا ہے، مگر شعر میں اس سے ہٹ کر اس کی ایک ایسی لطیف وجہ بیان کی گئی ہے جس سے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشاق کی دنیا عالمِ وجد میں آجاتی ہے۔ اس شعر میں دقت آفرینی کے ساتھ بلند خیالی لائق صد تحسین ہے۔ (تشریح از کشف بردہ، ص:۶۱، از: مولانا نفیس احمد مصباحی، القادری، مبارک پور)

حضرت اختؔر بریلوی کے یہاں بھی اس صنعت میں اشعار ملتے ہیں۔ درج ذیل شعر حسن تعلیل کی بہترین مثال ہے۔

جھک کے مہر و ماہ گویا دے رہے ہیں یہ صدا
دوسرا میں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں

مہر و ماہ کا آسمان پر بلند ہونا اور جھکنا نظام کائنات کی وجہ سے ہے، لیکن اس شعر میں جھکنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں جھک جھک کر یہ عرض کر رہے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں جہاں میں آپ جیسا بلند رتبہ کوئی نہیں۔ یہ ندرت بیانی اور بلند خیالی کا بہترین نمونہ ہے۔

حسنِ تعلیل کی دوسری مثال:

جھکے نہ بارِ صد احساں سے کیوں بنائے فلک
تمہارے ذرے کے پرتو ستار ہائے فلک

دنیا گول ہے، اس لیے دیکھنے میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمان چاروں طرف جھکا ہوا ہے۔ لیکن حضرت اختؔر بریلوی نے آسمان کے جھکنے کی یہ علت بیان کی کہ رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذروں کے پرتو ستاروں کی شکل میں آسمان پر جلوہ بار ہوگئے ہیں۔ آقا کے اس بارِ احسان کی وجہ سے آسمان ہمیشہ جھکا ہوا رہتا ہے۔ یہ ایک نادر علت ہے، جو حقیقی نہیں، بلکہ شاعرانہ اور ادیبانہ علت ہے جو شاعری میں حسن و جمال کا سبب ہوتی ہے۔

مراعات النظیر: شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال جن کے معانی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں۔ جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل، سرو و قمری، بادِ صبا، باغباں یا گل چیں وغیرہ کا ذکر کرنا، یا کسی چیز میں اس کے مناسبات بیان کرنا، جیسے۔

(دولھا) سے اتنا کہہ دو، پیارے (سواری) روکو
مشکل میں ہیں (براتی) پر خار بادیے ہیں (رضاؔ بریلوی)

کلامِ اختؔر میں مراعات النظیر کے گل ہائے خوش رنگ بھی اپنی خوش بو بکھیر رہے ہیں، قارئین درج ذیل اشعار سے اس صنعت کی خوش بو ضرور پائیں گے۔

ہو مجھے سیرِ (گلستانِ) مدینہ یوں نصیب
میں (بہاروں) میں چلوں خود کو گمائے خیر سے

جانِ (گلشن) نے ہم سے منہ موڑا — اب کہاں وہ (بہار) کا عالم
اب کہاں وہ (چھلکتے پیمانے) — اب کہاں وہ (خُمار) کا عالم

(فرش) آنکھوں کا (بچھاؤ) (رہ گزر) میں عاشقو
ان کے (نقشِ پا) سے ہوگے مظہرِ شانِ جمال

فلک شاید (زمیں) پر رہ گیا (خاکِ گزر) بن کر
(بچھے) ہیں (راہ) میں اختر، مدینہ آنے والا ہے

تلمیح: کلام میں کسی آیت، حدیث، مشہور شعر، کہاوت، یا کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہو، جیسے۔

اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب و تواں تمہارے لیے (رضاؔ بریلوی)

اس شعر میں واقعۂ شق القمر اور واقعۂ مقامِ صہبا کی طرف اشارہ ہے۔

وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا (رضاؔ بریلوی)

اس شعر میں قرآن کریم کا حوالہ ہے۔

مَن زَارَ تُربَتِی وَجَبَت لَہ شَفَاعَتِی
اُن پر درود جن سے نوید اِن بُشر کی ہے (رضاؔ بریلوی)

اس شعر میں حدیث شریف کا حوالہ ہے۔

جب آپ حضرت اختر بریلوی کے اشعار دیکھیں گے تو ان میں آپ کو صنعتِ تلمیح کی متعدد مثالیں اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ جلوہ بار نظر آئیں گی، جو آپ کی فنی مہارت اور علمی جلالت کا واضح ثبوت ہیں۔ درج ذیل اشعار میں صنعتِ تلمیح کا حسن و جمال دیکھا جاسکتا ہے۔

ان کی رفعت واہ واہ، کیا بات اخترؔ دیکھ لو
عرشِ اعظم پر بھی پہنچیں ان کی برتر ایڑیاں

اس شعر میں معراجِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

تیری جاں بخشی کے صدقے اے مسیحائے زماں
سنگ ریزوں نے پڑھا کلمہ ترا جانِ جمال
غمِ شاہِ دنیٰ میں مرنے والے، تیرا کیا کہنا
تجھے لَا تَحزَنُوا کی تیرے مولا سے بشارت ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحزَنُوا وَاَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُّؤمِنِینَ. (پ:۴، آل عمران، آیت:۱۳۹)

ترجمہ: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ، تمھیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ (کنز الایمان)

مذکورہ بالا شعر میں ''لَا تَحزَنُوا'' سے اسی آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔

درج ذیل شعر میں بھی قرآن کریم کا نفیس حوالہ موجود ہے۔

نازشِ عرش و وقارِ عرشیاں صاحبِ قوسین وادنیٰ آپ ہیں

اس شعر میں اشارہ ہے: ''ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی . فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنٰی .'' کی طرف، جس کا مطلب یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا قربِ خاص حاصل ہے۔ جس سے آپ کی شانِ رفیع اور مقامِ بلند کا پتا چلتا ہے۔

مسمّط: یہ صنعت عموماً لمبی بحر میں ہوتی ہے۔ ہر شعر میں تین، تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوتے ہیں، جیسے:

ماہِ شق گشتہ کی (صورت) دیکھو، کانپ کر مہر کی (رجعت) دیکھو
مصطفیٰ پیارے کی (قدرت) دیکھو، کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں (رضاؔ بریلوی)

حضرت اختر بریلوی کا یہ شعر صنعتِ مسمط کی بہترین مثال ہے۔

گلوں کی خوش بو (مہک) رہی ہے، دلوں کی کلیاں (چٹک) رہی ہیں
نگاہیں اُٹھ اُٹھ کے جھک رہی ہیں، کہ ایک بجلی (چمک) رہی ہے

مذکورہ بالا سطور میں صنائع، بدائع کے حوالے سے حضرت اختر بریلوی مدظلہ العالی کے کلام کا سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے، جو چند صنعتوں پر مشتمل ہے، اگر دقتِ نظر سے تجزیہ کیا جائے تو تمام صنعات بدیعیہ سے متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

✿✿✿

نوری مشن مالیگاؤں کی ۷۰رویں اشاعت
مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی اصلاحی خدمات پر مختصر و مدلل مقالہ
مفتی اعظم اور ان کی تعلیمات
تالیف: غلام مصطفیٰ رضوی
ناشر: نوری مشن مالیگاؤں......طباعت: دیدہ زیب......صفحات: ۱۶......ہدیہ: دعاے خیر
ملنے کے پتے:
[۱] مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳
[۲] رضا لائبریری، مقابل نیا بس اسٹیشن، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳
Cell. 09325028586 gmrazvi92@gmail.com

ہدیۂ تہنیت وتبریک
رضا اکیڈمی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری کی خدمت میں سالانہ مجلّہ یادگارِ رضا (شمارہ ۲۰۱۵ء) کی اشاعت پر ہدیۂ تہنیت وتبریک پیش کرتے ہیں۔ اللہ کریم فروغِ رضویات کے سلسلے میں اس کاوش کو قبول ومقبول فرمائے۔
من جانب: محمد میاں مالیگ؛ نیاز احمد مالیگ؛ علامہ محمد ارشد مصباحی؛ ابوزہرہ رضوی؛ ڈاکٹر حامد اقبال؛ حافظ شکیل رضوی

مطالعۂ بریلویت جلد۷ کا اجمالی محاسبہ

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد سے باہر ہی ہونی چاہیے

اعلیٰ حضرت کے موقف کی تائید مخالفین کی کتب سے

محمد میثم عباس رضوی قادری، لاہور

اعلیٰ حضرت، امام اہل سُنّت، مجدد دین وملت، مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی علمی تصنیفات اور تحقیقی نگارشات میں ایک اہم اضافہ اس سُنّت کا اِحیا بھی ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد سے باہر ادا کی جائے کیوں کہ یہ سُنّت کے موافق ہے۔ آپ نے اس موضوع پر نہایت وقیع دلائل جمع کر کے امت کے سامنے پیش کیے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا اس مسئلہ میں علمائے بدایوں سے اِختلاف ہو گیا اور موقع پاتے ہی علمائے دیو بند نے اپنی سابقہ رَوِش کے مطابق اس مسئلہ کی آڑ میں اپنا غبار نکالنے کی بے تمیز کوشش کی۔ وہابیہ کے اس مخالفانہ طرزِ عمل کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے خلیفہ مولانا عبد السلام جبل پوری کو فرماتے ہیں کہ: (وہابیہ) ’’اس پیرایہ (انداز) میں اپنی مستمر (جاری رہنے والی) چہل سالہ سکوتوں (چالیس سالہ خاموشیوں) ہزیموں (شکستوں) کا عوض (بدلہ) لینا چاہتے ہیں حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل۔‘‘

(مکتوبات امام احمد رضا بریلوی، مرتب مولانا پیر محمود احمد قادری، صفحہ ۳۴، مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور)

ڈاکٹر خالد محمود دیو بندی کے فریب کا ردِ بلیغ:

ڈاکٹر خالد محمود دیو بندی صاحب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے متعلق اپنا غبار نکالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’جمعہ کی اذانِ ثانی کو مسجد سے باہر کرنے کے لیے سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان اُٹھے اور حضرت عثمان سے اختلاف کیا جو مسئلہ شیعہ کے سوا کسی کے ہاں اختلافی نہ تھا اسے اختلافی بنا دیا۔‘‘

(مطالعۂ بریلویت، جلد۷، صفحہ ۴۷، دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور)

ڈاکٹر صاحب نے یہ تحریر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بُغض میں سر تا پا ڈوب کر لکھی ہے تا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو موردِ طعن بنایا جا سکے، لیکن ڈاکٹر صاحب اپنے مذموم مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اذانِ ثانی کے جائز ہونے کا انکار نہیں کیا، بلکہ اذان دینے کی جگہ کے متعلق حق موقف بیان کیا ہے، ڈاکٹر صاحب نے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے اعلیٰ حضرت کو شیعہ کے ساتھ ملا دیا حالاں کہ اصل بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات تو اصلاً اس اذان کو مانتے ہی نہیں بلکہ بدعتِ عثمانی کہتے ہیں، پھر اعلیٰ حضرت کو شیعہ کے ساتھ ملانا سراسر ناانصافی ہے، شیعہ حضرات کے مزعومہ ’’اعلم العُلماء والمجتهدين رئيس المِلّة وَالدِّين زعيم الحوزة العِلميّة آية اللّٰه العظمیٰ‘‘ جیسے القابات کے حامل سید علی حسینی سیستانی کے فتاویٰ پر مشتمل کتاب ’’توضیح المسائل‘‘ میں جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق لکھا ہے کہ ’’جمعہ کے دن کی دوسری اذان بدعت ہے۔‘‘ (توضیح المسائل، صفحہ ۱۲۲، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پوسٹ بکس نمبر ۵۴۲۵، کراچی پاکستان)

اس کے علاوہ ردِ غیر مقلدین پر دیو بندی فرقہ میں مشہور مولوی ابو بکر غازی پوری صاحب اذانِ ثانی کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’تمام محدثین وفقہا اور پوری ملتِ اسلامیہ اس اذان کو مسنون مانتی ہیں اور پورے عالمِ اسلام میں صحابۂ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک اس اذان پر عمل ہو رہا ہے اہل سُنّت کی تمام مساجد میں جمعہ کی دو اذان ہوتی ہے، البتہ امت کے اس اجماعِ عمل کے خلاف شیعوں نے اس اذان پر بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے اور انھیں کی اتباع وتقلید میں غیر مقلدین بھی اس اذان کو بدعت قرار دیتے ہیں اور نام رکھے ہوئے ہیں اہل حدیث اور سلفی۔‘‘ (دوماہی مجلّہ ’’زمزم‘‘ غازی پور انڈیا صفحہ ۴۷)

’’شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ جلد ثالث، ص ۲۰۴ و ۲۰۵ پر اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیعہ رافضی کا یہ کہنا کہ جمعہ کی اذانِ عثمانی بدعت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ بدعت تھی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس بدعت کو ختم کیوں نہیں کر دیا۔ اگر یہ اذان بدعت تھی تو کسی صحابی نے اس پر انکار کیوں نہیں کیا؟ اگر شیعہ اور رافضی یہ کہتے ہیں کہ یہ اس لیے بدعت ہے کہ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے حضرت عثمان نے اس کو بلا دلیلِ شرعی جاری کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان رافضیوں اور شیعوں کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان نے اس کو بلا دلیلِ شرعی جاری کیا؟ اگر تمہیں اس کی دلیلِ شرعی نہیں معلوم تو کیا ضروری ہے کہ حضرت عثمان کو بھی اس کی دلیلِ شرعی معلوم نہ ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کا یہ وہ فعل تھا جس کو ساری امت نے بالاتفاق قبول کیا ہے چاروں مذاہب والوں کا اس پر عمل ہے جیسا کہ تمام امت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تراویح والے عمل کو ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح پڑھنا بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور آج تک ساری امت اسی طرح تراویح پڑھتی ہے، ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں وکلهم

متفقون علٰی اتباع عمر و عثمان فیما سناہ یعنی ساری امت حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مسنون و جاری کردہ عمل کو بالاتفاق قابلِ اتباع سمجھتی ہے۔' تعجب ہے کہ جماعتِ غیر مقلدین شیعوں کی اتباع وتقلید میں ایک ایسے عمل کو بدعت قرار دیتی ہے جس کو ساری امت نے سُنّت سمجھ کر قبول کیا ہے اور اس لیے اس کو سُنّت سمجھا ہے کہ خلفاے راشدین کا کوئی عمل بدعت نہیں ہوتا ہے بلکہ بحکم رسول اللہ وہ سُنّت ہی ہوتا ہے۔'' (دو ماہی مجلّہ ''زمزم'' غازی پور انڈیا، صفحہ ۴۸)

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ اذان کو بدعتِ شرعی قرار دینا کسی اہل سُنّت والجماعت سے متصور نہیں ہوسکتا، یہ صرف شیعوں رافضیوں اور غالی اور متشدد قسم کے غیر مقلدین کا عقیدہ ہے۔ میں نے غالی ومتشددین کی بات اس لیے کی ہے کہ سنجیدہ غیر مقلدین بھی اس اذانِ عثمانی کو بدعت نہیں قرار دیتے بلکہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔'' (دو ماہی مجلّہ ''زمزم'' غازی پور انڈیا، صفحہ ۴۹۔۵۰)

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ اذان کو بدعت کہنا جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں بڑی جرأت اور بڑی جسارت اور خلفاے راشدین کی شان میں نہایت گستاخی ہے۔''

(دو ماہی مجلّہ ''زمزم'' غازی پور انڈیا، صفحہ ۵۳)

حضرت مولانا طیب داناپوری رحمۃ اللہ علیہ دیابنہ کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قالت الدیوبندیۃ:

ان کے نزدیک اذانِ ثانی جو جمعہ کو منبر کے سامنے ہوتی ہے۔ وہ بدعت ہے اور اس کا مرتکب دوزخی ہے۔ رام پور کے بعض علما جو آپ کے بڑے دوست تھے اس مسئلے میں آپ سے متفق نہ ہوئے تو ان کے متعلق بھی کفر ساز فیکٹری سے تحفۂ کفر کا فتویٰ پیش کر دیا دیکھو ''مبحث الاذان'' وغیرہ۔

اقول: نہ تو اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی تصنیف کا نام ''مبحث الاذان'' ہے نہ دارالافتاء بریلی شریف سے رام پور کے حضرات علماے کرام پر کبھی کفر کا فتویٰ صادر ہوا نہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی اذانِ ثانی جمعہ کو جو منبر کے سامنے ہوتی ہے **معاذ اللہ** بدعت ٹھہرایا بلکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ مبارکہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے کہ ''اذانِ ثانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہونا ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت ہے۔ صدیقِ اکبر کی سُنّت ہے، فاروقِ اعظم کی سُنّت ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد دوم، باب الاذان، صفحہ ۵۱۶) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، کتاب الصلوۃ، صفحہ ۹۷، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ، لاہور)

بے دینو! تعصب کی پٹی آنکھ سے کھولو، جو عالمِ دین جمعہ کی اذانِ ثانی کے سُنّت ہونے کی

ایسی زبردست تصریح فرما رہا ہو اُس پر اپنی کور باطنی سے بدعت کہنے کا الزام رکھتے ہو۔ یہ ضرور ہے کہ بریلی شریف وبدایوں شریف ورام پور شریف کے علماے کرام اہل سُنّت کے درمیان مطابق **اختلاف امتی رحمۃ** بعض مسائلِ فرعیہ میں اختلاف ہوا مگر **بحمدہ تعالیٰ** مسائلِ ضروریہ میں کبھی کسی طرح کا اختلاف نہ ہوا اور اسی بنا پر **بفضلہ تعالیٰ** یہ جملہ حضرات دیوبندیوں قادیانیوں کی تکفیر پر متفق ہیں۔ **وللہ الحمد**. (قہر خداوندی ردِ بے دینی دیوبندی، صفحہ ۲۳، منشی مصطفیٰ خان قادری برکاتی قاسمی نے اپنے اہتمام سے یونیورسل لیتھو پریس، بمبئی نمبر ۲ میں چھپوا کر بھوساری محلّہ نمبر ۲۵ بمبئی نمبر ۳ سے شائع کیا۔)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ایک سُنّت کو زندہ کرنے کے لیے آواز اُٹھائی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اعلیٰ حضرت مجدد ہیں اور مجدد کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی یہ بیان فرما دیا ہے کہ:

ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علٰی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا. (ابوداوٗد، کتاب الملاحم ۲/۲۳۳، المستدرک ۴/۵۲۲)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو ازسرِ نو نیا کر دے گا۔''

مسئلہ اذانِ ثانی کے متعلق علماے اہل سُنّت کی کتب جو راقم کے پاس موجود ہیں:

مسئلہ اذان ثانی کے متعلق علماے اہلِ سُنّت وجماعت بریلی کی طرف سے لکھی گئی ان کتب کے نام ملاحظہ فرمائیں جو راقم کے پاس موجود ہیں:

۱- ''**شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر**'' مولف سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ؛ مطبوعہ نوری کتب خانہ، دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور۔

۲- ''**اوفی اللمعہ فی اذان یوم الجمعہ**'' مولف سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ؛ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

۳- ''**اذان مِن اللہ لِقیام سُنّتَ نَبی اللہ**'' از افادات سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ، مرتب مولانا محبوب علی خان لکھنوی، مطبوعہ رضوی کتب خانہ، بازار صندل خان، بریلی شریف۔ ایضاً مطبوعہ دار الرضا، لاہور

۴- ''اجلی انوار الرضا'' مصنف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ، مطبوعہ مطبع اہل سُنّت وجماعت، بریلی، بار اوّل؛ ایضاً مطبوعہ نوری کتب خانہ، بازار داتا دربار، لاہور۔

۵- ''سدُّ الفرار علی الصید الفرار'' مصنف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ، مطبوعہ مطبع اہل سُنّت وجماعت، بریلی؛ بار اوّل ایضاً مطبوعہ دار العلوم رضاے خواجہ، اجمیر شریف۔

۶- ''**سلامۃ اللہ لاھل السنۃ من سیل العناد و الفتنۃ**'' مصنف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ، مطبوعہ مطبع اہل سُنّت وجماعت، بریلی، بار اوّل۔

۷-''مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ'' مصنف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ، مطبوعہ اہل سُنّت و جماعت، بریلی۔

۸-''وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند و الفتنۃ'' مصنف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ، مطبوعہ مطبع اہل سُنّت و جماعت، بریلی، بار اوّل۔

۹-''مقتل کذب وکید'' مصنف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ، مطبوعہ مطبع اہل سُنّت و جماعت، بریلی، بار اوّل۔

۱۰-''مقتل اکذب اجہل'' مصنف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ، مطبوعہ مطبع اہل سُنّت و جماعت، بریلی۔

۱۱-''نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار'' مصنف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ، مطبوعہ مطبع اہل سُنّت و جماعت، بریلی، بار اوّل۔

۱۲-''التحقیق الحسان فی احکام الاذان بجواب تنشیط الاذان'' مصنف مولانا عرفان علی قادری بیسل پوری مطبوعہ حسنی پریس، بریلی، بار اوّل۔

۱۳-''اذان خطبہ کہاں ہو؟'' مصنف حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الحق خان رضوی، مطبوعہ دائرۃ البرکات، کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو۔

۱۴-''اَلْمَکَالِمَہ فی الاذان الثَّانِیْ یَوم الْجُمُعَہ'' از محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ، مطبوعہ انجمن اشاعت الحق، باڈ ہولی، شہر بنارس۔

۱۵-''مسئلہ اذانِ ثانی جمعہ پر ایک دل چسپ مکالمہ'' مابین صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی و مولانا معین الدین اجمیری

(ہفت روز دبدبۂ سکندری، رام پور، ۴؍دسمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۶؍جلد ۵۳؍صفحہ ۳؍تا ۶، مشمولہ کتاب ''تین تاریخی بحثیں مولف ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، مطبوعہ برکاتِ رضا فاؤنڈیشن، ممبئ)

۱۶-''مبحث الاذان'' مصنف حضرت علامہ مولانا سید محمد میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ، مطبوعہ خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ ضلع ایٹہ (صفحات ۳۲)

حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تائید:

حضرت علامہ عبد الحی لکھنوی (جو کہ علمائے دیوبند کے یہاں بھی مستند تسلیم کیے جاتے ہیں) نے بھی مسئلہ اذان ثانی میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''بلاشبہ ابوداؤد کی روایت سے یہ امر ثابت ہے کہ اذانِ ثانی خارج مسجد روبروئے خطیب ہوتی تھی فان یؤذن بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد. جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو آپ کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی۔''

(فتاویٰ عبد الحی، ج ۱، ص ۲۴۹، ناشر ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی، اردو ترجمہ مفتی برکت اللہ لکھنوی)

مولانا عبدالحی لکھنوی کے اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد سے باہر ہوتی تھی،

سرِ دست اس مضمون میں سیدی اعلیٰ حضرت کے بفیض علمائے دیوبند کے موقف کی تردید اور اعلیٰ حضرت کی تائید دیوبندی اور غیر مقلد وہابی علما کے قلم سے بیان کی جا رہی ہے تا کہ اس مسئلہ میں بھی سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے موقف کی حقانیت ان کے مخالفین پر واضح ہو سکے کہ اگر چہ علمائے دیوبند نے اس مسئلہ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اختلاف کیا لیکن پھر بھی بعض دیوبندی اکابر علما کو سیدی اعلیٰ حضرت کے موقف کی صداقت کو تسلیم کرنے کے سوا چارہ نظر نہ آیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کے زمانہ میں جمعہ کی دوسری اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی: مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی

۱-امام الدیابنہ مولوی عبدالشکور دیوبندی صاحب اپنی کتاب ''علم الفقہ'' میں جمعہ کی دوسری اذان کے متعلق حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان بھی مسجد کے اندر نہ ہوتی تھی مگر عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو مسجد کے اندر داخل کرلیا۔''

(علم الفقہ، صفحہ ۱۶۰، حصہ دوم، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی)

ضروری نوٹ: نام کے متعلق یہاں مولوی عبدالشکور لکھنوی صاحب سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ صحیح نام ہشام بن عبدالملک ہے۔

اذانِ ثانی پر صحابہ کا اتفاق ہے: مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی

۲-مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب اپنی کتاب میں اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''تمام صحابۂ کرام، مہاجرین اور انصار نے حضرت عثمان کے اس عمل کو مستحب اور مستحسن سمجھا اور حضرت علی نے بھی اس کی موافقت فرمائی حتیٰ کہ حضرت علی نے اپنے دورِ خلافت میں اس اذانِ ثانی

کو برقرار رکھا اور اسی پر تمام مذاہبِ اربعہ کا اتفاق ہے۔"

(خلافتِ راشدہ صفحہ ۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور)

مذکورہ بالا اقتباس میں مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی کے جائز ہونے پر تمام صحابہ اور مذاہبِ اربعہ کا اتفاق ہے۔ اور ادریس کاندھلوی صاحب کے اقتباس سے پہلے مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی صاحب کی کتاب "علم الفقہ" کے اقتباس سے راقم نے ثابت کیا ہے کہ خلفاے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان مسجد میں نہیں ہوتی تھی لہٰذا دیوبندی علما کے ان دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اذانِ ثانی کے مسجد سے باہر ہونے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے۔ اس لیے اگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جمعہ کی اذانِ ثانی کے مسجد سے باہر ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو یہ بالکل برحق ہے اور اعلیٰ حضرت کے بُغض میں دیوبندی علما کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاقی عمل کی مخالفت کرنا سراسر غلط ہے۔

جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق اعلیٰ حضرت کا موقف درست ہے: انور شاہ کشمیری دیوبندی

۳-علماے دیوبند کے مزعومہ "امام اعظم" مولوی انور شاہ کشمیری صاحب نے بھی مسئلہ اذانِ ثانی کے مسجد سے باہر ہونے کے سلسلہ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے موقف کو درست قرار دیا۔ مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب اپنے استاد مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

"تقریباً بیس اکیس سال پہلے احمد رضا خان نے اذانِ ثانی للجمعہ کے خارجِ مسجد ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور صرف یہی مسئلہ ہے کہ اس نے حق کہا ہے۔"

(انوار الباری، باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۱۷، صفحہ ۱۲۸، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

ابوداؤد کی حدیث سے اعلیٰ حضرت کا موقف ثابت ہے: مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی

۴-اس کے بعد کشمیری صاحب مسئلہ اذانِ ثانی کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے موقف کے بارے میں تائید کرتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا شیخ الہند سے میری اس مسئلہ میں گفتگو ہوئی اور میں نے ان سے بھی یہی بات کہی تھی...... کہ یہ بات اس نے حق کہی ہے کیوں کہ ابوداؤد میں تصریح کی ہے کہ حضور اکرم کے زمانہ میں اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی (اندر نہ ہوتی تھی) اور اندر ہونے کی اصل بنی امیہ سے ہے۔"

(انوار الباری باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۱۷، صفحہ ۱۲۸، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان)

اذانِ ثانی کے مسجد میں ہونے کے متعلق کسی کے پاس مذاہب اربعہ سے کوئی دلیل نہیں: انور شاہ کشمیری دیوبندی

۵-اذانِ ثانی کے متعلق کشمیری صاحب حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"میں حیران رہا اور سمجھا کہ (اذانِ ثانی کے داخل مسجد ہونے کے متعلق) اور کسی کے پاس کچھ سامان تو تھا نہیں۔"

(انوار الباری، باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۱۷، صفحہ ۱۲۸ ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان)

اسی "انوار الباری" میں ایک اور مقام پر اسی طرح کی بات لکھی ہے جس میں انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں کہ: "چاروں مذاہب میں اندر ہونے کا سامان نہیں۔"

(انوار الباری باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۱۷، صفحہ ۱۲۸، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان)

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں دینا بنی امیہ کا عمل ہے یہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے: انور شاہ کشمیری دیوبندی

۶-اسی سلسلۂ گفتگو میں انور شاہ کشمیری صاحب اذانِ ثانی کے داخلِ مسجد ہونے کو روکنے کے لیے کہتے ہیں کہ: "بنی امیہ کے عمل کو گرنا چاہیے تھا مگر اب تک اسی پر عمل ہوتا آیا۔"

اذان کا مسجد سے باہر دینا اولیٰ ہے: مفتی شیخ فرید دیوبندی

۷-علماے دیوبند کے مزعومہ "محدثِ کبیر" اور "فقیہ العصر" مفتی شیخ فرید صاحب نے بھی اذان کے متعلق لکھا ہے کہ: "اذان کا مسجد سے باہر دینا اولیٰ ہے۔"

(فتاویٰ فریدیہ، جلد دوم، صفحہ ۱۸۱، ناشر مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی)

اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے: مفتی عبدالحق دیوبندی

۸-مفتی عبدالحق دیوبندی صاحب بھی مسجد میں اذان دینے کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "بہتر یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دی جائے لان بلالا رضی اللّٰہ عنہ کان یوذن علی بیت امرءۃ من بنی النجار و کان اطول بیت حول المسجد کما فی ابی داود ص۷۷/۷وفی الهندیه ص۵۷/جلد۱ و ینبغی ان یوذن علی الما ذنة او خارج المسجد و لا یوذن فی المسجد کذا فی فتا ویٰ قاضی خان."

(فتاویٰ حقانیہ، جلد ۳، صفحہ ۱۹۳، ناشر جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)

اذان مسجد سے باہر دینا مستحب ہے: مولوی تنویر احمد شریفی دیوبندی

9-تنویر احمد شریفی دیوبندی صاحب بھی اذان کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''اذان مسجد کے باہر دینا مستحب ہے۔'' (انگوٹھے چومنے کا مسئلہ دیوبند کی عدالت میں، صفحہ۲۲، ناشر الامین مسلم آباد نیو ایم اے جناح روڈ، کراچی)

کہاں ہیں ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب جو کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو موردِ طعن ٹھہراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جمعہ کی اذانِ ثانی کو مسجد سے باہر کرنے کے لیے سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان اُٹھے۔''

(مطالعۂ بریلویت، جلد۷، صفحہ۴۷، دار المعارف الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

بتائیے! کیا دیوبندی مذہب میں سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیا کرنا بھی قابلِ طعن سمجھا جاتا ہے؟

اذان مسجد سے باہر دینی چاہیے

۱۰-دیوبندی حضرات کی طرف سے شائع کردہ مُلّا علی قاری مکی ہَرَوِی کی کتاب ''الحزب الاعظم'' کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: ''جو شخص اذان دینا چاہے اسے چاہیے کہ پاک صاف ہو کر کسی بلند مقام پر مسجد سے علاحدہ قبلہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو۔'' (الحزب الاعظم، صفحہ۱۸۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

اذان مسجد سے باہر دینا سُنّت ہے: پالن حقانی دیوبندی

۱۱-قاری طیب دیوبندی صاحب اور دیگر دیوبندی علما کی تائید کردہ پالن حقانی دیوبندی صاحب کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' سے اذانِ جمعہ کے خارج مسجد ہونے کے متعلق اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں لکھا ہے کہ:

''سُنّت یہ ہے کہ اذان اونچی جگہ دے مسجد کے اندر نہیں بلکہ میذنہ (منارہ یا اذان دینے کی جگہ-میثم قادری) پر یا مسجد سے باہر ہونی چاہیے۔'' (عین الہدایہ، جلد نمبر۱، ص۲۹۵، باب الاذان، اور عالم گیری، جلد۱، ص۵۷، باب الاذان میں بھی ہے) (شریعت یا جہالت، صفحہ ۵۰۵، مطبوعہ دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی ۱۹۸۱ء) اس اقتباس میں ''عین الہدایہ'' اور ''فتاویٰ عالم گیری'' کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ سُنّت یہ ہے کہ اذانِ جمعہ مسجد سے باہر ہونی چاہیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی: پالن حقانی دیوبندی

اس کے بعد اسی مسئلہ کے متعلق پالن حقانی دیوبندی صاحب کے دو مزید اقتباسات ملاحظہ

کیجیے جن میں وہ لکھتے ہیں کہ:

۱۲-''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک اذان اور زیادہ کر دی گئی جو زورا پر ہوتی تھی (زورا مدینہ منورہ کے بازار کو کہتے ہیں)'' (شریعت یا جہالت، صفحہ ۵۰۵، مطبوعہ دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی ۱۹۸۱ء)

۱۳-''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی تو آپ نے ایک اذان زیادہ کر دی اور وہ اذان مدینہ منورہ کے بازار میں ہوتی تھی۔'' (شریعت یا جہالت، صفحہ ۵۰۶، مطبوعہ دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی ۱۹۸۱ء) علماے دیوبند کی تائید کردہ کتاب ''شریعت یا جہالت'' کے تین اقتباسات سے ثابت ہو گیا کہ سُنّت یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے۔

مسجد میں اذان مکروہ ہے: مولوی اشرف دیوبندی

۱۴-مولوی اشرف دیوبندی صاحب نے مولوی ابو سلمان شہیدی کے نام سے کتاب ''اذانِ جمعہ'' لکھی جس میں انھوں نے ''فتاویٰ رحیمیہ'' سے ایک اقتباس نقل کیا ہے، جس میں لکھا ہے کہ: ''اذان مسجد میں کہنا مکروہ ہے۔'' (اذانِ جمعہ، صفحہ۱۹)

ایک دیوبندی اعتراض کا جواب گنگوہی صاحب کے قلم سے:

رہا دیوبندیہ کا یہ اعتراض کہ اذانِ ثانی کے خارجِ مسجد ہونے پر تعامل رہا ہے تو اس کا الزامی جواب بھی دیوبندیوں کے ''امام'' اور ''فقیہ النفس'' مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب کی زبانی ملاحظہ کریں۔ گنگوہی صاحب جماعتِ ثانیہ کے متعلق لکھے گئے رسالے میں لکھتے ہیں کہ:

''قرونِ ثلٰثہ کے بعد کسی قرن میں بغیر کسی حجت شرعیہ قائم کیے کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی بات پیدا ہو گئی اور اخلاف نے اسلاف کے اتباع کی وجہ سے اس پر عمل شروع کر دیا اور ہوتے ہوتے وہ مسلمات اور ضروریات کے درجے تک پہنچ گیا کہ چھوڑنا ضروریاتِ دین کو چھوڑنے کے برابر خیال کیا جانے لگا تو اس صورتِ عمل کو رواج کہتے ہیں یہ کوئی دلیل نہیں ہوئی اور ہرگز قابلِ التفات نہیں ہوتا اگرچہ علما نے بھی بلا تردد اس پر عمل کیا ہو۔''

(القطوف الدانیہ مشمولہ تالیفاتِ رشیدیہ، صفحہ۷۷، ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰/انارکلی، لاہور)

اسی سلسلۂ گفتگو میں چند سطر بعد گنگوہی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''توارث اجماعی بھی اُس وقت معتبر ہوتا ہے جب کہ تعامل صحابہ اور قرونِ ثلٰثہ کے خلاف نہ ہو اور ''مارآہ المسلمین'' اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قولی، فعلی،

تقریری اور صحابۂ کرام وتابعین ابرار ومجتہدین عظام علیہم الرضوان سے اس میں کوئی تصریح نہ ہو اور اگر ہو تو پھر مسلمانوں کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کو اس میں دخل نہ ہوگا حتیٰ کہ مجتہدین کا اجتہاد بھی معتبر نہ ہوگا چنانچہ شارحِ منیہ نے کہا ہے کہ روایت کے خلاف درایت لینا مناسب نہیں ہے۔''

(القطوف الدنیہ مشمولہ تالیفاتِ رشیدیہ، صفحہ ۴۷۷، ادارۂ اسلامیات ۱۹۰/انارکلی، لاہور)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی صاحب کے نام سے شائع کتاب ''براہین قاطعہ'' میں لکھا ہے کہ:

''اگر کروڑوں علما بھی فتویٰ دیویں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں اگر کچھ بھی علم و عقل ہو تو ظاہر ہے۔'' (براہین قاطعہ، صفحہ ۱۶۹، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

''جو ایک دو عالم موافق نصوصِ شرعیہ کے فرما دے اور اس کی تمام دنیا مخالف ہو کر کوئی بات خلافِ نصوص اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر منصور اور عنداللہ مقبول ہوویں گے۔''

(براہین قاطعہ، صفحہ ۱۶۹، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

''ارشادِ فخر عالم ہے کہ جو موافق کتاب وسُنّت کے کہے وہ طائفہ قلیلہ اگرچہ رجلِ واحد بھی ہو وہ علی الحق اور اس کی مخالف تمام دنیا بھی ہو تو مردود ہے۔''

(براہین قاطعہ، صفحہ ۱۶۹، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

''طریقہ صحابہ کا حسبِ ارشاد ان احادیث کے میزان ہے جس کا طریقہ اور قول وضع صحابہ سے موافق ہے وہی حق ہے، الحاصل مثل آفتاب نصف النہار کے واضح ہو گیا کہ اکثر المسلمین اور جماعتِ کثیرہ اور سوادِ اعظم اہل السنّت والجماعت ہیں اور ان کا طریقہ موجبِ نجات اور سُنّت ہے اور اس کے ہی التزام کا حکم ہے پس جو اس کے موافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سوادِ اعظم اور حق ہے اور جو اس کے خلاف کہے اگرچہ تمام عالم ہو باطل ہے۔''

(براہین قاطعہ، صفحہ ۱۷۱۔۱۷۲، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

اس کے علاوہ مولوی حکیم اسحاق بلیاوی دیوبندی صاحب بھی تعامل کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''غیر مشروع اُمور عرف وعادت سے مشروع نہیں ہو جایا کرتے۔''

(قاطع الورید من المبتدع العنید ملقب بہ الابداع فی مسئلۃ خطبۃ الوداع صفحہ ۸۹، مطبوعہ بلالی سٹیم پریس، ساڈھورہ)

یہی حکیم صاحب اپنی کتاب کے آخری صفحہ پر مزید لکھتے ہیں کہ: ''مسلمانوں میں جو چیز خلاف شرع رواج پا جاوے وہ رواج سے جائز نہیں ہو سکتی۔''

(قاطع الورید من المبتدع العنید ملقب بہ الابداع فی مسئلۃ خطبۃ الوداع، مطبوعہ بلالی سٹیم پریس، ساڈھورہ)

مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اسحاق بلیاوی دیوبندی صاحبان کے پیش کیے گئے اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر کسی مسنون فعل کے خلاف کوئی فعل رواج پا جائے اور اس کو ضروریاتِ دین کے برابر سمجھا جانے لگے حتیٰ کہ مجتہدین بھی اس کے حق میں فتویٰ دے دیں تب بھی اس کا اعتبار نہیں ہوگا لہٰذا اذانِ ثانی کے متعلق تعامل والا شبہ ہرگز قابلِ مَسمُوع نہیں۔ تعامل کے متعلق مزید وضاحت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتاب ''**شمائم العنبر**'' میں ملاحظہ کریں۔

اور مولوی عبدالشکور لکھنوی اور مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحبان کے پہلے نقل کیے گئے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی خلفاے راشدین کے دور میں خارجِ مسجد ہوتی تھی۔ ہشام بن عبدالملک نے اس کو داخلِ مسجد کیا لہٰذا بقول گنگوہی صاحب اس خلافِ سُنّت فعل پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔

اذانِ ثانی کے خارج از مسجد ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تائید غیر مقلد وہابی علما سے:

۱-مولوی محمد جوناگڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ اذانِ ثانی ''بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں'' (فتاویٰ ستاریہ، جلد سوم، صفحہ ۸۵، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۲-مولوی جوناگڑھی صاحب کے موقف کے متعلق ''فتاویٰ ثنائیہ'' میں بھی لکھا ہے کہ: ''مولانا محمد صاحب دہلوی مرحوم اخبارِ محمدی یکم جنوری ۱۹۳۹ء پر اس اذان کو مسجد کے اندر کہلوانا بدعتِ سیئہ قرار دیتے ہیں۔''

(فتاویٰ ثنائیہ، جلد اول، صفحہ ۴۳۶، ادارۂ ترجمان السنہ، ایبک روڈ، لاہور)

۳-غیر مقلد حضرات کے شیخ الحدیث مولوی یونس دہلوی صاحب جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''یہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے مسجد میں یہ اذان دینی بدعت ہے حضرت عثمان نے مسجد سے باہر زورا بازار میں دلوائی تھی۔''

(دستور المتقی فی احکام النبی صفحہ ۱۶۳، اسلامک پبلشنگ، الفضل مارکیٹ ۱۷، اُردو بازار، لاہور)

۴-غیر مقلد حضرات کے مشہور مولوی عبدالستار دہلوی صاحب جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق پوچھے گئے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''مسجد کے اندر خطیب کی آمد کے قبل اذان کہلوانا اذانِ عثمانی نہیں بلکہ اذان مروانی وبدعی ہے اگر مسئلہ ہٰذا کی مفصل ومدلل بحث دیکھنی منظور ہو تو دفتر صحیفۂ اہل حدیث سے رسالہ **اقامة الحجة ان النداء الثالث یوم الجمعه فی المسجد** منگوا کر ملاحظہ کریں۔''

(فتاویٰ ستاریہ، جلد، صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷، ناشر مکتبۂ سعودیہ، حدیث منزل، کراچی)

۵-یہی مفتی عبدالستار دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ: ''خلفاے اربعہ کے بعد جب ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سننِ نبویہ کو درہم برہم کیا وہاں اذانِ عثمانیہ کو بھی خلافِ طریقہ رسول وصحابہ کے مسجد میں جاری کردیا (**کذافی عون المعبود شرح ابوداؤد**) پس جولوگ آج جمعہ کے دن مسجد میں اذانِ عثمانیہ کہتے یا کہنے کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس میں سُنّتِ رسول وسُنّتِ صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبدالملک کے مقلد ہیں ''کائناً من کان'' صدافسوس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاے اربعہ کی سُنّت کو چھوڑ کر ہشام بن عبدالملک کی سُنّت کو ترجیح دیں اور اہل حدیث کہلائیں-ایں خیال است ومحال است وجنوں۔'' (فتاویٰ ستاریہ، جلد۱، صفحہ۱۲۱، ناشر مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۶-اسی فتاویٰ ستاریہ میں ایک اور جگہ یوں لکھا ہے کہ: ''جب ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سننِ نبویہ پر ہاتھ صاف کیا وہاں اذانِ ثانی کو بھی خلافِ طریقہ نبوی وخلفا اربعہ کے بعد، مسجد میں جاری کردیا۔''

(**کذافی عون المعبود شرح ابی داؤد وفتح الباری شرح صحیح البخاری**) (فتاویٰ ستاریہ، جلد۳، صفحہ۸۳، مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۷-اس کے بعد مولوی عبدالستار دہلوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''خلاصۃ المرام یہ کہ جولوگ آج کل جمعہ کے دن مساجد میں اذانِ ثانی کہتے کہلواتے ہیں وہ اس میں سُنّت رسول وسُنّت صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبدالملک کے مقلد ہیں 'کائناً من کان'' تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاے اربعہ کی سُنّت پر ہشام بن عبدالملک کے طریقہ کو ترجیح دیں اور پھر متبع رسول ومتبع صحابہ کہلائیں-ایں خیال است ومحال است وجنوں۔''

(فتاویٰ ستاریہ، جلد۳، صفحہ۸۴-۸۵ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۸-غیر مقلد مولوی ابومحمد عبیداللہ صاحب اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے۔''

(فتاویٰ ستاریہ جلد۳، صفحہ۸۵، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۹-غیر مقلد مولوی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں کہ یہ اذانِ ثانی: ''مسجد کے باہر ہوا کرتی تھی وہ مکان بازار میں ہے۔'' (فتاویٰ ستاریہ، جلد۳، صفحہ۸۵، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۱۰-غیر مقلد مولوی احمد اللہ صاحب اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''دوسری اذان حضرت عثمان کے زمانہ میں باجازت امیر المومنین کہی گئی خارج میں مقام

زوراپر اگر اس طرح کہے جائز ہے اور اگر مسجد کے اندر کہی جائے تو یہ بدعت ہے۔''

(فتاویٰ ستاریہ، جلد سوم، صفحہ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

مولوی احمد اللہ صاحب کے جواب کی تصدیق ۳ عدد غیر مقلد علمانے کی ہے ملاحظہ کریں:

۱۱-''**الجواب صحیح**'' ابوعرفان محمد سلیمان عفی عنہ مرشدآبادی سند یافتہ مدرسہ دارالکتاب والسنہ۔

۱۲-''**انا اقول بما قال بہ مولانا احمد اللّٰہ**'' **محمد بن عبد اللہ الندوی مدرس دارالحدیث الرحمانیہ.**

۱۳-''مولانا احمد اللہ صاحب کا جواب مناسب ہے۔''

(عبدالغفور مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ)

(فتاویٰ ستاریہ، جلد سوم، صفحہ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۱۴-غیر مقلد وہابی مولوی ابومحمد عبدالجبار صاحب جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان نے اس اذان کو مسجد کے باہر مقامِ زوراپر دلوایا تھا، اب جولوگ اس اذان کو مسجدوں میں دلواتے ہیں یہ بدعت ہے کیوں کہ مقامِ زوراپر دلوایا تھا'' **کما لایخفی واللہ اعلم وعلمہ اتم** ابومحمد عبدالجبار کھتیڑوی مدرس مدرسہ کھنڈیلہ حال وارد مدرسہ سلفیہ دربھنگہ صوبہ بہار۔''

۱۵-غربا ے اہلِ حدیث کے امام ابومحمد مولوی عبدالوہاب صاحب غیر مقلد مولوی عبدالجبار صاحب کے فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''**الجواب صحیح**'' (حضرت الامام مولانا مولوی الحافظ الحاج ابومحمد عبدالوہاب **عفی عنہ**) (فتاویٰ ستاریہ، جلد سوم، صفحہ۸۷، مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۱۶-غیر مقلد مولوی عبدالرحمٰن صاحب بھی اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان نے جو اذان کہلائی تھی وہ مسجد میں نہ تھی خارجِ مسجد تھی۔''

(فتاویٰ ستاریہ، جلد سوم، صفحہ۸۷، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی)

۱۷-مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے اس جواب کی تصدیق کرتے ہوئے غیر مقلد مولوی ابوعمار صاحب لکھتے ہیں کہ:

''**الجواب صحیح**'' ابوعمار عبدالقہار غفرلہٗ مدرس مدرسہ دارالسلام، کراچی

قارئین کرام! علماے دیوبند اور علماے غیر مقلدین کے قلم سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ جمعہ کی اذانِ ثانی کے خارج از مسجد ہونے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا موقف سُنّت کے

موافق ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے والے علماے دیو بند سے سوال ہے کہ سُنّتِ نبوی وسُنّتِ خلفاے راشدین کو زندہ کرنے والے کو اس مبارک فعل کی وجہ سے طعن وتشنیع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ یقیناً ایسا فعل قطعاً جائز نہیں ہوسکتا؛ پھر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلاف زبان درازی اور اس قسم کے لغو اعتراض کا مقصد کیا ہے؟ دیابنہ سُنّت کے عامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن سُنّت سے ثابت شدہ فعل کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ مسئلہ اذانِ ثانی - فیاللعجب - مسئلہ اذانِ ثانی کی آڑ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر اپنا غبار نکالنے والے دیو بندی علما بالخصوص ڈاکٹر خالد محمود دیو بندی کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ جس مسئلہ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا موقف غلط ثابت کرنے کے لیے انھیں مطالعۂ بریلویت جلد نمبر ۷ کے کئی صفحات کو سیاہ کرنا پڑا وہی موقف اکابرِ دیو بند اور ان کے ''ہم مخرج'' بھائیوں سے ثابت ہوگیا اور یوں ''مطالعۂ بریلویت'' جلد ۷ کا اجمالی رد بھی ہوگیا - **الحمد لِلّٰہ** - ڈاکٹر صاحب سے گزارش ہے کہ اگر آپ کو خدا ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی شرم نہیں تو اپنے اکابر کی ہی شرم کرلیں۔

☆☆☆

آفاقیت

''(امام) احمد رضا نے آفاقیت کے لیے کوشش کی۔ گو ان کا آفاقی پیغام بریلویت کے نام سے جانا پہچانا گیا، (امام) احمد رضا بریلی کے رہنے والے تھے۔ اس لیے ان کے آفاقی پیغام کو بریلی سے نسبت دی جانے لگی اور بریلویت سے تعبیر کیا جانے لگا۔ دنیا میں لاکھوں کروڑوں ایسے سُنّی بستے ہیں جو ''بریلویت'' کی اصطلاح تک سے واقف نہیں۔ مگر عقائد وہی رکھتے ہیں جن کی تبلیغ واشاعت (امام) احمد رضا نے کی۔ پاک وہند میں لاکھوں ایسے مسلمان رہتے ہیں جو خود کو بریلوی نہیں کہتے۔ لیکن جب ان کے عقائد وافکار کا مطالعہ کریں گے تو (امام) احمد رضا کا ہم نوا پائیں گے تو دراصل ''بریلویت'' آفاقیت کا دوسرا نام ہے۔''

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی

(اُجالا، ص ۳۶۔۳۷)

عرس اعلیٰ حضرت اور صدرالافاضل

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
خادم نوری دارالافتاء، مدینہ مسجد، محلّہ علی خاں، کاشی پور، اتراکھنڈ

مجدد ملت طاہرہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت؛ صدرالافاضل استاذ العلماء حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی تغمد ہما اللہ الھادی کی ذواتِ علیا سے کون واقف نہیں۔ عرب وعجم، پاک وہند ہر سُو ہر جا اہلِ سُنّت کے یہ دونوں قائد 'کنزالایمان' اور 'خزائن عرفان' کی صورت میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ جس طرح پوری دنیا میں کنزالایمان کے ساتھ 'خزائن العرفان' مشہور ہے، اعلیٰ حضرت اور صدرالافاضل کے مابین رشتۂ محبت ومؤدت نے بھی دنیاے سُنّیت میں اسی طرح شہرت پائی۔

صدرالافاضل اور اعلیٰ حضرت کے مابین تعلقات وروابط عوام وخواص کسی سے پوشیدہ نہیں، اکثر تعلقات زندگی تک باقی رہتے ہیں مرنے کے بعد نہیں، مگر قربان جاؤں اس رشتۂ محبت واُلفت اور اس شانِ عقیدت پر کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد بھی صدرالافاضل نے تادمِ زیست بریلی نہ چھوڑا، جب دل کرتا چلے جاتے اور جب تک دل کرتا وہاں قیام کرتے اور اپنے مربی ومحسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے۔ خصوصاً وہ تاریخ جس دن اعلیٰ حضرت نے رحلت فرمائی، اس تاریخ میں تو ضرور ضرور جاتے۔ شاید ہی زندگی میں کبھی ایسا ہوا ہو کہ عرسِ اعلیٰ حضرت ہو اور صدرالافاضل نہ ہوں۔ اوراقِ تاریخ پر نظر دوڑانے سے علم ہوتا ہے کہ عرسِ اعلیٰ حضرت کے ایام میں صدرالافاضل مرادآباد چھوڑ کر بریلی شریف آکر آستانۂ رضویہ میں اقامت پذیر ہوجاتے۔

عرسِ اعلیٰ حضرت میں صدرالافاضل کا خطاب خصوصی اہمیت کا حامل ہوتا تھا، ان خطابات کے موضوعات عموماً اسلام اور اہلِ اسلام کو درپیش مسائل کے ادراک اور ان کے حل پر مشتمل ہوتے۔

۱۳۴۲ھ میں جس وقت 'تحریک شدھی' زوروں پر تھی صدرالافاضل اس کے انسداد کے لیے جابجا سرگرداں تھے گاؤں گاؤں شہر شہر مسلمانوں کے دین وایمان بچانے میں مصروف تھے؛ اسی اثنا میں عرسِ اعلیٰ حضرت کی تاریخ آگئی صدرالافاضل نے بریلی کا رُخ کیا، حجۃ الاسلام حضور علامہ حامد رضا خاں، حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں، حضور اشرفی میاں، تاج العلماء سید محمد میاں مارہروی اور دیگر مشاہیر

بھی شریک تھے، تحفظِ دین وعقائد اورفتنۂ ارتداد کے سدِ باب کے موضوع پرخطابات ہوئے، حضورصدرالافاضل نے بھی تحفظِ اسلام اورانسدادفتنۂ ارتدادپر بہترین خطاب فرمایا۔اخبار دبدبۂ سکندری نےعرس کی رودادشائع کی،ہم یہاں چنداقتباس پیش کررہے ہیں۔

''بریلی آستانۂ مقدسہ رضویہ پرحضور پرنوراعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلِ سُنّت مجدد مأۃ حاضرہ مولاناشاہ محمداحمدرضاخاں صاحب قبلہ قادری برکاتی رضی اللہ کاعرس رضوی زیرسیادت سیدی ومرشدی حضرت مولانامولوی حاجی مفتی قاری شاہ محمدحامدرضاخاں صاحب قادری دامت برکاتہم وحضرت جناب مولانامولوی مفتی شاہ محمدمصطفیٰ رضاخاں صاحب قبلہ مدظلہم العالی باہزاراں ہزارشان وشکوہ منعقدہوا،اکنافِ ہند سےمقتدرومستندعلماےکرام وصوفیاےعظام ومشائخ فخام ومشاہیرِاسلام شمولیتِ عرس کے لیےتشریف لائے تھے......حضرت شیخ المشائخ جناب مولاناسیدشاہ علی حسین صاحب اشرفی جیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف اورحضرت جناب مولاناحافظ سیدمحمدمیاں صاحب قادری مارہروی مدظلہم العالی نےعرفانِ تصوف وعقائدپرنہایت برجستہ تقاریرفرمائیں۔مولاناحافظ حشمت علی صاحب رضوی لکھنوی، مولاناقاضی احسان الحق صاحب نعیمی، مفتی بہرائچ مناظرِاسلام مولوی برہمچاری صاحب، مولاناغلام احمدصاحب مرادآبادی اورحضرت مولانامولوی محمدنعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی نےتحفظِ اسلام وسُنّت وحمایتِ دین وملت انسدادفتنۂ ارتدادپرنہایت زبردست معرکۃ الآراءتقاریرفرمائیں۔''

(دبدبۂ سکندری،۵رنومبر۱۹۲۳ء،ص۹۔۱۰)

۱۳۴۳ھ میں عرسِ اعلیٰ حضرت میں آپ شریک ہوئے اورخطاب بھی فرمایا،پنجاب سے نکلنے والےاہلِ سُنّت کےمشہوراخبار''الفقیہ''میں آپ کےخطاب کاذکرکچھ اس اندازمیں درج ہے:

''بتواریخ ۲۳۔۲۴۔۲۵رصفرالمظفر ۱۳۴۳ھ بریلی میں حضرت تاج العلماء والفحول عاشقِ رسول مقبول، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، حامی رشدوہدایت، قاطع کفروضلالت، حاملِ قرآن وسُنّت ، ماحی نجدیت ووہابیت حضرت مولانامولوی قاری شاہ احمدرضاخاں صاحب مجددبریلوی قدس اللہ سرہ کاعرس مبارک تھا............ان تینوں تاریخوں میں حضرت مولانامولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی (وغیرہ) کےموثروعظ ہوتے رہےجس سےحاضرینِ عرس شریف کوروحانی غذاملتی رہی۔''

(الفقیہ،۱۴را اکتوبر۱۹۲۴ء،ص۲)

سُنّی کانفرنس سے متعلق چنداُمورمیں حضرت تاج العلماءسیدمحمدمیاں مارہروی علیہ الرحمہ اور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کےدرمیان قدرےاختلاف ہوگیا،۱۳۴۸ھ میں عرس اعلیٰ حضرت کےموقع پراس

تعلق سے صدرالافاضل سے گفتگوکی گئی جس کاذکر''اہلِ سُنّت کی آواز''میں درج ذیل الفاظ میں کیاگیاہے:

''صفر۴۸ھ کےعرس شریف رضوی ہی (کے) موقع پرحضرت حجۃ الاسلام کی مدعوکردہ مجلس تنظیمِ اہلِ سُنّت میں حضرت صدرالافاضل سےشفاہی مکالمت ومفاہمت کاموقع ملا۔''

(اہلِ سُنّت کی آواز،حصہ پنجم،ص۵)

نیز۱۳۵۷ھ میں عرسِ اعلیٰ حضرت کےموقع پرتاج العلماءاورصدرالافاضل علیہما الرحمہ کے درمیان مسلم لیگ کےمتعلق ایک مباحثہ ہواجس کاذکرکرتے ہوئے''اہلِ سُنّت کی آواز'' میں لکھا گیا ہے کہ:

''تاج العلماءسراج العرفاءمولانامولوی حافظ مفتی سیدشاہ اولادرسول محمدمیاں صاحب قبلہ دام ظلہم الاقدس مسندنشین سجادۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نےعرس رضوی صفر۵۷ھ کےموقع پرحضرت صدرالافاضل سے ردِلیگ کےاظہارواعلان کےلیےارشادفرمایااوراس کاجواب تنظیمِ علماءپرحوالہ ہوا۔'' (اہلِ سُنّت کی آوازحصہ پنجم،ص۴)

۱۳۴۷ھ عرسِ اعلیٰ حضرت میں صدرالافاضل نےشرکت فرمائی، عرس کی آخری تاریخ میں علماےاہلِ سُنّت کی طرف سےچندتجاویزپیش کی گئیں جس میں سےایک تجویزنکاح صغارکےمتعلق پیش کی گئی جس میں نکاح صغارکےمسودہ کومداخلت فی الدین قراردیتے ہوئےاس کےخلاف صداے احتجاج بلندکیاگیااورحکومت سےاس مسودہ کوقانون نہ بنانےکی اپیل کی گئی، یہ تجویزحضورصدرالافاضل کی تحریک، حجۃ الاسلام کےحکم پرمولاناعنایت محمدخاں غوری صاحب نےپڑھ کرسنائی اوربہ اتفاق راے منظوربھی کی گئی۔اخباردبدبۂ سکندری کی مندرجہ ذیل سطورملاحظہ ہوں:

''۲۵رصفرالمظفر ۱۳۴۷ھ کوخانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کےعظیم الشان اجتماع میں جس میں ہزاروں کی تعدادمیں اہلِ اسلام شریک تھے،مقامی علماےکرام، روساےعظام، مشاہیرقوم کےعلاوہ لنکا، بنگال، پنجاب، بمبئ، گجرات، کاٹھیاواڑ، گونڈل، مدراس، یوپی، راج پوتانہ، سرحدکےجلیل القدرفضلا وعمائدین قوم بھی حاضرِجلسہ تھے،امام اہلِ سُنّت حضورحجۃ الاسلام......کےحکم سےحامیِ سُنّت جناب مولوی عنایت محمدخاں صاحب غوری فیروزپوری صدرانجمن معین الاسلام الہ آبادنےحسبِ ذیل تجویزات پڑھ کرسنائیں، جوبہ اتفاق راےمنظورہوئیں:

(ا) اہلِ اسلام کایہ عظیم الشان اجتماع بہ اتفاق راےمسودۂ نکاح صغارکومداخلت فی الدین جانتامانتاہوااس کےخلاف بہت سختی کےساتھ صداےاحتجاج بلندکرتاہےاورگورنمنٹ کومتوجہ کرتاہےکہ وہ اس ناقابلِ عمل

مسودہ کو جو اسلامی شریعت سے بالکل منافی اور صریحاً ابطالِ حقِ ولایت ہے، ہرگز ہرگز قانون کا جامہ نہ پہننے دے۔

محرک: حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی جنرل سکریٹری آل انڈیا سُنّی کانفرنس مرادآباد۔

مؤیدین: جناب نواب وحید احمد خاں صاحب ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی وکیل بریلی؛ و جناب مولانا عنایت محمد خاں صاحب غوری فیروزپوری۔''

نیز اسی جلسہ میں مولانا عنایت محمد خاں صاحب غوری فیروزپوری کی تحریک پر پیر جماعت علی شاہ کے کشمیر میں داخلہ پر پابندی کو لے کر ایک وفد سے متعلق مولانا سید حبیب شاہ صاحب مالک اخبار 'سیاست' لاہور کی تجویز پیش کی گئی اور حجۃ الاسلام و صدرالافاضل سے اس وفد کو کامیاب بنانے کے لیے عملی طور پر رہ نمائی کی درخواست پیش کی گئی نیز اس وفد کے ارکان میں دیگر علما کے ساتھ صدرالافاضل کو بھی شریک کیے جانے کی بات رکھی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ دبدبۂ سکندری کی درج ذیل خبر:

(۲) یہ جلسہ فدائے ملت مولانا سید حبیب شاہ صاحب مالک اخبار سیاست لاہور کی تجویز وفد کے متعلقہ داخلہ حضرت شاہ صاحب علی پوری دامت برکاتہم کو بہ نظرِ استحسان دیکھتا ہوا حضرت امام اہلِ سُنّت حضور حجۃ الاسلام علامہ بریلوی حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری مدظلہ صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس و سرپرست مرکزی جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ و حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی سید محمد نعیم الدین صاحب فاضل مرادآبادی جنرل سکریٹری آل انڈیا سُنّی کانفرنس سے استدعا کرتا ہے کہ وہ مجوزہ وفد کو کامیاب بنانے کے لیے عملی طور پر اس کی رہ نمائی فرمائیں۔

محرک: مولانا عنایت محمد خاں صاحب غوری فیروزپوری صدر بانی انجمن معین الاسلام الہ آباد

موید: مولوی ہدایت یار خاں صاحب صدر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔ (دبدبۂ سکندری، ۲۷؍اگست، ۱۹۲۸ء، ص۹)

۱۳۶۵ھ عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقع پر صدرالافاضل بریلی تشریف لے گئے اس وقت چوں کہ صوبائی انتخابات کا زور تھا اسی لیے آخری روز یعنی ۲۵؍صفر کو علمائے کرام کے بیانات کا محور خاص طور پر الیکشن ہی تھا، علمائے کرام نے اپنی تقاریر میں مسلمانوں کو انتخابات میں صحیح جماعت منتخب کرنے کی تجویز پیش فرمائی۔ اور ساتھ ہی کانگریس اور اس کی حامی جماعتوں کا مسلمانوں کے ساتھ متعصّبانہ رویہ اور ظالمانہ سلوک لوگوں کو یاد دلا کر اسے ہر ممکن ناکام بنانے کی گزارش کی نیز کانگریس کے خلاف سُنّی کانفرنس جس کے بانی مبانی صدرالافاضل تھے کی کارگزاریوں کا ذکر فرمایا، حضور صدرالافاضل نے بھی اسی عنوان پر ایک عظیم

الشان خطاب فرمایا جس میں آپ نے فرمایا:

''الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لیے انجام دیتے ہیں۔''

مزید پاکستان کے مسئلہ پر آپ نے فرمایا:

''پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعتِ طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو۔''

(دبدبۂ سکندری، ۱۵؍فروری، ۱۹۴۶ء، ص۹، بحوالہ خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس، ص۹۹۔۱۰۰)

مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ صدرالافاضل عرسِ اعلیٰ حضرت میں اکثر شریک ہوتے تھے اور خطابت بھی فرماتے تھے۔ بلکہ یہ کہنے میں میں متہم بالکذب نہ ہوگا کہ صدرالافاضل تاحینِ حیات عرسِ اعلیٰ حضرت میں شریک ہوتے رہے اور بارگاہِ اعلیٰ حضرت سے خود کو اور اپنی ذات سے عوام اہلِ سُنّت کو فیض یاب فرماتے رہے، میں اپنی اس بات کی تائید میں ماضی قریب کے ایک نام ور عالم و مفکر حضرت علامہ مفتی چراغ عالم صاحب کا بیان ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں جو حضرت نے اپنے دولت کدہ پر مجھ سے فرمایا، جب میں حضور صدرالافاضل سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا، میں نے صدرالافاضل کی اعلی حضرت سے وابستگی اور اُلفت و محبت کے متعلق دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا:

''حضور صدرالافاضل کا اعلیٰ حضرت سے بے حد لگاؤ تھا آپ اکثر بریلی تشریف لے جاتے تھے اور اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد ہر سال ان کے عرس پاک میں جانا تو معمول تھا، عرس کے موقع پر تو کبھی ناغہ نہیں فرماتے تھے خواہ کسی بھی حالت میں ہوں۔''

مزید فرمایا: ''وصال سے چند ماہ قبل سے آپ بہت علیل رہنے لگے تھے مگر جب عرسِ اعلیٰ حضرت کی تاریخ آئی تو آپ سے رہا نہ گیا اور بریلی تشریف لے گئے مگر جب حالت بگڑی تو قل سے پہلے ہی مرادآباد کے لیے روانہ ہو گئے۔ اور پھر آئندہ سال عرسِ اعلیٰ حضرت سے دو ماہ قبل آپ کا وصال ہو گیا۔''

یہ تحریر چوں کہ عجلت میں سپردِ قرطاس کی ہے اس لیے مزید شواہد پیش کرنے سے قاصر ہوں، پھر کبھی وقت ملا تو ان شاء اللہ اس عنوان پر تفصیلی تحریر پیش کروں گا۔ یہ مختصر تحریر بس اس امید پر پیش ہے ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

☆☆☆

خلفائے اعلیٰ حضرت: آئینہ اور عکس آئینہ

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی
بانی مرکز برکاتِ رضا ایجوکیشن ٹرسٹ، میرا روڈ، ممبئی

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی محقق، مصنف، مدبر اور عالم دین ہیں۔ رضویات پر خصوصی اسٹڈی و تحقیق ہے۔ مکاتیب رضا پر متعدد کتابیں لکھ چکے ہیں۔ مکاتیب کے موضوع پر ہی مظفر پور یونی ورسٹی سے ڈاکٹریٹ کا تمغۂ افتخار حاصل کیا۔ کئی گولڈ میڈلز اور اعزازات حاصل کیے۔ ملک و بیرون ملک کے جرائد و رسائل میں درجنوں مقالات و مضامین شائع کروا کر علمی دنیا میں شہرت پا چکے ہیں۔ اس مضمون میں جہانِ رضا کا جائزہ لیا ہے، اعلیٰ حضرت کی علمی و فکری خدمات کا مختصر لیکن مبرہن تعارف پیش کیا ہے۔ تعلیمی و تدریسی کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ اور بتایا ہے کہ آپ کی ہمہ گیر خدمات کے نتیجے میں عالمی سطح پر دین متین و علوم اسلامی کی عظیم خدمات انجام پائیں اور جامعات و درس گاہوں کا قیام عمل میں آیا۔ مضمون سنجیدہ و اچھوتے اسلوب میں لکھا گیا ہے۔ مطالعہ کریں اور فکر و نظر کو شادو نہال کریں۔ مرتب

کسان ہل چلاتے ہیں، بیج بوتے ہیں، فصل اُگاتے، گلے اور اناج پیدا کرتے ہیں۔ جو حیاتِ انسان کی بقا کا سبب ہوتے ہیں۔ بیج کے لیے کچھ ہی دانے مخصوص ہوتے ہیں، جو پھر سے بوئے جاتے ہیں۔ پودے اُگتے ہیں، پھل پھول لگتے ہیں، پھر فصل تیار ہو جاتی ہے۔ یہ عمل جاری رہے گا ایسے ہی، جیسے کمہار کا چاک۔ معلوم ہوا، تمام اناج اور ہر دانہ اصلِ اصیل نہیں۔

بادلوں کی ٹکڑیاں سب یکساں نہیں، زمین اور سمندر کے بخارات بھانپ بن کر اوپر اٹھتے ہیں، وہی بادل بنتے ہیں، پھر انھیں بادلوں سے بارش ہوتی ہے، گویا کہ یہ ری سائیکل ہوتی ہے۔ آبادیاں آباد اور کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں۔ نہ معلوم کتنے بادل اور پانی ضائع بھی ہوتے ہیں۔ وہ ابرِ نیساں یا قطرۂ نیساں، جو گھٹاؤں سے اُترتا ہے۔ صدف کی گود میں سماتا ہے۔ اس سے موتی، مونگا، مرجان، پیدا ہوتا ہے۔ جو بادشاہوں کی بادشاہت برابر قیمتی ہوتا ہے۔ یہی قطرۂ نیساں اگر سانپ کے منہ میں گر جائے، تو زہر پیدا کرتا ہے۔ معلوم ہوا، ہر بادل یا ہر قطرۂ نیساں برابر نہیں۔

بلا تمثیل انسان، انسان میں بھی فرق ہے۔ عظیم و جلیل ہے وہ انسان، جسے اللہ اصل الاصول دانہ بنائے، وہ قطرۂ نیساں بنائے، جو گوہرِ آب دار پیدا کرتا ہے۔ اپنے دور میں امام احمد رضا وہی دانہ اور

قطرۂ نیساں تھے۔ اس بات کی شہادت ان لوگوں نے دی ہے جن کو ان سے شدید اختلاف تھا۔ اپنوں کا اعتراف، اہلِ حق کے اقوال اور اہلِ انصاف کے دوٹوک فیصلے اپنی جگہ۔

خدا کی قدرت کی کیا شان ہے، وہ مقید نہیں، آزاد ہے، جسے چاہے، نواز دے۔ آفریں اے احمد رضا تیرے نصیب پر! نصیبے کی ارجمندی پر! تو نے سب کچھ چھوڑ دیا، دنیا سے منہ موڑ لیا، مال و منصب تج دیا، صرف اور صرف تو خدا کا ہو گیا۔ خدائی تیرے سامنے سوالی بن گئی۔ دین کا چمن خزاں رسیدہ ہو رہا تھا، تو نے پھر سے بہار آشنا کر دیا۔ دینِ حق و حنیف کا چہرہ، مسخ ہو رہا تھا، تو نے اسے مسخ ہونے سے بچا لیا۔ اس کے رُخِ روشن پر پھر سے تو نے غازہ مَل دیا۔ ایسا سنوار اور نکھار دیا، ایسا سجا اور دھجا دیا کہ آج تک ماند پڑنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ اے اللہ! کریم! تو اپنی بے پناہ رحمتیں اُتار اس بندۂ خاکی پر، جو خاکِ بریلی کی آغوش میں سو رہا ہے۔

امام احمد رضا، وہ عظیم انسان، جس کی عظمت کو تیرہویں صدی ہجری نے سلام کیا، چودھویں صدی ہجری نے سلام کیا، زمین نے اور زمین کی وسعتوں نے، آسمان نے اور آسمانوں کی بلندیوں نے، صحرا و بیاباں نے اور اس کی پنہائیوں نے، دریا سمندر اور اس کی لہروں اور موجوں نے، پہاڑوں اور کوہساروں نے اور ان کے چرندوں اور پرندوں نے، چڑیوں کی چہکاروں نے اور پھولوں کی مہکاروں نے، مکینوں اور مکانوں نے، ہندیوں نے، سندھیوں نے، عجمیوں نے، عربیوں نے، حلیوں نے، حرمیوں نے قسم کھائی تیری عظمت کی، دُعا دی تیری صحت کی، دوہائی دی تیری ثقاہت کی، بلند اور بالا جانا تیری فہم و فراست کو، اپنی دستاروں پر ٹانکا تیرے منہ سے جھڑتے پھولوں کو، قبول و تسلیم کیا تیری نوکِ قلم سے برسنے والے گراں مایہ لفظوں کو، ہاں اے احمد رضا! تو کتنا عظیم، تیری عظمت کو سلام، تیری شوکت کو سلام، سو سو سلام، ہزار ہزار سلام، بے گنتی و بے شمار سلام۔

اے احمد رضا! تؤ نے ایسا کیا کیا کہ خدا کو تو اتنا بھا گیا۔ تؤ تو ایک قطرہ تھا، اتنا پھیلا کہ مہا ساگر بن گیا۔ تب سے اب تک تیری علمی پنگھٹ سے زمانہ در زمانہ اپنی پیاس بجھا رہا ہے۔ ہاں! اے بریلی کے ماہ تاب! تؤ تو ایک ذرّہ تھا، اتنا بڑھا کہ مہر و ماہ سہم گیا، کہکشاں سمٹ گئی۔ ستارے بے نور سے ہو گئے۔ آخر تیرا کمال کیا تھا۔ یہی نا کہ تو نے اپنے کو مٹا دیا، مگر خدا نے مٹنے نہ دیا۔ تو نے اپنا من مارا، مگر خدا نے تجھے جگ جگ جلا دیا۔ تو نے اپنا نفس کچل دیا، خدا نے تجھے سدا کے لیے زندہ کر دیا۔ نفرت و تعصّب کے سوداگروں نے تجھے دفنانا چاہا، وہ جو سب کا خالق ہے، پالنہار ہے، حی و قیوم ہے، تجھے دفن ہونے نہ دیا۔ ہاں! اے احمد رضا! تو زندہ ہے، تیری فکر زندہ ہے۔ بے شک بے شمار شکر اللہ رب العالمین کا کہ زندگی اور تابندگی تیرے لیے مقدر کر دی گئی ہے۔

یوپی ان کا تھا، سی پی ان کا تھا، بہار ان کا تھا، بنگال ان کا تھا، گجرات، مہاراشٹر ان کا تھا- جنوب وشمال، مشرق ومغرب ان کا تھا۔ اس دور میں اس نے وہ کیا، جو کسی نے نہ کیا، جو سب نے کیا، اس نے وہ سب چھوڑ دیا۔ اس نے وہ کیا، جو اللہ کو منظور تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ اس نے وہی کیا، جو اسلام کا حکم تھا، قرآن کا فرمان تھا۔ شرعی حدود وقیود کی نفاذ میں اس نے سر دھڑ کی بازی لگا دی، کیوں کہ وہ شریعت کا طرف دار تھا، طبیعت کا جانب دار نہ تھا۔ جی! وہ تو آیا ہی تھا احکامِ اسلام رائج کرنے کے لیے، تجدیدِ دین کے لیے، شریعت غرا کی بالا دستی کے لیے، حق کی حمایت کے لِیے، ناحق کی سرکوبی اور گوش مالی کے لیے، رحمت وغفران کی پھوہار برسے اے احمد رضا تیرے شبستانِ خاکی پر۔

وہ نظر جو کیمیا اثر کہلاتی ہے، خدا نے وہی نظر اس کو عطا فرمائی تھی۔ جس پر پڑ گئی، خام تھا تو خالص ہو گیا۔ ناقص تھا تو کامل بن گیا۔ دل بھی وہ، دردمند پایا تھا، بے درد نہیں۔ اس نے اپنا درد بانٹ دیا، زمین کے کناروں تک پہنچ گیا۔ دماغ ایسا ملا تھا، جو باون گز کا تھا اور جو سال کا کام مہینہ میں، مہینوں کا ہفتہ میں، ہفتوں کا دن میں اور ایک دن کا کام ایک گھنٹہ میں کر گزرتا تھا۔ دیکھنے والے حیران رہتے تھے۔ سننے والے ششدر ہو جاتے تھے۔ **طئی الارض اور طئی الزمان، بسط الارض اور بسط الزمان** دونوں سے وافر حصہ ملا تھا۔ وقت کی رفتار رُک جانا یا بڑھ جانا، یوں ہی فاصلوں کا سمٹنا اور بڑھنا، یہ قدرت کا کرشمہ ہے۔ یہ ایک ایسا مظاہرہ ہے جو اللہ اپنے خاص بندوں کے لیے ظاہر فرماتا ہے۔

کون کہتا ہے ''امام احمد رضا نے کتابیں لکھیں اور افراد سازی نہیں کی''، تنگ نظر ہیں وہ یا فہم کا فتور ہے، جو ایسا کہتے ہیں۔ اس نے تنہا وہ افراد پیدا کیے، جو سیکڑوں مل کر بھی پیدا نہیں کر سکے۔ اس کا ہر فرد ایک ادارہ تھا، ایک یونی ورسٹی تھی۔ صدر الشریعہ جیسا 'مدرس' کس نے دیا۔ صدر الافاضل جیسا 'مدبر' کس نے دیا، ملک العلماء جیسا 'محدث' کس نے بنایا۔ محدث اعظم ہند جیسا 'مناظر' کس کا کاشتہ ہے۔ مولانا عبد العلیم میرٹھی جیسا 'مبلغ اسلام' کس کا پرداختہ ہے۔ حجۃ الاسلام جیسا 'مفکر' کس کا پروردہ ہے۔ مفتی اعظم ہند جیسا 'فقیہ' کس کا تراشیدہ ہے۔ قاضی عبد الوحید فردوسی جیسا 'مخیرّ، مجاہد' کس کا تربیت یافتہ ہے۔ الحاج لعل محمد مدراسی جیسا 'تاجر، مجاہد' کس کی دعاؤں کا پیکرِ جمیل ہے۔ کیا کیا کہوں، کس کس کا نام لوں۔ یہاں تو: ایں خانہ ہمہ آفتاب است- کا معاملہ ہے۔

بلا شبہہ وہ ایک تھا، مگر احیاے اسلام کی مکمل تحریک تھا۔ شخصیت ایک تھی، مگر شخصیت ساز تھی، افراد گر تھی۔ اس تحریک سے زمانہ متاثر ہوا۔ زندگی اور سماج کا کون شعبہ ہے۔ جو اس تحریک کا اثر قبول نہ کیا ہو۔ تعلیم، تجارت، تمدن، ثقافت، سیاست، صحافت، معیشت، معاشرت، فلسفہ، عقیدہ، ادب، شاعری، سائنس، سماج، غرض کون ہے اور کیا ہے، جو اس تحریک کے اثر سے اثر پذیر نہیں ہے۔ جس کے

واضح اثرات اور روشن نتائج مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو پھر کیا ہو گیا ہے، جو گیلی کچی اور پھیکی وپھُس پھُسی باتیں کرتے ہیں۔

یہاں بریلی میں تو کوفہ کا فقہی کنواں جاری تھا۔ اجتہادی شان کا چشمہ اُبلتا تھا۔ بریلی کا بھشتی بچہ، جو پانی بھر رہا تھا۔ اسے وہ معلوم تھا جو کسی اور کو معلوم نہ تھا۔ اگر عالم تھا تو عامل نہ تھا، اصل ہو یا فرع، عقیدہ ہو یا عمل، سکہ تو بریلی ہی کا چل پڑا ہے۔ چل پڑا کیا ہے، اللہ کریم نے چلا دیا ہے۔ پھر اللہ کے بارگاہ میں کس کی جرأت ہے جو کھوٹا کہے گا، ہاں کھوٹا کہے گا وہ جو خود کھوٹا ہوگا، یا من میلا رکھتا ہوگا، یا زبان پر تو نامِ رضا ہوگا، مگر دل میں کچھ کالا ہوگا۔ مارہرہ مطہرہ کے ایک بلند رتبہ بزرگ حضرت سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں نے ایک موقع پر فرمایا تھا: امام احمد رضا پر حملہ، گویا اسلام پر حملہ ہے۔ ایسی جسارت آمیز فکر سے خدا ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور قول وفعل اور زبان وقلم کی یکسانیت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

اکابر واسلاف کے پس رو اور اصاغر واماثل کے پیش رو پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ، جن کی اہم خدمات کی بنیاد پر اہلِ سُنّت کے علما اور دانش وروں نے ان کو 'ماہرِ رضویات' اور 'سعادت لوح وقلم' کہا۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک عالم گیر مسلک کے داعی تھے۔ ہم کو اسی مسلک کا پرچار کرنا چاہیے۔'' (مکتوباتِ مسعودی، طبع کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۳۰۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے کیا فرمایا اور ہمارے علما کیا کر رہے ہیں۔ افسوس ہوتا ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی نصیحت پر عمل کرتے تو یہ افراتفری نظر نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ ان کے نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' (مکتوباتِ مسعودی، طبع کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۱۱۳)

مشہور حکیم ومحقق حکیم محمد سعید کراچی نے کہا کہ: ''کاش میں پہلے 'فتاویٰ رضویہ' پڑھ لیتا، تو صراطِ مستقیم پر آجاتا، خیر- دیر آید درست آید۔'' (مکتوباتِ مسعودی، طبع کراچی، ۲۰۰۵ء، ص۴۶۴)

اب یہاں ایک طویل اقتباس نقل کر کے رخصت ہوتا ہوں، یہ سعادت لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

علماے اہلِ سُنّت میں ایک نیا رجحان جنم لے رہا ہے۔ نہ جانے کیوں؟ وہ رجحان یہ ہے کہ امام احمد رضا کی ہر بات کو حرفِ آخر نہ سمجھا جائے، تنقید کی چھوٹ دی جائے۔ بے شک دی جانی چاہیے مگر امام احمد رضا سے کوئی بلند تو ہو، بلند نہ سہی، برابر تو ہو...... برابر نہ سہی اس قابل تو ہو کہ ان کی بات سمجھ سکے اور ان کے فیصلے کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال سکے...... ان کی شان تو یہ تھی کہ علماے عرب وعجم ان کے در پر سوالی بن کر آئے...... علما کی کثیر جماعت نے ان کے سامنے اپنے اپنے استفتا پیش کیے اور سیر حاصل

جواب پا کر شاد ہوئے...... ہم میں کون ایسا ہے؟ امام احمد رضا کا عظیم احسان ہے کہ انھوں نے ’فتاویٰ رضویہ‘ کی صورت میں علماے اہلِ سُنّت کے لیے علم و دانش کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم فرمایا...... ہم نے اب تک اسی کو نہیں پڑھا، پھر غیر ضروری مسائل پر غیر ضروری مباحث کی ضرورت؟...... امام احمد رضا کے زمانے میں ان سے بڑا نہ سہی مگر ایک سے ایک بڑا عالم موجود تھا، علماے اہلِ سُنّت کی اکثریت امام احمد رضا کی بات کو حرفِ آخر سمجھتی تھی اور اب بھی سمجھتی ہے۔ امام احمد رضا کو ہدفِ تنقید بنانا، ان کی علمیت اور مجددیت کو موضوعِ سخن بنانا، رہے سہے فکری اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ یہ بڑی غیر دانش مندانہ بات ہوگی، اس رجحان سے جتنا بچا جائے، اتنا ہی ہمارے لیے مفید ہوگا...... اس رجحان کے محرکات- علاقائی اور خانقاہی عصبیت بھی ہوسکتی ہے۔ خود نمائی کی خواہش اور خود پسندی کا جذبہ بھی ہوسکتا ہے۔ امام احمد رضا اتنے عظیم ہیں، ان سے اختلاف کرنے والا نیک نام نہیں، بدنام ہوگا...... دنیا و آخرت کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم اپنے اکابر کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور امام احمد رضا کی فکر و دانش سے بھرپور استفادہ کر کے دنیا و آخرت میں سرخ رو ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (خلفاے اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۵۸۔۵۷)

انیسویں صدی کے ہندوستان میں جتنے مدارس تھے۔ وہ صد فی صد اہلِ سُنّت کے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی صاحبِ نسبت بزرگ سید عابد حسین تھے۔ بعد میں یہ ادارہ اغیار کے ہتھے چڑھ گیا۔ ندوۃ العلماء کے بانیوں میں خود علماے اہلِ سُنّت کا نام ہونا چاہیے جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے بدلتے ’تقویت الایمانی‘ فکر کا علم بردار بن گیا۔ ۱۹۰۴ء میں امام احمد رضا نے ایک مدرسہ قائم کیا۔ جو ’منظر اسلام‘ کے نام سے معروف ہوا۔ پھر برصغیر ہو یا دنیاے عرب و مغرب، جتنے ادارے قائم ہوئے، ان سب کو یا تو اعلیٰ حضرت کے خلفا و تلامذہ نے قائم کیے یا خلفا کے خلفا نے، یا تلامذہ کے تلامذہ نے۔ مثلاً مدرسہ اہلِ سُنّت مرادآباد جو بعد میں ’جامعہ نعیمیہ‘ کہلایا، صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین نے قائم کیا۔ مدرسۃ العلوم ناگ پور یہ سی پی کا پہلا دینی مدرسہ تھا۔ جس کو مولانا میر مومن علی جنیدی نے قائم کیا، جو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے۔ ’مدرسہ حنفیہ‘ پٹنہ قاضی عبدالوحید فردوسی نے بنایا۔ حضرت مولانا شاہ رحیم بخش آروی نے ’مدرسہ فیض الغرباء‘ قائم کیا۔ جس کے جلسۂ دستار میں اعلیٰ حضرت کئی بار تشریف لے گئے۔ علاقۂ میوات الور کا ’مدرسہ قوت الاسلام‘ سید شاہ دیدار علی نے قائم کیا۔ پھر انھوں نے ۱۹۲۴ء کو لاہور میں دارالعلوم حزب الاحناف قائم کیا۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم کے بھائی مولانا شاہ احمد مختار نے میرٹھ میں مدرسہ قائم کیا۔ ڈربن میں یتیم خانہ قائم کیا اور برما میں اسکول بنایا۔ حضرت مولانا محمد حبیب

الرحمٰن نے پیلی بھیت میں ’آستانۂ شیریہ‘ کے نام سے عربی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا محمد حسین موجد طلسمی پریس کے والد ماجد مولانا شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرٹھ میں ’دارالیتامیٰ والمساکین‘ چلایا۔ صدرالشریعہ شاہ امجد علی کے ایک شاگرد حافظ ملت مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے ’الجامعۃ الاشرفیہ‘ مبارک پور قائم کیا۔ صدرالشریعہ کے نام ور فرزند علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے کراچی میں ’جامعہ امجدیہ‘ قائم کیا، دوسرے صاحب زادے محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے گھوسی میں ’جامعہ امجدیہ‘ قائم کیا۔ صدرالشریعہ کے داماد مولانا عبدالشکور نے بھیونڈی میں ’دارالعلوم امجدیہ‘ قائم کیا۔ مفتی غلام محمد علیہ الرحمہ نے ناگ پور میں ’جامعہ امجدیہ‘ کو پروان چڑھایا۔ ’جامعہ نعیمیہ‘ لاہور کے بانی صدرالافاضل تھے یا ان کے دست راست مفتی محمد حسین نعیمی تھے۔ مبلغ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم میرٹھی نے دنیا بھر کے تقریباً ۳۵ رممالک میں ادارے قائم کیے۔ یہ درجنوں ادارے دینی، تعلیمی، قومی، ملی اور فلاحی رفاہی نوعیت کے تھے۔ درجنوں اخبارات و رسائل جاری کرائے۔ مسجدیں بنوائیں اور کتب خانے قائم کیے۔ ان کے فرزند مولانا شاہ احمد نورانی نے کراچی میں ’اسلامک انٹرنیشنل‘ قائم کیا۔ بریڈفورڈ انگلینڈ میں ’ورلڈ اسلامک مشن‘ کی قیادت کی۔ مبلغ اسلام کے فرزند نسبتی ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری نے کراچی میں ’جامعہ علیمیہ‘ اور ’ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن‘ قائم کیا۔ مبلغ اسلام کی قابل فخر صاحب زادی ڈاکٹر فریدہ کی خدمات بھی عالم گیر ہیں۔

کہاں تک لکھا جائے۔ یہ ایک تحقیقی مقالہ کا موضوع بن سکتا ہے۔ کوئی فاضل اُٹھے تو یہ موضوع سمیٹا جا سکتا ہے۔ جس میں تمام ادارے، مساجد، مدارس، تحریکات، تنظیمات، رسائل و جرائد کی خدمات سمیٹ دی جائیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ کس کا اثر ہے یا کس کی تعلیم و تربیت اور تحریک و ترغیب کا نتیجہ ہے۔ یہ وہی ذات بابرکات ہے، جو خاص انعامِ الٰہی اور اعجازِ نبوی کا مظہرِ اتم تھی۔ ہاں وہ کون؟ وہی مجدد اسلام قطب الارشاد امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ جس کی فکر سے نسل در نسل اور عہد در عہد متاثر ہے۔

☆☆☆

خطباتِ اشرف الفقہاء

خلیفۂ مفتی اعظم، حضور اشرف الفقہاء حضرت مفتی محمد مجیب اشرف رضوی (ناگپور) کے ایمان افروز خطبات بہ نام ’’خطباتِ اشرف الفقہاء‘‘ تین جلدوں میں چھپ کر عن قریب منظر عام پر ہوں گے۔

امام احمد رضا کے ایک گم نام خلیفہ

مولانا عبدالکریم چتوڑی علیہ الرحمہ

محمد اسلم رضا قادری ثقافی
جامعہ فیضان اشفاق، ناگور شریف راجستھان
Cell. 09352802041

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم علیہ الرحمہ چتوڑ گڈھ کے رہنے والے تھے، اور چھیپا برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت خوب صورت اور جید عالمِ دین تھے۔(۱) افسوس کہ آپ کے حالاتِ زندگی دست یاب نہ ہوسکے۔ یہ ہمارے لیے ایک المیہ ہے، شخصیات کی حیات میں ان کے سوانحی نقوش جمع کرنے میں بے توجہی ایک عام روش ہے جس کا خمیازہ بعد میں بھگتنا پڑتا ہے، کہ جو معلومات و حالات زندگی میں آسانی سے معلوم ہوسکتے تھے بعد میں برسوں تلاش وجستجو کے بھی کما حقہ دست یاب نہیں ہوتے۔ اسلاف کرام کے نقوش واثرات کو محفوظ رکھنا اور حقائق وواقعات سے موجودہ اور آئندہ نسلوں کو روشناس کرانا اور ان کے ارشادات کو مشعلِ راہ بنانا زندہ قوموں کا وطیرہ رہا ہے۔ لیکن اہلِ راجستھان نے اپنی کم علمی اور لاپرواہی کی بنا پر اپنے اسلاف کے نقوش کو محفوظ نہ رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً ایک دہائی سے زیادہ عرصہ گزر گیا راقم امام احمد رضا قادری قدس سرہ اور اہلِ راجستھان کے مابین تعلقات کو جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن کما حقہ کام نہ ہوسکا۔

مولانا عبدالکریم چتوڑی علیہ الرحمہ منکسر المزاج، اپنی قوم کی اصلاح کی فکر رکھنے والے جید عالمِ دین تھے۔ آپ مولانا ارشاد علی کوٹوی کے مرید (۲) اور امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ممتاز خلیفہ تھے۔ امام احمد رضا قادری نے اپنے بعض احباب کے استفسار پر اپنے خلفا کی ایک فہرست تیار فرمائی جو ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور اور ماہ نامہ الرضا بریلی شریف وغیرہ میں شائع ہوئی تھی، اس میں ۳۴ رویں نمبر پر آپ کا نام یوں رقم فرمایا: ''جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب چتوڑ گڈھ علاقہ میواڑ، عالم، واعظ، مجازِ طریقت'' (۳) امام احمد رضا قادری کے علاوہ آپ کو حضرت شاہ مفتی مظہر اللہ صاحب مجددی دہلوی علیہ الرحمہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ مرتب 'خلفاے مظہری' محمد عبدالستار مظہری تحریر فرماتے ہیں: حضرت قدس سرہ (حضرت شاہ مفتی مظہر اللہ صاحب مجددی) کے

خلفا وسفرا کی صحیح تعداد بھی معلوم نہ ہوسکی۔ جن حضرات کے حالات مل سکے، فہرست میں انھیں پہلے لایا گیا ہے۔ وگرنہ پہلے ہندوستان کے خلفا وسفرا کا نام لایا جاتا تھا اور پھر پاکستان کے خلفا وسفرا کا، اس لیے کہ ہندوستان والے مرکز انوار سے قریب ہیں، وگرنہ سبھی دل کے قریب ہیں۔

نوٹ: خلفا میں درج ذیل حضرات کے حالات نہیں مل سکے:

☆ مولانا محمد عثمان سیفی — ٹونکی
☆ مولانا عبدالکریم چتوڑی — چتوڑ
☆ قاری محمد ادریس — کراچی (۵)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے آپ کے بڑے گہرے روابط تھے۔ ان کی فقیہانہ شان سے آپ بخوبی واقف تھے، یہی وجہ ہے کہ جب جب آپ کو ضرورت محسوس ہوئی امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی بارگاہ میں استفتا کیے اور اپنی اور اپنی قوم کی علمی تشنگی کو بجھایا۔ 'فتاویٰ رضویہ شریف' میں آٹھ جگہ آپ کے استفتا موجود ہیں جو آج سے ایک صدی قبل کیے گئے تھے، اور 'فتاویٰ رضویہ' کی مختلف جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-	۱۶ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ	فتاویٰ رضویہ، جلد اول ص ۳۱۹
۲-	۱۶ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ	فتاویٰ رضویہ، جلد دوم ص ۳۶۹
۳-	۱۸ر شوال المکرم ۱۳۳۴ھ	فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم ص ۵۳۲
۴-	۱۶ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ	فتاویٰ رضویہ، جلد ششم ص ۳۰
۵-	۱۶ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ	فتاویٰ رضویہ، جلد ہفتم ص ۲۹۰
۶-	۱۶ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ	فتاویٰ رضویہ، جلد ہشتم ص ۳۰
۷-	۱۶ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ	فتاویٰ رضویہ، جلد ہشتم ص ۲۵۳
۸-	۱۶ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ	فتاویٰ رضویہ، جلد ہشتم ص ۳۳۸

علاوہ ازیں آپ کے صاحب زادے مولانا نور محمد علیہ الرحمہ کا بھی ایک استفتا 'فتاویٰ رضویہ' میں موجود ہے۔(۵) اور آپ کی رہ نمائی میں اودے پور و چتوڑ گڈھ سے ۴۲ر استفتا ہوئے جو 'فتاویٰ رضویہ' کی تقریباً تمام جلدوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ آپ کو امام احمد رضا قادری سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اپنے مرشد کی بارگاہ سے آپ کا رشتہ بڑا مضبوط تھا، بارگاہِ مرشد میں کئی بار حاضری کا بھی شرف حاصل ہوا۔ جیسا کہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بارگاہِ رضا میں آپ کی حاضری کا تذکرہ 'الملفوظ' میں کیا ہے۔(۷) 'فتاویٰ رضویہ' جلد ہشتم میں آپ کے ایک استفتا کے جواب کے

شروع میں ’الملفوظ‘ کا لفظ بتاتا ہے کہ غالباً اس وقت بھی آپ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔(۸)

شیر بیشۂ اہلِ سُنّت مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمہ نے جب امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کتاب مستطاب ’حسام الحرمین‘ پر علماے ہند و پاک کی تصدیقات جمع کرنا شروع کیں تو تمام علماے اہلِ سُنّت نے ایک زبان ہو کر ’حسام الحرمین‘ کی تائید و توثیق اور تصدیق فرمائی۔ مولانا عبدالکریم چتوڑی علیہ الرحمہ نے بھی تصدیق فرماتے ہوئے یوں تحریر فرمایا: ’’بے شک فتاویٰ ’حسام الحرمین‘ حق ہیں اور ان میں جن جن کو کافر کہا گیا وہ واقعی کافر ہیں، ہر مسلمان کو ان کا ماننا ضروری ہے، بلکہ ان کا کفر ایسا کھلا ہوا ہے کہ بقول علماے کرام ان کے اقوال سے واقف ہو کر بھی جو شخص ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور ’حسام الحرمین‘ میں تو ان خبثا کے اقوال کی عبارتیں ان کی اصل کتابوں سے صفحہ بہ صفحہ نقل کر دی گئیں جن کو دیکھ کر ہر منصف حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے اور مسلمانوں کو ایسے خبثا سے پرہیز لازم ہے۔ **ھٰذا ھو الحق الصریح وخلافہ باطل قبیح واللّٰہ تعالیٰ اعلم ۔ الفقیر عبدالکریم غفرلہ المولی الرحیم چتوڑی.** (۹)

جماعت رضاے مصطفیٰ جس کے بانی و سرپرست خود امام احمد رضا قادری تھے۔ ہند و پاک کے اکابر علما و مشائخ نے اس جماعت کی خدمات کو سراہا اور اس کے لیے دعائیں کیں، مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ بھی اس جماعت سے منسلک رہے اور ہمیشہ اس کی تائید و حمایت فرماتے رہے۔(۱۰) مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے آپ کے تاثرات نقل کیے ہیں: ’’فی الواقع جماعت رضاے مصطفیٰ نے اس تھوڑی مدت میں امید سے زائد کام کیا، مولیٰ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے اور یہ اپنے مقاصد میں بہت جلد کامیاب ہو- آمین ثم آمین۔‘‘(۱۱)

جمعہ کی اذان ثانی کہاں ہو؟ خارج مسجد یا داخلِ مسجد، اس مسئلے میں علماے محققین کا موقف خارجِ مسجد ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ اسی موقف کے قائل تھے بلکہ وہ اس کے سرگرم پرچارک بھی تھے۔ اس موضوع پر امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کئی کتابیں بھی ہیں جو دلائل و براہین سے بھرپور ہیں۔ مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ بھی اس مسئلے میں اپنے مرشد امام احمد رضا قادری کے موقف کے حامی، داعی اور مصدق تھے۔ جیسا کہ مولانا وزیر احمد صاحب اودے پوراپنے ایک مکتوب میں ہفت روزہ دبدبۂ سکندری کے ایڈیٹر کو لکھتے ہیں:

’’اطلاعاً گزارش ہے کہ میں نے بفضلِ ایزدی بڑی بحث و جد و جہد کے ساتھ اذانِ ثانی جمعہ اس شہر اودے پور میواڑ میں مسجد مہاوتوں میں مسلمانوں کو رضامند کر کے خارجِ مسجد حسبِ سُنّت حضور

اقدس حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جاری کرادی ہے۔ اور چتوڑ گڈھ میں بھی مولوی عبدالکریم صاحب کی کوشش سے یہ طریقۂ نبوی جاری ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ دیگر مساجد میں بھی کامیابی حاصل ہوگی اس کی کوشش برابر جاری ہے۔‘‘(۱۲)

مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کے امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا جب وصال ہوا تو آپ نے ایصالِ ثواب کی ایک محفل منعقد کی اور امام احمد رضا قادری کے حالاتِ طیبہ اور ان کی دینی خدمات پر روشنی ڈالی۔ جناب قاضی یعقوب محمد صاحب جوائنٹ مدرسہ اسلامیہ اودے پور نے اس کی رپورٹ دبدبۂ سکندری میں شائع کی تھی:

’’اعلیٰ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ کے حادثۂ انتقال پر ملال سے یہاں کے تمام مسلمان اور تمام اراکینِ انجمنِ تعلیم الاسلام مدرسہ گزشتہ اتوار کو مسجد ہاتھی پول میں جمع ہوئے اور ایصالِ ثواب کے لیے چار قرآن مجید ختم کیے۔ جس کے بعد مخدومی مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عبدالکریم صاحب قادری نقش بندی چتوڑی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ اودے پور نے اپنی فاضلانہ اور پر اثر تقریر میں اعلیٰ حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے حالاتِ طیبات اور ان کی دینی خدمات اور ان کے ملی جذبات بیان کیے۔ جس کو سن کر تمام حاضرین جلسہ گریاں و نالاں تھے اور نہایت درجہ رنج و غم کا اظہار کر رہے تھے۔ آخر میں اس دعا پر اختتامِ جلسہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مغفرت فرما کر جناتِ عالیہ عطا فرمائے اور ان کے اعزا و احبا کو ان کے حادثۂ وفات پر صبر و شکر کی توفیق بخشے اور حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ حامد رضا خان قبلہ سجادہ نشین اعلیٰ حضرت کو ہم تشنگانِ علوم شریعت و طریقت کے سروں پر تادیر فیض بخش رکھے جن کی ذات بابرکات سے تمام متوسلینِ آستانہ رضویہ کی دینی امیدیں قدرت نے وابستہ کر دی ہیں۔ اراکینِ مدرسہ اسلامیہ خاص طور سے اسلامی دنیا کے اس اہم حادثہ میں خاندانِ والا دودمان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔‘‘(۱۳)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ بھی مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کی قدر کرتے تھے، انھیں حافظ المسائل کے خطاب سے بھی نوازا۔(۱۴) اور اپنی اجازت و خلافت عطا کی۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے وصال کے بھی بعد مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کے خانوادۂ رضا سے گہرے روابط رہے۔ شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری علیہ الرحمہ تو اودے پور اور چتوڑ گڈھ کئی دفعہ تشریف لائے وہاں آپ کے خطبات کی دھوم مچی تھی۔ مولانا ابراہیم خوش تر رضوی فرماتے ہیں: ’’زندگی بھر آپ کے بیانات کی بنارس، کلکتہ، مظفر پور، اودے پور، چتوڑ، کان پور، لاہور، یوپی، سی پی اور بہار کے شہروں میں دھوم رہی لوگ آپ کی تقریر سُنتے سر دُھنتے اور تائب ہوتے۔‘‘(۱۵) حجۃ الاسلام کی اودے پور و چتوڑ

گڈھ پر خاص نظرِ عنایت تھی۔ پورا کا پورا علاقہ آپ ہی کے گیسوئے ارادت کا اسیر تھا۔ جناب محمد صدیق نوری صاحب چتوڑی نے راقم سے بیان کیا کہ حجۃ الاسلام یہاں کئی بار تشریف لائے اور اودے پور میں تو آپ کے انگوٹھے کا آپریشن بھی ہوا تھا۔ آج بھی چتوڑ گڈھ، اودے پور اور بھیل واڑہ میں آپ کے چند مریدین باحیات ہیں۔(۱۶) حجۃ الاسلام کے ۱۳۵۷ھ کے اودے پور دورے کی منظر کشی آپ کے خلیفہ مولانا ابراھیم خوش تر رضوی علیہ الرحمہ یوں کرتے ہیں: ''اودے پور میواڑ راجستھان کو یہ شرف رہا ہے کہ سارا کا سارا علاقہ آپ ہی کے گیسوئے ارادت کا اسیر اور آپ کی روحانی مملکت کی راجدھانی۔ یہاں آپ کا قیام مسلسل رہتا لوگ شب و روز آپ کی زیارت سراپا کرامت کرتے پروانہ وار نثار ہوتے زائرین کے سیلابِ رواں میں آپ کا روئے تاباں زیارت گاہِ عالم ہوتا۔''(۱۷) حجۃ الاسلام کے علاوہ آپ کے شہزادے مفسر اعظم ہند کے بھی اکثر دورے ہوتے رہتے تھے۔(۱۸)

مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کے تاج دارِ اہلِ سُنّت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بھی اچھے مراسم تھے۔ آپ کے رسالہ ''مسائل قربانی وعقیقہ'' پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی تقریظ تحریر فرمائی اور دعاؤں سے نوازہ۔

تقریظ

''نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم . فقیر نے عزیز فہیم صاحبِ فکر قویم و عقل سلیم حامیِ سُنّت ماحیِ بدعت مولانا عبدالکریم صاحب ادامہ مولاہ الرؤف الرحیم بالفیوض والمواھب کا یہ نافع عجالہ جمیلہ رسالۂ جلیلہ مطالعہ کیا، بکرمہ تعالیٰ وفضلہ مسائلِ صحیحہ پر مشتمل پایا۔ فجزاہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جزاء حسنا، مولیٰ عزوجل اس سے مسلمانوں کو نفع بخشے اور مصنف سلمہ کو شرفِ قبول اور اجرِ موفور و مقبول عنایت کرے۔ آمین

فقط

فقیر مصطفیٰ رضا قادری نوری عفی عنہ''(۱۹)

آپ کا یہ ''رسالۂ جلیلہ در بیان مسائل قربانی وعقیقہ'' برادرزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حسنین رضا خان کے اہتمام سے حسنی پریس بریلی شریف ہی سے چھپا ہے۔ اس سے بھی خانوادۂ رضا سے آپ کے گہرے مراسم کی نشان دہی ہوتی ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ جب تک باحیات رہے آپ نے اسی بارگاہ سے اپنی اور اپنی قوم کی دینی ضرورتوں کو پورا کیا۔ امام احمد رضا قادری کے وصال کے بعد حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بھی آپ نے استفتا کیے جو امام احمد

رضا قادری قدس سرہ کے چہیتے تلمیذ و خلیفہ ہیں۔ 'فتاویٰ امجدیہ' میں آپ کے حسبِ ذیل استفتا موجود ہیں:

۱-	۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ	فتاویٰ امجدیہ، جلد اول	ص ۱۶۵
۲-	۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ	فتاویٰ امجدیہ، جلد اول	ص ۱۷۶
۳-	۵/ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ	فتاویٰ امجدیہ، جلد دوم	ص ۲۵
۴-	۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ	فتاویٰ امجدیہ، جلد سوم	ص ۱۶

حضرت مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کے دیگر خلفائے اعلیٰ حضرت و علمائے اہلِ سُنّت سے بھی اچھے مراسم رہے ہیں۔ شیر بیشۂ اہلِ سُنّت کے برادر گرامی خلیفۂ اعلیٰ حضرت محبوبِ ملت مولانا محبوب علی خان علیہ الرحمہ کا فتویٰ مسمیٰ بنام تاریخی ''اربعین شدت'' جب آپ کے پاس تصدیق کے لیے آیا تو آپ نے اس پر تصدیق فرماتے ہوئے آخر میں امام اہلِ سُنّت سے اپنی نسبت کا اظہار کرتے ہوئے یوں تحریر فرمایا: ''فقیر محمد عبدالکریم سُنّی حنفی قادری برکاتی رضوی چتوڑی عفی عنہ (مفتی چتوڑ گڈھ)'' وہ تصدیق یہاں نقل کی جاتی ہے:

''فقیر نے دیکھا یہ فتویٰ مسمیٰ بنام تاریخی 'اربعین شدت' حق و صواب ہے۔ فاضلِ جلیل حضرت مولانا حافظ قاری محمد محبوب علی خان صاحب مفتی اعظم ریاست پٹیالہ دام مجدہم کو رب کریم جل جلالہ اس کی بہترین جزا عطا فرمائے کہ انھوں نے حق ظاہر فرمایا۔ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

فقیر محمد عبدالکریم سُنّی حنفی قادری برکاتی

رضوی چتوڑی عفی عنہ (مفتی چتوڑ گڈھ)''(۲۰)

تعلیم و دینی خدمات: حضرت مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے تو ضرور اکتسابِ فیض کیا مگر آپ نے باقاعدہ طور پر کہاں تعلیم حاصل کی؟ اس بارے میں تحقیق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت قطبِ میواڑ مولانا ظہیر الحسن اعظمی علیہ الرحمہ سے آپ کو شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ جناب منشی جان محمد صاحب اودے پوری حضرت قطبِ میواڑ کے تلامذہ کے متعلق فرماتے ہیں: ''آپ سے نام ور ہستیاں فیض یاب ہو چکی ہیں۔ جیسے مولانا عبدالکریم صاحب محدث بھیرو گڈھی اور مولانا محمود الحسن صاحب الوری۔''(۲۱)

مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ نے فراغت کے بعد غالباً چتوڑ گڈھ ہی میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں انجمن تعلیم الاسلام مدرسہ اسلامیہ اودے پور میں بحیثیت صدر مدرس

آپ کی خدمات کا تذکرہ ملتا ہے۔(۲۲) پروفیسر مجید اللہ قادری (پاکستان) نے امام احمد رضا قادری کے قائم کردہ 'دارالعلوم منظر اسلام' میں بھی آپ کی تدریسی خدمات کا ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''حضرت شمس بریلوی نے رسم بسم اللہ کے بعد دارالعلوم منظر اسلام میں جس کی بنیاد خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں رکھی تھی اعلیٰ حضرت کے خلفا اور دیگر مقتدر علما سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے بعض اساتذۂ کرام کے نام ملاحظہ کریں:

☆ حضرت علامہ مفتی حامد رضا خان قادری بریلوی، خلیفہ و جانشین امام احمد رضا خان بریلوی
☆ حافظ عبدالکریم چتوڑ گڈھی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت
☆ مولانا رحم الٰہی منگلوری (م ۱۳۶۳ھ)، خلیفۂ اعلیٰ حضرت
☆ مولوی احسان علی مونگیری
☆ مولانا سید قاسم علی خواہاں بریلوی
☆ مولوی رونق علی بریلوی (۲۳)

حضرت مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی بہت ہی متحرک و فعال تھی۔ آپ کے دل میں دین متین کی خدمت کا سچا جذبہ تھا۔ آپ کی خدمات کا دائرہ صرف چتوڑ گڈھ اور اودے پور ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اہلِ سُنّت کی کئی تنظیموں سے آپ منسلک رہے اور دین حنیف کی خدمات انجام دیں، جماعت رضائے مصطفیٰ کے علاوہ انجمن جمعیۃ انوارِ خواجہ اجمیر شریف سے بھی آپ جڑے ہوئے تھے، جس کے بانی حضرت مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ تھے، اسی انجمن کے شعبۂ اشاعتِ کتبِ مفیدہ کی جانب سے آپ کا رسالہ 'مسائل قربانی وعقیقہ' شائع ہوا۔

'دارالعلوم معینیہ عثمانیہ' کے انتظام و انصرام کے لیے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کی تحریک پر 'مجلس العلماء' کی تجویز سامنے آئی، میرِ مجلس علامہ محمد انوار اللہ حیدر آبادی علیہ الرحمہ نے اس کے قیام کی منظوری عطا کی اور مجلسِ علما ۱۳۳۶ھ میں قائم ہوئی۔ دارالعلوم کے اسی برس کی روداد میں جن علمائے کرام کے اسمائے مبارک درج ہیں ان میں مولانا عبدالکریم قادری چتوڑی کا نام گرامی بھی ۱۲/ویں نمبر پر درج ہے۔

(۱) علامہ شاہ پیر سید مہر علی شاہ، گولڑہ شریف
(۲) حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد، ٹونک راجستھان
(۳) حضرت مولانا سید محمد سلیمان اشرف بہاری (خلیفۂ حضرت محدث بریلوی)

(۴) حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی لکھنؤ (رفیق حضرت محدث بریلوی)
(۵) حضرت مولانا شاہ سلیمان قادری چشتی پھلواری، پٹنہ
(۶) حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری، لاہور (خلیفۂ حضرت محدث بریلوی)
(۷) حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خان، بریلی شریف (شہزادۂ اکبر حضرت محدث بریلوی)
(۸) حضرت مولانا حکیم نعیم الدین رضوی، مراد آباد (خلیفۂ حضرت محدث بریلوی)
(۹) حضرت مفتی عنایت اللہ فرنگی محلی، لکھنؤ
(۱۰) حضرت مفتی حفیظ اللہ علی گڑھی، مدرسہ لطیفیہ علی گڑھ
(۱۱) حضرت مولانا مفتی نثار احمد کان پوری، مفتی آگرہ (خلیفۂ حضرت محدث بریلوی)
(۱۲) حضرت مولانا عبدالکریم قادری، چتوڑ گڈھ (خلیفۂ حضرت محدث بریلوی)
(۱۳) حضرت مولانا شاہ غلام محی الدین ویرگامی (۲۴)

حضرت مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی اپنی قوم کی اصلاح کی کوشش کی۔ آپ کی تالیفات و تصنیفات کا صحیح علم تو نہ ہوسکا۔ آپ کا ایک رسالہ جو قربانی وعقیقہ کے بارے میں ہے۔ راقم کو استاذ گرامی ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب کے ذخیرۂ علمی سے دست یاب ہوا۔(۲۵) یہ رسالہ آپ نے قربانی کو عام کرنے کے لیے لکھا، آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

''نہایت ہی افسوس ہے کہ اس خاص ہمارے ملک راج پوتانہ میں قربانی کا رواج بہت کم ہو گیا ہے۔ اصحابِ استطاعت میں سے بھی بہت کم لوگ قربانی کرتے ہیں اور غضب یہ ہے کہ ویسے عید الاضحیٰ کے روز مختلف کھانے پکاتے ہیں قربانی سے زیادہ صرف کرتے ہیں۔ اللہ پاک ہمارے بھائیوں کو سمجھ عطا فرمائے کہ وہ بجائے اس کھانے میں صرف کرنے کے قربانی کیا کریں کہ قربانی نہ کرنے کے وبال سے بھی بچیں اور خوب قربانی میں سے کھاویں اور کھلاویں، مثل مشہور ہے کہ- ہم خرما و ہم ثواب- وماعلینا الا البلاغ.''(۲۶)

حضرت مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ و محدث تھے، محدث بھیروگڈھی سے بھی آپ جانے جاتے ہیں۔ وہابیہ و دیابنہ کے مکر و فریب وان کے عقائدِ باطلہ سے ہمیشہ اُمّتِ مسلمہ کو آگاہ فرماتے رہے، آپ نے مناظروں میں بھی شرکت کی۔ ایک مناظرہ کی رپورٹ آپ نے اخبار 'الفقیہ' امرت سر میں شائع فرمائی جو اہلِ سُنّت و غیر مقلدین کے مابین ہوا تھا۔ اہلِ سُنّت کی طرف سے مولانا معین الدین اجمیری اور فریقِ مخالف کی جانب سے مولوی ثناء اللہ امرت سری مناظر مقرر ہوئے، جس میں غیر مقلدین کو ہمیشہ کی طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔(۲۷)

اولاد و امجاد: حضرت مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ چتوڑ گڈھ کے رہنے والے تھے، لیکن بعد میں آپ نے چتوڑ گڈھ چھوڑ کر بھیرو گڈھ ضلع اوجین ایم پی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ 'فتاویٰ امجدیہ' میں موجود آپ کے استفتا کی تاریخوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۴۱ھ تک آپ نے چتوڑ گڈھ ہی کو رونق بخشی اور ۱۳۴۱ھ کے بعد آپ بھیرو گڈھ ضلع اوجین تشریف لے گئے، فتاویٰ امجدیہ میں آپ کا آخری استفتا بھیرو گڈھ ہی سے کیا ہوا ہے۔ (۲۸)

آپ کی تمام اولاد کا تو علم نہ ہو سکا، 'فتاویٰ رضویہ' میں ایک استفتا نور محمد بن عبدالحکیم چھیپا چتوڑ گڈھ کا موجود ہے۔ (۲۹) جو غالباً آپ کے شہزادے ہی ہیں کتابت میں عبدالکریم کی جگہ عبدالحکیم ہو گیا ہے۔ اس کی تصدیق جناب محمد صدیق نوری صاحب چتوڑی کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ انھوں نے راقم کو بتایا کہ آپ کے ایک شہزادے مولانا نور محمد صاحب تھے۔ مولانا نور محمد علیہ الرحمہ نے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بھی استفتا کیے، جو حسبِ ذیل ہیں:

۱-	۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۲ھ	فتاویٰ امجدیہ، جلد اول	ص ۹۰
۲-	۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۲ھ	فتاویٰ امجدیہ، جلد دوم	ص ۱۵
۳-	۲۱/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۰ھ	فتاویٰ امجدیہ، جلد دوم	ص ۱۰۴
۴-	۲۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۵ھ	فتاویٰ امجدیہ، جلد چہارم	ص ۲۳۴

مولانا نور محمد علیہ الرحمہ کے بھی حالات دست یاب نہ ہو سکے، البتہ فتاویٰ رضویہ و فتاویٰ امجدیہ میں موجود آپ کے استفتا سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ابتدائی تعلیم چتوڑ گڈھ ہی میں وہاں کے قدیم مدرسے میں حاصل کی۔ غالباً اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ لاہور تشریف لے گئے، جیسا کہ آپ کا آخری استفتا مسجد وزیر خان لاہور سے ہی کیا ہوا ہے۔ (۳۰) آپ کا بھی مرکزِ اہلِ سُنّت بریلی شریف سے گہرا تعلق تھا۔ مرکزِ اہلِ سُنّت بریلی شریف کے ایک فتویٰ کہ ''ریڈیو سے رویت ہلال کے فتوے کا اعلان دوسرے شہروں کے لیے نا قابلِ عمل ہے۔'' جو حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا ہے۔ اس پر آپ کی تصدیق موجود ہے۔ (۳۱)

مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ نے اپنی زیادہ تر زندگی درس و تدریس میں گزاری، آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحب زادے کے علاوہ مشہور مترجم و مقدمہ نگار حضرت مولانا شمس الحسن شمسؔ بریلوی قابلِ ذکر ہیں۔ (۳۲)

وصال مبارک: حضرت مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کا وصال ۱۵/ صفر کو بھیرو گڈھ ضلع اجین ایم پی میں ہوا۔ وہیں آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

مصادر و مراجع

(۱) مکتوب حضرت مولانا محمد نعیم اللہ صاحب فیضی، ایڈیٹر ماہ نامہ صراط مستقیم، اودے پور، محررہ ۳۰/ جنوری ۲۰۰۶ء بنام راقم

(۲) مکتوب حضرت مولانا محمد نعیم اللہ صاحب فیضی، ایڈیٹر ماہ نامہ صراط مستقیم، اودے پور، محررہ ۳۰/ جنوری ۲۰۰۶ء بنام راقم

حضرت مولانا سید ارشاد علی الوری ثم کوٹوی علیہ الرحمہ فقیہ الہند شاہ محمد مسعود نقش بندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت مولانا رکن الدین شاہ الوری سے آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری الوری کے استاذِ محترم بھی ہیں۔ (تذکرہ مشائخ نقش بندیہ مجددیہ مظہریہ مسعودیہ، ص ۱۴۱) جب کہ ان کے والد گرامی حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری سے آپ کو شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ (تذکرہ اکابر اہلِ سُنّت، ص ۱۴۲) آپ کے شہزادے مولانا سید محمود الحسن زیدی الوری علیہ الرحمہ کو امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ (مکتوب حضرت مولانا محمد نعیم اللہ صاحب)

(۳) (الف) ماہ نامہ الرضا بریلی شریف، ص ۱۱، ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

(ب) تذکرہ خلفاے اعلیٰ حضرت، ص ۱۲، پروفیسر مجید اللہ قادری و محمد صادق قصوری، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی پاکستان

(۴) (الف) شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم شاہ مظہر اللہ، ص ۱۵، پروفیسر مسعود احمد مجددی، ادارۂ مسعودیہ کراچی پاکستان

(ب) سہ ماہی افکار رضا ممبئی، ص ۲۵، جون ۱۹۹۹ء، تحریک فکر رضا ممبئی

(۵) خلفاے مظہری، ص ۹، محمد عبدالستار طاہر، ادارۂ مسعودیہ کراچی پاکستان

(۶) فتاویٰ رضویہ، جلد ہشتم، ص ۵۳۹، امام احمد رضا قادری بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی

(۷) الملفوظ، حصہ سوم، ص ۳۸، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی، قادری کتاب گھر بریلی شریف

(۸) فتاویٰ رضویہ، جلد ہشتم، ص ۳۳۸، امام احمد رضا قادری بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی

(۹) الصوارم الھندیہ علی مکر الشیاطین الدیوبندیہ، ص ۵۰، مولانا حشمت علی خان، دارالعلوم رضاے خواجہ اجمیر شریف

(۱۰) روداد سالِ چہارم ۱۳۴۲ھ، جماعت رضاے مصطفیٰ، ص ۴۲، مولانا سید ایوب علی رضوی، حسنی پریس بریلی شریف

(۱۱) تاریخ جماعت رضاے مصطفیٰ، ص ۴۲۳، مولانا محمد شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی ممبئی

(۱۲) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۳، بابت ۱۰/ اگست ۱۹۱۴ء، ج ۵۰، ش ۳۷

(۱۳) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد دوم، ص ۶۰۳، مولانا ظفر الدین بہاری، مرکز اہلِ سنت برکاتِ رضا

پور بندر گجرات
(۱۴) مکتوب حضرت مولانا محمد نعیم اللہ فیضی، ایڈیٹر ماہ نامہ صراطِ مستقیم، اودے پور، محررہ ۳۰/جنوری ۲۰۰۶ء، بنام راقم
(۱۵) تذکرۂ جمیل، ص ۱۸۶، مولانا ابراھیم خوش تر رضوی، سُنّی رضوی اکیڈمی ماریشس
(۱۶) راقم کو جناب محمد صدیق صاحب نوری چتوڑی نے بتایا کہ اودے پور و چتوڑ گڈھ میں حجۃ الاسلام کے مریدین کثیر تعداد میں تھے، اس وقت بھی آپ کے مریدین میں درج ذیل حضرات باحیات ہیں:
جناب عبدالکریم صاحب باڑا والے چتوڑ گڈھ، جناب غلام نبی صاحب باڑا والے چتوڑ گڈھ، جناب حاجی احمد بخش منصوری چتوڑ گڈھ، جناب محمد ایوب خان اودے پور، جناب غلام نبی صاحب غالب بھیل واڑہ اور جناب عبدالعزیز صاحب اخروٹ والے، (ان کا انتقال چند ماہ قبل ہی ہوا ہے۔)
(۱۷) تذکرۂ جمیل، ص ۱۹۵، مولانا ابراھیم خوش تر رضوی، سُنّی رضوی اکیڈمی ماریشس
(۱۸) مفسرِ اعظم ہند، ص ۲۶، مولانا عبدالنعیم عزیزی، الرضا اسلامک اکیڈمی بریلی شریف
(۱۹) رسالۂ جلیلہ در بیان مسائل قربانی و عقیقہ، ص ۱۶، مولانا عبدالکریم چتوڑی، حسنی پریس بریلی شریف
(۲۰) اربعین شدت، ص ۸۴، مولانا محبوب علی خان، امجدی بک ڈپو گانجہ کھیت ناگ پور
(۲۱) ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، ص ۱۲، جولائی ۱۹۶۳ء
(۲۲) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد دوم، ص ۶۰۳، مولانا ظفرالدین بہاری، مرکزِ اہلِ سُنّت برکات رضا پور بندر گجرات
(۲۳) علامہ شمس بریلوی، ص ۱۲، پروفیسر مجید اللہ قادری، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی پاکستان
(۲۴) سوانح رفاقتی، ص ۸۲، مفتی محمود احمد رفاقتی
(۲۵) راقم کو استاذِ گرامی حضرت ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کے ذخیرۂ علمی سے دست یاب ہوا تھا، جس کا اصل نسخہ حضرت مفتی شاہ مظہر اللہ نقش بندی مجددی علیہ الرحمہ کے کتب خانے میں موجود تھا۔ اب ان کے صاحب زادے ماہرِ رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ کی لائبریری میں موجود ہے۔
(۲۶) رسالۂ جلیلہ در بیان مسائل قربانی و عقیقہ، ص ۴، مولانا عبدالکریم چتوڑی، حسنی پریس، محلّہ سوداگران بریلی
(۲۷) اخبار الفقیہ امرت سر، جلد ۲، نمبر ۶، ص ۴، بابت ۲۰/مارچ ۱۹۱۹ء
(۲۸) فتاویٰ امجدیہ، جلد دوم، ص ۲۵، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی
(۲۹) فتاویٰ رضویہ، جلد ہشتم، ص ۵۳۹، امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی ممبئی
(۳۰) فتاویٰ امجدیہ، جلد چہارم، ص ۲۵، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی
(۳۱) ماہ نامہ نوری کرن بریلی شریف، ص ۸، دسمبر ۱۹۶۶ء، جنوری ۱۹۶۷ء
(۳۲) علامہ شمس بریلوی، ص ۱۲، پروفیسر مجید اللہ قادری، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پاکستان

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے اقوالِ زرّیں

عتیق الرحمٰن رضوی
رکن نوری مشن مالیگاؤں
sahebzada92@gmail.com

جانشینِ مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد اختر رضا قادری ازہری کی ذات دنیاے اسلام میں محتاجِ تعارف نہیں۔ گلستانِ رضویہ میں مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ کے بعد جس گُلِ سرسبد کی مہک چہار دانگ عالم میں محسوس کی جارہی ہے وہ آپ ہی کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت سے متاثر ہوکر مارچ ۲۰۱۰ء میں عالم اسلام کی عظیم و قدیم اسلامی یونی ورسٹی جامعۃ الازہر مصر نے آپ کو خصوصی اعزاز و ایوارڈ سے نوازا۔ اور عالمی ادارے ''اسلامی اسٹریٹیجک اسٹڈیز سنٹر'' نے دنیا کی ۵۰۰/ بااثر شخصیات میں ۲۲/ ویں مقام پر شمار کیا۔ آپ مسلّم بزرگ و روحانی پیشوا ہیں۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ، حلم و بردباری میں اپنے اجداد سیدی حجۃ الاسلام، سرکار حضور مفتی اعظم کا پرتو اور وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت ہیں۔

بزرگوں کے اقوال انقلاب بداماں ہوتے ہیں۔ فکر و عمل کی تعمیر میں اہم میں کردار ادا کرتے ہیں۔ بزرگوں کی نصیحتیں اور ان کے اقوال دلوں کی دنیا آن کی آن میں بدل دیتے ہیں۔ ہر دور میں مختلف طریقوں سے ان کے اقوال و ارشادات محفوظ کیے جاتے رہے۔ کہیں سینہ بہ سینہ، کہیں لوح و قلم سے۔ ان کی اہمیت ہر جگہ مسلّم رہی ہے۔ وہ صالح انقلاب جو بڑی بڑی تحریکوں سے نمودار نہیں ہو پاتا؛ ایک مردِ خدا کے اِرشاد سے رونما ہو جاتا ہے اور اس خدائی فضل پر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ بزرگوں کے اقوال دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں۔ محبتوں کی دنیا آباد کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دلوں کے طاق پر محبتوں کے چراغ روشن ہوں، علما و صوفیاے کرام کے اقوال و ارشادات کو عمل کے گام پر سجائیں اور طمانیتِ قلب و نگاہ کا سامان کریں۔

ذیل میں بلا تبصرہ تاج الشریعہ دام فیوضہم الباری کے ارشادات آپ کے مواعظ سے پیش کیے جارہے ہیں۔ جو ہم سے عمل کا تقاضا کرتے ہیں۔ بزمِ حیات میں انھیں سجائیں اور زندگی کو طریق

مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر گام زن کریں۔

اقوالِ زرّیں:

⊙ سورۂ فاتحہ میں جو ہم کو دعا سکھائی گئی، وہی ہمارے لیے نسخۂ کام یابی اور نسخۂ کیمیا ہے۔

⊙ شیطان اور شیطان کے راستوں سے بچیں۔

⊙ دنیا کا عیش چند روزہ ہے۔

⊙ قبر کی لذّت اور قبر، حشر کا عیش یہ اس کے لیے ہے جو غلامِ مصطفیٰ ہے۔

⊙ مذہب مہذب اہلِ سُنّت و جماعت یہی سچا مذہب ہے اور یہی سچا راستہ جو اللہ و رسول تک پہنچانے والا،

⊙ بندہ دوسرے بندے کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

⊙ قرآن کریم کا ہر حرف منتخب ہے، یہ اس کا کلام ہے جس کے کلام میں کسی کو کوئی کلام ہو ہی نہیں سکتا۔

⊙ اس (قرآن) کا ہر کلام ہر بیان اور قول ہمارے لیے درسِ حیات ہے۔

⊙ جو دشمنانِ مصطفیٰ ہیں، جو دشمنانِ خدا ہیں، ہمیں ان کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔

⊙ سُنّی سُنّی ایک ہوں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام آپس میں ایک ہوں، یہی قرآن کی تعلیم ہے، ہمارے لیے یہی کام یابی کا ضامن ہے۔

⊙ ہمارا رشتہ اور ہماری نسبت اس سے ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔

⊙ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہیں اور ان کے دین پر نہیں ہے تو ہمارا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے، یہی سچا اتحادِ ملت ہے۔

⊙ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ کر کے ہم نے اللہ و رسول سے جو عہد کیا ہے، اس عہد کو ہم یاد رکھیں، اس کی تجدید اور اس کی یاد دہانی ایک دوسرے کو کراتے رہیں۔

⊙ ہماری اور آپ کی زندگی کا، دنیا میں آنے کا اور دنیا میں رہنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم اللہ کو پہچانیں۔ اس کے رسول کے وسیلے اور بزرگانِ دین کے وسیلے سے اللہ والے ہوں۔

⊙ آدمی اگر امانت کا لحاظ کرلے تو پوری مسلم کمیونٹی (قومِ مسلم) سدھر سکتی ہے، اور سنور سکتی ہے۔

⊙ ہماری اچھی باتیں یورپیوں، انگریزوں، ہندوؤں، نصرانیوں، یہودیوں نے سیکھ لی اور ہم نے ان کی بری باتوں کو لے لیا۔

⊙ امانت کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس کسی کا راز ہے تو اس راز کی حفاظت کریں۔

⊙ شریعت نے اڈوائس (Advise) دیا کہ جن کو راز بتانے سے نقصان کا اندیشہ ہو، اسے اپنا راز نہ

بتائے۔

⊙ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ غیر مسلموں کو راز دار بنائے۔

⊙ مسلمان، مسلمان سے مشورہ کرے۔

⊙ ہر چھوٹے سے چھوٹے، بڑے سے بڑے، دینی اور دنیاوی معاملے میں مسلمان، مسلمان سے اِن ٹچ (In Touch) رہے۔

⊙ آج قومِ مسلم کو نقصان جو پہنچ رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے غیر مسلموں کو اپنا راز دار بنا لیا ہے۔ اور انھوں نے اپنی کمیٹیاں۔

⊙ ہمارے جسم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو اعضا رکھے ہیں، اور جو پاورس پروائڈ کیے ہیں ان میں بھی امانت کا لحاظ ضروری ہے۔

آنکھ کی امانت یہ ہے کہ- اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس چیز کو دیکھنے کا حکم دیا ہے اسے دیکھے اور آنکھ کو جس چیز کو دیکھنے سے منع کیا آدمی اس چیز کو نہ دیکھے۔

کان کی امانت یہ ہے کہ- جو بات سننے کا حکم اللہ نے دیا ہے اسے سنے، اور اللہ نے جس بات کو سننے سے منع فرمایا ہے اس سے باز رہے۔

ہاتھ کی امانت یہ ہے کہ- جو کام کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے آدمی ہاتھ سے وہ کام کرے اور جس سے منع فرمایا ہے آدمی اس کام سے اپنے ہاتھ کو بچائے۔

پیر کی امانت یہ ہے کہ- جہاں پر اللہ نے حکم دیا ہے جانے کا وہاں جائے۔ اور جہاں پر اللہ نے حکم دیا ہے نہ جانے کا وہاں اپنے پیر نہ جائے۔

زبان کی امانت یہ ہے کہ- جو بات کہنے کا حکم دیا ہے وہ کہے، اور جس بات کو کہنے سے منع فرمایا ہے وہ نہ کہے۔ جس چیز کو چکھنے کا حکم دیا ہے اس کو چکھے اور کھائے، اور جس چیز کو چکھنے سے اللہ نے منع کیا ہے اس سے دُور رہے۔

ناک کی امانت یہ ہے کہ- جس چیز کو سونگھنے کا حکم دیا ہے اسے سونگھے اور جس چیز کو نہ سونگھنے کا حکم دیا ہے اسے نہ سونگھے۔"

نوٹ: مذکورہ بالا تمام ارشادات واقوال حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے مختلف مواعظ وملفوظاتِ عالیہ وخطبات سے اخذ کیے گئے ہیں۔

ہدیۂ نعت بحضور سرور کائنات

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی

"کچھ ایسا کردے میرے کردگار آنکھوں میں"
کہ جلوہ گر رہے وہ گل عذار آنکھوں میں

وہ لالہ رُخ ہو اگر جلوہ بار آنکھوں میں
بہارِ لالہ ہو پھر پائیدار آنکھوں میں

نظر یہ کہتی ہے بے اختیار آنکھوں میں
انھیں جو دیکھے وہی ہے ہزار آنکھوں میں

"انھیں نہ دیکھا تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں
کہ دیکھنے کی ہے ساری بہار آنکھوں میں"

ابھی ہو روکشِ عرشِ بریں نظر میری
جو آئے عرش نشیں تاج دار آنکھوں میں

نظر ہے رشکِ نظر افتخار آنکھوں میں
جسے کرے وہ نظر اختیار آنکھوں میں

کرم سے جلوہ کرے جب نگار آنکھوں میں
کھچ آئے ساری چمن کی بہار آنکھوں میں

بنائیں دل کو وہ گھر رہ گزار آنکھوں میں
کرم سے لیجیے اب تو قرار آنکھوں میں

بسے ہیں جب سے مدینے کے خار آنکھوں میں
ہوا ہے صحنِ چمن خار زار آنکھوں میں

گزر ہو ان کا کبھی بے قرار آنکھوں میں
گُہر ہوں نذرِ قدم اشک بار آنکھوں میں

پھر آئیں دن میرے اختر شبِ حضوری میں
کرم سے جلوہ کرے جب نگار آنکھوں میں

نگاہِ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

❀❀❀

تضمین بر سلام اعلیٰ حضرت

خلیفۂ اعلیٰ حضرت برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری

مظہرِ سرِ وحدت پہ لاکھوں سلام
منبع ہر فضیلت پہ لاکھوں سلام
صدرِ بدرِ نبوت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تاج دارِ شفاعت پہ روشن درود
اس سراپا ہدایت پہ روشن درود
بحرِ جود و سخاوت پہ روشن درود
مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

باعثِ خلق کا سرورِ محترم
مرکزِ علم و اخلاق وحلم وحکم
سیدِ انبیا سرورِ باغِ کرم
شہر یار ارم تاج دارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

دونوں عالم کے آقا پہ دائم درود
بے پناہوں کے ماویٰ پہ دائم درود
شافعِ روزِ عقبیٰ پہ دائم درود
شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

جانِ صدیق ہے مار سے بے خطر
عصرِ حیدر ادا ہوگئی وقت پر
چاند کٹ کر ہوا اِک اِدھر اِک اُدھر
صاحبِ رجعت شمس وشق القمر
نائبِ دست قدرت پہ لاکھوں سلام

جھک گئے جس کے قدموں پہ شاہوں کے سر
جس کی خاطر کھلے آسمانوں کے در
عرش پر جو ہوئے شان سے جلوہ گر
صاحبِ رجعت شمس وشق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

نور سے جس کے ہے خلق کی ابتدا
ذات پر جس کی عالم کی ہے انتہا
رحمتِ عالمین وصف جس کا ہوا
جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا
اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

نور جس کا ہوا پہلے جلوہ نما　　　عرش پر جس کا اسمِ مبارک لکھا
عہد جس کے لیے انبیا سے لیا　　　جس کے زیرِ لوا آدم ومن سوا

اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

سید اولیں، سید آخریں　　　صادق وعد محبوبِ حق و امیں
سرورِ انبیاء، خاتم المرسلیں　　　عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں

اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

حشر میں ہے فقط آپ کو دسترس　　　بے بسی پر کسی کا نہیں آج بس
بے کسوں کے لیے ذاتِ والا ہے کس　　　خلق کے داد رس سب کے فریاد رس

کہف روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

جس کا روئے مبارک ہوا والضحیٰ　　　جس کے دنداں سے والشّمس کی جلا
جن کے گیسو پہ واللیل صادق ہوا　　　وصف جس کا ہے آئینہ حق نما

اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

جس کی ہیبت سے بت اوندھے منھ گر پڑے　　　جس کے فرمان پر پیڑ کلمہ پڑھیں
جانور جس کے قدموں پہ سجدہ کریں　　　جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں

اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

جس کے سر نورِ حق کا عمامہ بندھا　　　انبیا کے جلو میں جو دولھا بنا
روز محشر جو مختارِ مطلق ہوا　　　جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا بندھا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

روز محشر عجب کشمکش ہے بپا　　　اپنی بخشش کا جویا ہے ہر مبتلا
نفسی نفسی کہیں انبیا اولیا　　　جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

بے طلب ہم غلاموں کو اکثر دیا　　　جو بھی مانگا گیا اس سے بہتر دیا
چشم رحمت جدھر اُٹھ گئیں بھر دیا　　　ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا

موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

صدر اجلاس اقصیٰ پہ روشن درود　　　ساکن عرش اعلیٰ پہ روشن درود
واقف راز اوحیٰ پہ روشن درود　　　شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود

نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

ہم پہ لطف وکرم کی در افشانیاں　　　نور ورحمت کی عالم پہ ضو ریزیاں
بھینی بھینی ہدایت کی گل پاشیاں　　　پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

ہلکی ہلکی تبسم کی گل ریزیاں　　　میٹھی میٹھی وہ رحمت کی گل پاشیاں
بھینی بھینی وہ خوشبوئے جسم ودہاں　　　پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

نفسی نفسی کا جس دم ہو ہر سمت دور　　　بے بسی پر ہر اک اپنی کرتا ہو غور
دستِ رحمت میں لے کر شفاعت کا طور　　　کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور

بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

تو بھی بُرہاںؔ ہو شیخ کے ہم نوا　　　عبد الاسلامؔ کے ساتھ اس جا کھڑا
جس کی نسبت مِرے شیخ نے یہ کہا　　　مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

❁❁❁

’’امام احمد رضا کے نزدیک کسی بھی روایتی حکمت و دانش کو ترک نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ سائنس کو چاہیے کہ وہ حکمت و دانش کی رقیب یا متبادل بن کر نہیں بلکہ ہمیشہ اس کی خادم بن کر رہے......ایک سو سال بعد اب یہی صورت حال ہے جس کی طرف خود مغرب بھی رجوع کر رہا ہے جیسا کہ سبز سیاست اور سبز تحریک سے ظاہر ہے......لیکن دنیا میں اب بھی استبداد کی مدد کرنے والی سائنس کی احمقانہ پرستش جاری ہے......مغرب اب جان گیا ہے کہ اسٹالن کے جبر اور ہٹلر کے نسلی تعصب کے پیچھے سائنس کا کیا کردار تھا......اسی لیے مغرب نے سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھنا شروع کر دیا ہے......امام احمد رضا اس وقت ہی سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھ رہے تھے...... جب کہ ابھی اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا......وہ سائنس کو اس مقام پر رکھتے تھے جس کی وہ اہل تھی......روایتی حکمت و دانش ابھی زندہ تھی اور وہ خود بھی اس روایتی دانش سے لبریز تھے......وہ صحیح تھے اور مغرب غلطی پر تھا۔‘‘

انگریز نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون

(امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، ص۹، مطبوعہ مالیگاؤں)

فروغ رضویات کے لیے لائحۂ عمل

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی کی تقریباً پانچ سو (۵۰۰) کتابوں کی اشاعت کا عظیم منصوبہ

''رضویات''، علم کا ایک روشن باب ہے، اس میں علوم وفنون کی وہ جامعیت ہے جس کی نظیر ماضی وحال میں خال خال ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے اپنی ۶۸ر سالہ زندگی میں قرآن، حدیث، فقہ، ادب، سیرت، تاریخ، لغت وغیرہ علوم وفنون پر مختلف زبانوں میں اپنی تصنیفات وتالیفات کا جو اثاثہ چھوڑا ہے وہ تاریخِ اسلامی کا بہت ممتاز ونمایاں باب ہے۔ عہدِ رضا سے تا حال اہلِ علم وادب اور صاحبانِ فکر ونظر اس ذخیرۂ علمیہ پہ تحقیقی کام کرتے رہے ہیں جس کے نتیجے میں رضویات پہ مذہبی، تحقیقی، تنقیدی، ادبی، سائنسی اور سیاسی موضوعات پہ مواد کا ایک بڑا ذخیرہ اکٹھا ہو گیا۔ جامعاتی سطح پر بھی ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے مختلف ممالک میں اس کثرت سے لکھے گئے کہ ماضی و حال میں کسی مذہبی شخصیت پہ اتنے مقالے نہیں لکھے گئے۔ یہ صورتِ حال جہاں اس بات کی غماز ہے کہ امام احمد رضا کی شخصیت عالمی سطح پر مقبول ومعروف ہے وہیں اب صاحبانِ علم وادب کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں کہ وہ متنوع علوم وفنون پہ مشتمل اس خزانۂ علمی کو محفوظ بھی کریں اور اہلِ علم نیز عوام وخواص کے لیے اسے قابل استفادہ بھی بنائیں۔

ان ہی مقاصد کے تحت اسلامیات ورضویات پہ تحقیقی واشاعتی کام انجام دینے والی امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف نے مورخہ ۸ر مارچ ۲۰۱۳ء کو علما ودانش وروں پر مشتمل ایک مخصوص نشست منعقد کی جس میں بشمول بانی اکیڈمی مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی مدظلہ مندرجہ ذیل حضرات شریک ہوئے:

(۱) مفتی کوثر امام قادری — مہراج گنج
(۲) ڈاکٹر امجد رضا امجد — پٹنہ
(۳) مولانا انوار احمد امجدی — دہلی
(۴) مفتی شمشاد حسین رضوی — بدایوں
(۵) مولانا صغیر اختر مصباحی — بریلی شریف
(۶) الحاج محمد سعید نوری — ممبئی

(۷) محمد عارف رضوی — ممبئی

اس نشست میں فروغِ رضویات کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی اور یہ طے پایا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کا مجوزہ جشن صد سالہ ۱۴۴۰ھ کو علمی انداز میں اس طرح منایا جائے کہ پوری دنیا میں اس حوالہ سے اک خوش گوار علمی انقلاب آئے، اور متلاشیانِ حق کو مکمل سیری حاصل ہو، اس حوالہ سے دانش وروں نے فروغِ رضویات کے لیے ۶ر تجاویز منظور فرمائیں۔

تجاویز:

(۱) امام احمد رضا کے حواشی کو متون کے ساتھ ایڈیٹ کر کے توضیحی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا جائے۔

(۲) جشن صد سالہ کے حوالہ سے مختلف فنون پہ امام احمد رضا کی سو کتابیں اہلِ فن سے ایڈیٹ کرا کے شائع کی جائیں۔

(۳) امام احمد رضا انسائی کلوپیڈیا کو پچیس جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیا جائے۔

(۴) مختلف ممالک میں رضویات پہ پی۔ایچ۔ڈی اور ایم۔فل کے جو مقالے لکھے گئے انھیں حاصل کر کے ایڈٹ کیا جائے اور ان سب کو شائع کیا جائے۔

(۵) اصل فتاویٰ رضویہ بارہ جلدیں ۱۰۰ر رسائل کے اضافہ اور تحقیق وتخریج، نیز تصحیح وترتیب کے ساتھ بغیر ترجمہ کمپوز کرا کے شائع کی جائیں۔

(۶) تقریباً ۲۲۵ر رسائل رضویہ کو جدید انداز میں تحقیق وتخریج اور تحشیہ وترجمہ کے ساتھ شائع کیا جائے۔

مقامِ مسرت ہے کہ ان تمام تجاویز پر فوراً کام شروع کیا جارہا ہے، ہندوستان کے علما اور دانش ور حضرات کی ایک فہرست بنائی گئی ہے جن سے رابطہ کا کام جاری ہے۔ ان میں دس افراد کو رواں سال ہی میں ''امام احمد رضا اکیڈمی'' بریلی شریف میں باضابطہ مدعو کر کے ابتدائی کاموں کا خاکہ مکمل کرایا جائے گا۔ انسائی کلوپیڈیا کی ۲۵ر جلدوں کا خاکہ از سر نو بنانے کی ذمہ داری ڈاکٹر امجد رضا امجد کو سونپی گئی ہے۔ رضویات کے حوالہ سے یہ تاریخی اور دستاویزی کام امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف اور رضا اکیڈمی ممبئی کے اشتراک سے عمل میں آئے گا۔ ان تمام کاموں کو علمی انداز میں جلد از جلد سمیٹنے کے لیے ایک بورڈ تشکیل دے دیا گیا ہے۔ منتخب افراد سے رابطہ کے بعد اسے حتمی شکل دے کر ان کا مکمل خاکہ شائع کر دیا جائے گا۔

❀❀❀

ادارتی نوٹ: ماہِ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ میں امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے فعال رُکن

مولانا کوثر امام قادری مالیگاؤں آئے۔ رضا لائبریری پر ایک علمی نشست رکھی گئی۔ جس میں موصوف نے مذکورہ امور پر ہونے والی پیش رفت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ علما و محققین کی ایک ٹیم مولانا حنیف خاں رضوی کی نگرانی میں شب و روز مصروف رہ کر رضویاتی مواد کی ترتیب سازی میں مصروف ہے۔ اعلیٰ حضرت کے حواشی پر قابلِ قدر کام جاری ہے۔ کتنے ہی مواد کی دریافت ہو چکی ہے۔ کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، ایڈیٹنگ، سیٹنگ کا مرحلۂ شوق طے کیا جا رہا ہے۔ جن کی اشاعت کے بعد ایک علمی انقلاب آئے گا، نگاہیں خیرہ ہوں گی، فکر و نظر کو روشنی ملے گی، علمی کام کو بڑھاوا حاصل ہوگا، رضویات کے دبستاں میں رنگ برنگ پھول کھلیں گے۔ رضویات پر کام کرنے والے اسکالرز کو عظیم مواد ملے گا، علم و تحقیق کی راہیں آسان ہوں گی۔ اسی طرح سوانحی اعتبار سے انسائیکلو پیڈیا طرز پر امام احمد رضا پر ۲۵ر جلدوں میں کام کا آغاز ہو چکا ہے۔ متعین موضوعات پر اہم مقالوں کی تحقیق و تلاش جاری ہے۔ نئے عنوانات پر مقالے لکھوائے جا رہے ہیں۔ معیاری مضامین کو فہرست کے اعتبار سے مدون و مرتب کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ایک قیمتی خاکہ تیار کیا تھا۔ جو ''دائرۂ معارفِ رضا'' کے نام سے چھپا تھا، اسی کو پیش نظر رکھ کر اس کام کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں الحاج محمد سعید نوری سربراہ رضا اکیڈمی ممبئی کی بھی خصوصی توجہ ہے۔ اس نشست میں بڑی حوصلہ افزا باتیں مولانا موصوف نے بتائیں جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ کام کا کیا عزم کیا گیا! مثبت نتائج ملنے شروع ہو گئے۔ اور عمل آوری کے لیے سفر اب بھی جاری و ساری ہے۔ اللہ کرے منزل بہ منزل فروغِ رضویات کا یہ سفر بڑھتا رہے اور ایمان و عقیدے کی کھیتی فیضِ رضا سے سرسبز و شاداب ہوتی رہے۔ اللہ کریم اس سلسلے میں کوشاں تمام علما، معاونین، متعلقین، متوسلین کو عزم و استقامت دے۔ انھیں اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

❁❁❁

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، حقیقی بھائی ہیں

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ حنفی مرد کے نکاح کے گواہوں میں ایک شافعی ہو تو نکاح ہوگا یا نہیں، تو جواب ارشاد فرمایا: ''حنفی کا نکاح ہو جائے گا اگرچہ وکیل و گواہ اور قاضی و ولی و زوجہ سب کے سب شافعی یا مالکی یا حنبلی یا مختلف ہوں یعنی ان میں کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی، یوں ہی ان تینوں مذہب والوں کا نکاح صحیح ہے، اگرچہ باقی لوگ دوسرے تین مذہب کے ہوں۔ چاروں مذہب والے حقیقی عینی بھائی ہیں۔'' (فتاویٰ افریقہ، ص ۶۹، فاروقیہ بک ڈپو، دہلی)

''الفی کنز الایمان'' کی اشاعت محمد عمران دادانی کا تاریخی کارنامہ

الحمد للہ! رضا اکیڈمی نے ماضی میں بھی کئی ایسے کام انجام دیے جس کے نقوش ہماری تاریخ کا اہم حصہ بنے اور عامۃ المسلمین کو استفادے کا موقع فراہم ہوا۔ ایسا ہی ایک قابلِ قدر کام قرآن مقدس کے الفی نسخے کی مع ترجمہ کنز الایمان (از امام احمد رضا) و تفسیر خزائن العرفان (از علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی) اشاعت ہے۔ اس کام کا بیڑا اللہ کریم کے فضل و نوازش اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عطا سے جناب محمد عمران دادانی نے اٹھایا۔ الحاج محمد سعید نوری سربراہ رضا اکیڈمی نے سرپرستی فرمائی۔ علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری نے رہنمائی کی۔ توجہِ خاص سے نوازتے ہوئے تصحیح کا دشوار گزار مرحلہ طے کیا۔ اور اسی سال یہ نسخہ منظر عام پر آیا۔ جس کی ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے۔ اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں ڈیزائننگ، کاغذ، اندازِ کتابت، طغرے، خطاطی کے نمونے، بائنڈنگ، بکس، رحل، جلد، ہائی گلاس کا کام کرنے والی نشانی سبھی کچھ منفرد و البیلے و اچھوتے اور بے مثال ہیں۔

قرآن مقدس کی طباعت و اشاعت میں ایسے ہی خصوصی اہتمام کی ضرورت ہے۔ قرآن عظیم کے لیے جتنا اہتمام کیا جائے کم ہے۔ اللہ کریم نے اس مبارک کام ''الفی کنز الایمان'' کی اشاعت کے لیے الحاج محمد عمران دادانی کو عزم و حوصلہ دیا۔ نشانِ اختر نے رضا اکیڈمی کے اشتراک سے اشاعت کی۔ گراں قیمت رکھنے والے اس نسخے کو کم ہدیے میں فراہم کیا گیا۔ اس کی تیاری کے سلسلے میں علامہ محمد عبد المبین نعمانی، الحاج محمد عمران دادانی، جناب محمود احمد شیخ (کاتب)، جناب انور خان (آرٹسٹ)، جناب فیضی محسن جلیل (ڈیزائنر) لائق مبارک باد ہیں اور تہنیت کے مستحق۔ اللہ کریم مزید خدمت دین متین کی توفیق بخشے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

الفی کنز الایمان کو چہار جانب پسند کیا گیا۔ فن کتابت کے ماہرین، گرافکس کے کاملین نے بہت سراہا۔ خطاط نے اس کی کتابت کی تعریف کی۔ علما، دانش وروں، صاحبانِ علم و فن سبھی نے کلماتِ تحسین سے نوازا، اور اس میں اپنی اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنے والے مخلصین کو دعاؤں سے نوازا۔ مختلف النوع اعتبارات سے ہمہ وصف اس نسخے کو مساجد، مدارس، لائبریریوں، کالجوں، دینی اداروں میں رکھنا چاہیے تاکہ مختلف طبقات اور شعبوں سے جڑے مسلمان فیض یاب ہوں اور اپنی نگاہوں کو مسرور کریں۔ آج کل بڑی بڑی رقمیں غیر ضروری خریدی میں لگا دی جاتی ہیں، چاہیے کہ ایسی اہم و گراں قدر دولت کے لیے کچھ خرچ کیا جائے، اہلِ خیر حضرات مسجدوں، مدرسوں، ائمہ کرام، لائبریریوں، غریب بچیوں کو ہدیہ کریں۔

دنیا کی بااثر شخصیات میں حضور تاج الشریعہ کا ذکر Top-50 میں

دیگر علمائے کرام میں شیخ الازہر وامین ملت مارہروی سمیت دسیوں علمائے اہلِ سُنّت کی شمولیت

مسلم دنیا کا سروے کرنے والا عالمی ادارہ The Royal Islamic Strategic Studies Centre Jordan دنیا کی مشہور ومعروف 500 بااثر شخصیات کا تجزیہ مذہبی، سیاسی، علمی، روحانی، معاشی، اقتصادی، سائنسی، صحافتی، سماجی، تعلیمی وقائدانہ بنیادوں پر کرتا ہے۔ تازہ سروے رپورٹ برائے 15-2014ء بعنوان The Muslims 500 [The World's 500 Most Influential Muslims] حال ہی میں منظر عام پر آئی۔ اس میں 500 نمایاں وپُر اثر افراد کی فہرست دی گئی اور ان میں Top-50 میں اہلِ سُنّت کی جن شخصیات کو ذکر کیا ہے ان میں خصوصیت سے پروفیسر ڈاکٹر شیخ احمد محمد الطیب [شیخ الازہر مصر]؛ شیخ احمد تیجانی [شیخ طریقت سلسلۂ تیجانیہ شاخِ قادریت، سنگال]؛ ڈاکٹر شیخ علی گما [مفتی مصر]؛ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان الازہری [بریلی شریف]؛ شیخ الحبیب عمر بن حفیظ [دار المصطفیٰ، تریم یمن] کو سُنّی قائد کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے، مختلف جہتوں میں ان کی خدمات کے سبب۔

تاج الشریعہ کا تذکرہ:

تاج الشریعہ کو مذہبی وتعلیمی قائد نیز قاضی القضاۃ فی الہند کے بطور ذکر کیا ہے۔ رپورٹ میں ہے کہ:

''آپ [تاج الشریعہ] نے دار العلوم منظر اسلام میں تعلیم حاصل کی۔ جامعۃ الازہر سے تفسیر وحدیث میں کمال حاصل کیا۔ جمال عبد الناصر مصر کے بدست اعلیٰ تعلیمی ایوارڈ سے نوازے گئے۔ کثیر تصانیف تحریر کیں۔ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ کے شیخ اعظم وہند میں قائد ہیں۔ 2006ء میں مسلمانوں کے شرعی چیف جسٹس [قاضی القضاۃ] تسلیم کیے گئے۔''

سروے رپورٹ نے مزید لکھا کہ: ''آپ کے انگریزی فتاویٰ جن کی تعداد 5000 سے زائد ہے Azharul-Fatawa میں جمع ہیں۔''

صفحہ 73-72 میں تاج الشریعہ کا ذکر اور گہوارۂ علم دین مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا بریلی کا ذکر ہے۔

دیگر علما و مشائخ اہلِ سُنّت کا ذکر:

Top-50 کے بعد کی فہرست میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی کا ذکر محدثِ جلیل کے بطور ہے۔ آپ کی محدثانہ عظمت کے اعتراف میں سروے میں لکھا گیا ہے کہ: ''40 برس سے زیادہ مدت سے درسِ حدیث دے رہے ہیں، روایت واصول کے ساتھ ساٹھ ہزار حدیثیں ازبر ہیں۔ آپ کے ہزاروں عظیم وقابل شاگرد موجود ہیں۔ آپ [مفتی اعظم ہند] مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ ہیں۔''

علاوہ ازیں دیگر علمائے اہلِ سُنّت میں عظیم شیخ سلسلۂ قادریہ پروفیسر سید محمد امین میاں قادری [خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ و پروفیسر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ]؛ شیخ محمود آفندی [اہل السنۃ والجماعۃ ترکی]؛ پیرزادہ امداد حسین [جامعہ الکرم یوکے]؛ شیخ ابوبکر احمد [بانی مرکز الثقافۃ السنیۃ، سکریٹری سنی جمعیۃ العلماء، کاسرگوڈ کیرالا]؛ علامہ قمر الزماں اعظمی سمیت درجنوں علما ومشائخ اہلِ سُنّت کا ذکر اپنے اپنے شعبے میں بااثر خدمات کے بطور کیا گیا ہے۔

سروے میں مقبول ترین کتابوں میں تفسیر جلالین [علامہ سیوطی]؛ الاتقان فی علوم القرآن [علامہ سیوطی] وعلامہ سیوطی وامام غزالی، نووی، طحاوی وغیرہ کی کتب نیز بخاری ومسلم کے انگریزی تراجم وفقہی کتب کا ذکر ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی تصوف میں مہارت اور دلائل الخیرات کی مقبولیت کا بھی تذکرہ نمایاں ہے؛ صوفیا کی تعلیمات کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

نقطۂ نظر:

محمد ابن عبد الوہاب کے افکار کی حامل متشدد تنظیمیں داعش، بوکوحرام، القاعدہ، النصرہ فرنٹ کے سربراہان کا ذکر قابل تنقید ہے اور کتاب کی حیثیت کو مجروح کرتا ہے، ہاں اگر ان کا ذکر مقبولیت کے بجائے ان کی گرفت کے ساتھ ہوتا تو بہتر تھا۔ کتاب میں غیر اسلامی افکار کی حامل شخصیات کا ذکر گراں گزرتا ہے۔

کتاب کے کل مندرجات سے متوازن فکر کے حامل مسلمان کا اتفاق ضروری نہیں۔ تاہم یہ سروے معلومات افزا اور مختلف شعبہ جات میں مسلمانوں کی خدمات کا آئینہ ہے جس کی ستائش بہر کیف کی جانی چاہیے۔ رپورٹ کے کل صفحات 284 ہیں، اشاعت جارڈن سے ہوئی؛ ISBN: 978-9975-428-37-2 ہے۔

❁❁❁

سیلاب زدہ علاقوں میں منظّم انداز میں اشیائے ضروریہ نقد و کمبل کی تقسیم

ملک بھر سے متعدد وفود کشمیر پہنچے۔رضا اکیڈمی وفد کی مشاہداتی رپورٹ

سنی ریلیف کمیٹی مالیگاؤں کا دورکنی وفد ۱۷؍اکتوبر ۲۰۱۴ء جمعہ کو جموں تاوی ایکسپریس سے کشمیر کے لیے روانہ ہوا۔جس میں ڈاکٹر رئیس احمد رضوی و محمد الطاف رضوی شامل تھے۔وفد اتوار کی صبح ۱۱؍بجے جموں پہنچا۔جہاں مولانا مظفر حسین قادری (ساکن جموں) ناظم دارالعلوم قادریہ واحباب سے راحتی امور پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔جموں میں ممبئی سے رضا اکیڈمی کے الحاج محمد سعید نوری، نوری میاں، امن میاں، محمد عفیف رضا اور بھیونڈی سے محمد شرجیل رضا پہنچے۔جب کہ بریلی شریف سے آئے وفد میں محمد تسلیم نوری، محمد شاہد نوری و محمد اقرار شامل تھے۔یہ قافلہ جموں سے اسی دن سہ پہر سری نگر کے لیے دو ٹرک ریلیف کے سامان کے ہمراہ روانہ ہوا۔ایک ٹرک میں کمبل اور ایک میں اشیائے خورد ونوش کے پیکٹ تھے۔ان میں ہر پیکٹ کے اندر ۱۰؍کلو چاول، ۱۰؍کلو آٹا، دو کلو شکر، دو کلو دال، دو کلو تیل، آدھا کلو چائے پتی، دودھ پاؤڈر، گرم مصالحہ، نمک وغیرہم شامل تھے۔علاوہ ازیں ۵۰۰۰؍کمبل تھے۔رات دس بجے پونچھ ضلع کے سرنکوٹ پہنچے۔الحاج محمد سعید نوری کی سربراہی میں دوسرے دن صبح دارالعلوم سلطانیہ رضویہ کے شیخ الحدیث سید محمد بشارت نوری برکاتی کے ہمراہ سیلاب متاثرین سے ملاقات کی گئی اور علاقے کا دورہ کیا گیا۔ایسے متاثرین کی لسٹ تیار کی گئی جن کے مکانات بہہ گئے تھے، جن کا جانی نقصان ہوا یا زیادہ نقصان سے دوچار ہوئے۔ان میں کوپن تقسیم کیا گیا اور دوسرے روز منگل کی صبح ریلیف کے دو سینٹرز بنائے گئے۔ پہلا سینٹر درالعلوم سلطانیہ رضویہ جامع مسجد اور دوسرا سینٹر عبدالرحمٰن میر صاحب و محمد بشیر وانی کے مکان پر قائم کیا گیا۔جہاں علی الصبح ایک سینٹر پر اشیائے خورد ونوش کے پیکٹ اور دوسرے سینٹر پر کمبل کی تقسیم شروع کی گئی۔۱۵۰۰؍افراد میں کمبل اور ۱۵۰۰؍فیملی میں اشیا کے پیکٹ تقسیم کیے گئے۔

بدھ کے روز اسلام آباد اننت ناگ وفد پہنچا اور دارالعلوم امام احمد رضا کو سینٹر بنایا گیا جہاں ۱۲۰۰؍خاندانوں میں کمبل اور اتنے ہی اشیائے خورد ونوش کے پیکٹ تقسیم کیے گئے۔جب کہ جمعرات کو سری نگر کے اندر متاثرین میں کمبل و اشیائے ضروریہ کے پیکٹ تقسیم کیے گئے۔سری نگر میں متاثرین کی ایک بڑی تعداد ایسی تھی جو پہلے صاحب مال تھے۔ان کے مکانات کی تباہی ایسی ہوئی کہ جو دینے والے

ہوتے تھے وہ آج لینے والے ہو گئے ایسے افراد میں بھی نقد و اشیائے ضروریہ کی تقسیم رضا اکیڈمی نے کی۔سرنکوٹ ضلع پونچھ میں ۵؍افراد کو مکانات کی تعمیر کے لیے الحاج محمد سعید نوری کے ہاتھوں ۲۵۔۲۵؍ہزار کی نقد رقم تفویض کی گئی۔۳؍افراد کو مکان کی مرمت کے لیے ۱۰۔۱۰؍ہزار کی رقم دی گئی۔تین مریضوں کو علاج کے لیے ۱۵۔۱۵؍ہزار کی رقم دی گئی۔اسی طرح اسلام آباد اننت ناگ میں بھی مریضوں میں اور مکانات کی مرمت کے لیے دو لاکھ نقد رقمیں بانٹی گئیں۔

علاوہ ازیں ضلع پونچھ کے کٹرہ مقام پر متاثرین کی بڑی تعداد تھی جن میں ریلیف تقسیم کی گئی۔ضلع صوفیان کے پوٹھا، آڑی، اور بیلاسنی مقامات پر کمبل و اشیائے خورد ونوش کے پیکٹ تقسیم کیے گئے۔وفد کے ساتھ مقامی مدارس و تنظیموں سے وابستہ افراد نے راحتی کام میں رہنمائی کی۔دیگر مقامات سے بھی اہل سنت کی ریلیف کمیٹیوں کے وفود الگ الگ وقتوں میں پہنچے۔مرکزی سنی ریلیف کمیٹی ناسک کے ذمہ داران میں خطیب شہر حافظ حسام الدین اشرفی، وسیم رضا پیرزادہ، میر مختار اشرفی وان کے رفقائے کار ۲۲؍اکتوبر کو سری نگر پہنچے۔اور ریلیف تقسیم کا کام شروع کیا۔ناسک کا یہ وفد الحاج محمد سعید نوری کی سرپرستی میں ایک ہفتے تک متاثرین میں ریلیف و راحت رسانی کا کام انجام دیتا رہا۔جب کہ اس سے قبل بھی رضا اکیڈمی ممبئی، نوری فاؤنڈیشن بنگلور، سواد اعظم گروپ دہلی، امام احمد رضا مومنٹ بنگلور، ایم ایس او علی گڑھ نے متاثرینِ کشمیر میں ریلیف تقسیم کی اور اشیائے ضروریہ سے اہلیان کشمیر کی مدد کی۔

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کے قومی صدر جانشین تاج الشریعہ علامہ محمد عسجد رضا خاں قادری بریلی شریف نے ایک خطیر رقم کے ذریعے اہلِ کشمیر کا تعاون کیا۔الحاج محمد سعید نوری نے بتایا کہ الحمدللہ ملک بھر سے کافی سنی ادارے کشمیر پہنچ کر راحتی کام کر رہے ہیں جب کہ مزید خدمات انجام دی جائیں گی۔وفد نے مشترکہ بیان میں کہا کہ سنی تنظیموں نیز الحاج محمد سعید نوری سمیت سنی ریلیف کمیٹی کی سرگرمیوں سے اہل کشمیر متاثر ہیں اور دعائیں بھی دیں کہ ایسے نازک حالات میں ہماری خبر گیری کی گئی۔اسباب و مال و اشیائے ضروریہ سے اہلِ کشمیر کے زخموں پر مرہم رکھا گیا۔مختلف علاقوں میں متاثرین نے شکریہ ادا کیا۔اور راحتی کام کے سلسلے میں کارکردگی پر اطمینان ظاہر کیا گیا۔رضا اکیڈمی و سنی ریلیف کمیٹی معاونین کی شکر گزار ہے کہ اپنے کشمیری بھائیوں سے ہمدردی میں بروقت تعاون پیش کیا۔اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں کی گئی خدمات کو محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں قبول فرمائے۔آمین

نوٹ: یہ رپورٹ ممبئی، مالیگاؤں سمیت ملک بھر کے متعدد اخبارات نیز رسائل و جرائد نے شائع کی۔

۲۰۱۴ء میں رضا اکیڈمی کی سرگرمیاں

یکم جنوری ۲۰۱۴ء : سُنّی رضوی کیلنڈر کی اشاعت

۳۰ر جنوری ۲۰۱۴ء : وقف املاک کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے؛ دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کیجریوال سے ملاقات کے دوران رضا اکیڈمی کا مطالبہ

۲ر فروری ۲۰۱۴ء : فلم ''یارب'' کے تعلق سے رضا اکیڈمی کے وفد نے وزیر اعلیٰ سے ملاقات کی اور شکایت کی۔

۳ر فروری ۲۰۱۴ء : قرآن مقدس سے اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چشمے پھوٹتے ہیں، رضا اکیڈمی کے اصلاحِ عقائد پروگرام میں علامہ ہمدانی کا خطاب

۶ر فروری ۲۰۱۴ء : فلم ''یارب'' کی ریلیز پر فوراً روک لگائی جائے- رضا اکیڈمی اور تنظیم علماے اہلِ سُنّت نے تھانہ پولیس کمشنر کو میمورنڈم پیش کیا

۹ر فروری ۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کی جانب سے ''جشن شہنشاہِ بغداد'' منایا گیا۔

۱۹ر فروری ۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کی جانب سے ۱۲۵رواں سالانہ جشن ولادت حضور مفتی اعظم ہند منایا گیا۔

۲۲ر فروری ۲۰۱۴ء : بچہ گود لینے معاملے میں سپریم کورٹ کے فیصلے پر مسلم تنظیموں کا ردِعمل، حالیہ فیصلہ مسلمانانِ ہند کے لیے ناقابلِ قبول- رضا اکیڈمی کا بیان

۲ر اپریل ۲۰۱۴ء : بھیونڈی میں فیس بک پر قرآنی آیات کی بے حرمتی کے ذریعہ مسلمانوں میں اشتعال پھیلانے کی کوشش رضا اکیڈمی کی مداخلت پر پولیس میں معاملہ درج

۲۶ر اپریل ۲۰۱۴ء : سُنّی نوری اسلامک سمر کیمپ کا انعقاد

۱۲ر جون ۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کی جانب سے مولانا عبدالہادی رضوی افریقی کو مفتی اعظم ایوارڈ سے نوازا گیا

۲۸ر جون ۲۰۱۴ء : مسلمانوں کے لیے ریزرویشن منظور کیے جانے پر رضا اکیڈمی و مسلم تنظیموں کے ذریعے وزیر اعلیٰ کی ستائش

۱۹ر جولائی ۲۰۱۴ء : اسرائیلی درندگی اور سفاکی و بربریت کے خلاف مسلمانانِ ممبئی کا زوردار احتجاج اور

مہاراشٹر کے گورنر کو میمورنڈم دیا گیا

۲۶ر جولائی ۲۰۱۴ء : یوم القدس کے موقع پر رضا اکیڈمی نے صدر جمہوریہ پرنب مکھرجی کو ایک میمورنڈم روانہ کیا

۲۷ر جولائی ۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کی اپیل عید الفطر سادگی کے ساتھ منائی جائے

۵ر اگست ۲۰۱۴ء : امام احمد رضا قدس سرہٗ کی کتابوں کو نصاب میں شامل کیا جائے، ممبر آف پارلمینٹ مولانا غلام رسول بلیاوی کی قیادت میں وفد نے صدر جمہوریہ سے ملاقات کی

۶ر اگست ۲۰۱۴ء : جشن ولادتِ اعلیٰ حضرت- نوری محفل میں منایا گیا

۷ر اگست ۲۰۱۴ء : اسرائیلی جارحیت کے خلاف فلسطینیوں کو امداد بہم پہنچائی جائے- رضا اکیڈمی کے وفد، علماے کرام اور عمائدینِ شہر اور معززین کا این سی پی سربراہ سے مطالبہ

۴ر ستمبر ۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کی آل سعود کو وارننگ؛ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی ایک اینٹ کو بھی ہاتھ لگایا گیا تو سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے

۸ر ستمبر ۲۰۱۴ء : ممبئی کے مسلمانوں کا روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منتقلی کی خبر پر زبردست احتجاج

۱۶ر ستمبر ۲۰۱۴ء : کشمیر کے لیے ریلیف کا سامان لے کر رضا اکیڈمی کا وفد کشمیر کے لیے روانہ

۱۸ر ستمبر ۲۰۱۴ء : کشمیر سیلاب متاثرین کے لیے بڑے پیمانے پر رضا اکیڈمی کی جانب سے امداد روانہ

۱۹ر ستمبر ۲۰۱۴ء : کشمیر سیلاب متاثرین کو رضا اکیڈمی کے وفد نے الحاج محمد سعید نوری صاحب کی قیادت میں سری نگر میں ریلیف تقسیم کی

۲۰ر ستمبر ۲۰۱۴ء : کشمیر میں رضا اکیڈمی نے سیلاب متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور ریلیف تقسیم کی

۲۱ر ستمبر ۲۰۱۴ء : کشمیر میں ''فری واٹر ڈے'' رضا اکیڈمی کا اعلان، درگاہ حضرت بل سری نگر میں ''سبیل حسین'' کا اہتمام کیا گیا

۲۲ر ستمبر ۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کے وفد کی سری نگر میں بڑے پیمانے پر ریلیف تقسیم جاری، الحاج محمد سعید نوری صاحب سے کشمیری باشندوں نے کہا کہ کل ہم دینے والے لوگ تھے آج ہم لینے والے ہو گئے

۲۳ر ستمبر ۲۰۱۴ء : الحاج محمد سعید نوری صاحب کی قیادت میں رضا اکیڈمی کے وفد نے سری نگر سے ۲۵ر کلومیٹر دور گڈ گو پالن گاؤں میں کشتی کے ذریعہ ریلیف تقسیم کی

۲۵ر ستمبر ۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کے وفد نے ساتوں دن ریلیف تقسیم کی

۱۵؍اکتوبر۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی نے کسی دیوبندی وہابی کی تائید نہیں کی

۱۷؍اکتوبر۲۰۱۴ء : ۱۲۵؍واں سالہ جشن ولادتِ حضور مفتی اعظم ہند کے موقع پر رضا اکیڈمی نے مختلف انعامات کا اعلان کیا، جس میں پہلا انعام ’ایکٹوا اسکوٹر‘ اور ’الفی قرآن مجید‘، دوسرا انعام ’فتاویٰ رضویہ‘ اور ٹیبلیٹ فون اور تیسرا انعام ’فتاویٰ مصطفویہ‘ اور ’سیمسنگ اسمارٹ فون‘ تقسیم کیا گیا

۱۷؍اکتوبر۲۰۱۴ء : ۱۲۵؍واں سالہ جشن ولادت حضور مفتی اعظم ہند ممبئی میں منایا گیا جس میں قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری نے شرکت کی، جس میں چھ لوگوں کو قرعہ اندازی کے ذریعہ الفی قران مع خزائن العرفان کا تحفہ پیش کیا گیا اور ساتھ ہی ۱۲۵؍علماے کرام اور ۱۲۵؍طلبا کو تحفہ پیش کیا گیا

۲۳؍اکتوبر۲۰۱۴ء : سرنکوٹ دارالعلوم رضویہ سلطانیہ میں الحاج محمد سعید نوری صاحب کا استقبال، رضا اکیڈمی کی جانب سے سرنکوٹ کشمیر میں سیلاب متاثرین میں ریلیف تقسیم جاری، الحاج محمد سعید نوری کی قیادت میں متعدد شہروں کے سُنّی وفود نے بھی ریلیف تقسیم کی۔

۲۳؍اکتوبر۲۰۱۴ء : کشمیر میں رضا اکیڈمی کے وفد الحاج محمد سعید نوری صاحب کی قیادت میں ملک کے دیگر شہروں کے ساتھ ساتھ آستانۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ بریلی شریف سے آئے ہوئے وفد نے بھی راحت رسانی کا سامان تقسیم کیا۔

۲۷؍اکتوبر۲۰۱۴ء : کشمیر کی مسجدوں اور مدرسوں میں رضا اکیڈمی نے قرآن شریف تقسیم کیے

۱۷؍نومبر۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کی جانب سے نوری محفل میں عرس حضور مفتی اعظم ہند منایا گیا

۶؍دسمبر۲۰۱۴ء : رضا اکیڈمی کی اپیل پر ملک بھر میں ۳؍بج کر ۴۵؍منٹ پر اذانیں دی گئیں

علاوہ ازیں رضا اکیڈمی نے ۲۰۱۴ء میں مختلف عنوانات پر کتابیں شائع کیں، خصوصاً: مرأۃ الحسن بے مثال، قبالۂ بخشش، المعتقد المنتقد، الفردہ، بخاری شریف کی شرح ۸؍جلدیں، شرح ہدایہ ۱۵؍جلدیں، فتاویٰ مفتی اعظم ہند ۷؍جلدیں

اسی طرح رضا اکیڈمی نے عرسِ قاسمی مارہرہ شریف اور عرسِ رضوی بریلی شریف میں اسٹال کا اہتمام کر کے رعایتی ہدیہ میں کتابیں فراہم کیں۔

❀❀❀

عرس اعلیٰ حضرت پر رضا اکیڈمی کی خصوصی پیش کش

بخاری شریف (۸؍جلدیں)

مع تعلیقات امام احمد رضا

احادیث نبویہ کی مستند کتاب ’’بخاری شریف‘‘ کا عام فہم، آسان، سلیس و بامحاورہ ترجمہ

اصل قیمت: ۵۰۰۰......رعایتی قیمت: ۱۷۰۰ (بریلی شریف میں)

رعایتی قیمت: ۱۹۰۰ (ممبئی میں)......بذریعہ ٹرانسپورٹ: ۲۲۰۰

❀❀❀

امام اہلِ سُنّت کا عظیم فقہی شاہ کار جس کی مقبولیت سمتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ۱۲؍جلدوں پر مشتمل یہ فتاویٰ رضا اکیڈمی کے ذریعے بار بار شائع ہو کر عام ہو رہے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ (۱۲؍جلدیں)

از: امام اہلِ سُنّت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

اصل قیمت: ۶۰۰۰......رعایتی قیمت: ۲۰۰۰

(صرف بریلی شریف میں)

❀❀❀

۱۳۵؍سے زائد رسائل رضویہ (۲۴؍جلدیں)

اصل قیمت: ۴۰۰۰......رعایتی قیمت: ۱۰۰۰ (صرف بریلی شریف میں)

❀❀❀

مفتی اعظم ہند کی ذات فقہ، تقویٰ، استقامت کے اعتبار سے منفرد المثال ہے۔
آپ کے فتاویٰ کی اشاعت علمی حلقوں میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔

فتاویٰ مفتی اعظم (۷؍جلدیں)

از: مفتی اعظم ہند الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمہ

اصل قیمت: ۳۵۰۰......رعایتی قیمت: ۱۰۰۰ (بریلی شریف میں)

رعایتی قیمت: ۱۲۰۰ (ممبئی میں)......بذریعہ ٹرانسپورٹ: ۱۵۰۰

❀❀❀

الفیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ

المعروف بہ شرح ہدایہ (۱۵؍جلدیں)

اصل قیمت: ۵۵۰۰......رعایتی قیمت: ۲۰۰۰ (بریلی شریف میں)

رعایتی قیمت: ۲۲۰۰ (ممبئی میں)......بذریعہ ٹرانسپورٹ: ۲۵۰۰

❀❀❀

طحاوی شریف (۴؍جلدیں)

اصل قیمت: ۱۸۰۰......رعایتی قیمت: ۸۰۰

اعترافِ حقیقت

از: مولانا کوثر نیازی، سابق وزیر مذہبی امور، پاکستان

’’کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا بہت متشدد تھے، انھوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علما اور اکابر کو کافر ٹھہرایا ہے، مگر میں کہتا ہوں یہی ایک بات تو انھیں دوسرے مکاتبِ فکر کے مقابلے میں ممیّز و متشخص (یعنی ممتاز) کرتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے یہاں اکثر لوگ انھیں بریلوی نامی ایک فرقے کا بانی سمجھتے ہیں، حالاں کہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سلفی (یعنی اسلافِ کرام کے نقشِ قدم پر) ہیں اور بس۔ ان کے مقابلے میں جن لوگوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے، فقہی مسلک اور اکثر وبیش تر دوسرے مسائل میں وہ بھی وہی نقطۂ نظر رکھتے ہیں جو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہے، پیری مریدی ان کے ہاں بھی پائی جاتی ہے، فیضِ قبور کا وہ بھی اعتراف کرتے ہیں، عدمِ تقلید (غیر مقلدیت) کے وہ بھی مخالف ہیں، امام ابوحنیفہ کی فقہ کو دوسرے تمام فقہی اصولوں پر وہ بھی ترجیح دیتے ہیں۔ اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان کے بعض اکابر کی خلافِ احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابلِ اعتراض گردانا، اور چوں کہ معاملہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر انھیں فتوؤں کا نشانہ بنایا، دیکھا جائے تو یہی فتوے امام بریلوی اور ان کے مکتبِ فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہیں۔ جس تشدد کی دُہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے۔ وہ فنا فی الرسول تھے، اس لیے ان کی غیرتِ عشق احتمال کے درجے میں بھی توہین رسول کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔ دمِ آخر یں اپنے عقیدت مندوں اور وارثوں کو جو وصیت کی وہ بھی یہی تھی کہ:

جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اسے اپنے اندر سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو......‘‘ (وصایا شریف)

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۱۹، از مولانا کوثر نیازی، مطبوعہ بنارس)